قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ترجمہ

فرمایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں جنمیں سے ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے،

(رواہ مسلم والترمذی وابوداؤد وغیرہم من ائمۃ الحدیث)

عشرہ کاملہ

فی

ابطال الفتنۃ المیرزائیۃ والنبوۃ الباطلہ

جس میں دس فصلیں ہیں۔ اور ہر فصل دس دلائل پر مشتمل ہے۔ گویا پوری سو دلائل سے نہایت سہل اور عام فہم پیرایہ میں مذہب قادیانی کی اصلیت کو اسی مذہب کی کتب و تحریرات سے بے نقاب کیا گیا ہے

جسکو

بایمائے عمدۃ الکاملین زبدۃ العارفین فخر المحدثین راس المناظرین سیدی ومولائی حضرت اقدس مولانا الحاج مولوی خلیل احمد صاحب ظلہم العالی ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

بندہ ناچیز

مولوی حمزہ علام التیموری خاکسار محمد یعقوب خلف مولوی محمد علی صاحب مرحوم سنوری پٹیالوی نے تالیف کر کے

ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں

بمطبع اسلامیہ لاہور کیپ ۔ باہتمام مولوی عبدالرشید مہتمم طبع کیا گیا

ایکہزار روپیہ نقد انعام

میرزائی صاحبان کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ جس غرض اور درد دل سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اسکی کیفیت تمہید کتاب صفحہ سے واضح ہوگی۔ اللہ جانتا ہے۔ کہ ہمیں مرزا صاحب سے کوئی ذاتی بغض و عناد ہے۔ اور نہ ان کے مریدوں سے ایسی کوئی مخاصمت ہے۔ فرزندان اسلام میں باہمی تفرقہ اندازی و نفاق۔ عقائد و اصول میں اختلاف اور عبادات و معاملات میں بیگانگی کو دیکھ کر امر حق کے اظہار کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ سعید طبیعتیں ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔ اور مسیحیت مہدویت کی اس بھول بھلیاں سے نکل کر۔ اور قرآن وحدیث کو مشعل راہ بنا کر پھر صراط مستقیم اختیار کریں۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مجھے پورا پورا یقین ہے۔ کہ جس مومن کے دل میں اسلام کی سچی عزت ہے۔ حالات حاضرہ سے متاثر ہو کر وہ اسلام کی بہبودی کے لئے فکرمند ہے وہ کبھی پیارے مذہب میں ان نئی نئی باتوں کی مداخلت ہرگز گوارا نہ کریگا۔ اور ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اتبعوا سواد الاعظم سے روگردان ہو کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہرگز علیحدہ نہیں بنائیگا۔ بقول کسے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

لیکن ان لوگوں کے لئے جو محض دور از کار تاویلات اور فلسفیانہ توجیہات سے

نذر

مَیں اِس ناچیز تالیف کو بکمال ادب و عقیدت
کے ساتھ بحضور عمدۃ الکاملین زبدۃ العارفین
فخر المحدثین راس المناظرین مخزن علم و حکمت
واقفِ اسرار شریعت حضرت اقدس مولٰنا
الحاج مولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم و
زاد مجدہم ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور
کی خدمت بابرکت میں پیش کرنیکی جرأت کرتا ہوں

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

ریت کے بے حقیقت ذرے آفتاب عالمتاب کی ضیا باری سے کیسے چمک اُٹھتے ہیں! یقین
کامل ہے کہ میری یہ دینی خدمت بھی حضور پُر نور کی ذات گرامی سے معنون ہو کر عوام کے لئے مفید
اور میرے لئے فلاح دارین کا باعث ہو گی ؎

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

بندۂ ناچیز محمد یعقوب پٹیالوی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ ونصلی

دیباچہ

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّیَسِّرْلَنَا اجْتِنَابَہٗ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَرَسُوْلِکَ الْاَمِیْنِ الَّذِیْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ[1]

حمد بے حد وثنائے بے عد۔ اس قادر ذوالجلال و ایزد متعال کیلئے سزاوار ہے۔ کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے کائنات عالم کو پیدا کیا۔ اور اپنی حکمت بالغہ سے انسان ضعیف البنیان کو زیور علم و عقل سے آراستہ کر کے قوت تمیز عطا فرمائی۔ اور اُسے اشرف المخلوقات بنایا۔ ذات باری ایسی بیچون وبے چگون ہے جسمیں کسی وجود حسّی وغیر حسّی کی شرکت کا امکان نہیں۔ نہ اسمیں جزو وکل جسم وروح کو دخل ہے۔ تشبیہ و مثال سے پاک ہے۔ اور جو کچھ آدمی کے ذہن و وہم اور خیال میں گذرے اس سے منزہ اور مقدس۔ ارفع اور اعلیٰ ہے۔ اور درود بے حد وشمار ونعت ہائے ہزاراں ہزار اس کامل اور اکمل انسان پر۔ کہ جسکی ذات والاصفات کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر اور اُسکے اخلاق کریمہ کی تعریف اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[2] کے جامع الفاظ میں بیان فرما کر اس کے اتباع اور اُسوۂ حسنہ

---

[1] یا اللہ ہم کو حق بات دکھا۔ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور جھوٹ کو صفائی سے ظاہر فرما۔ اور اس سے بچنے کی ہمت دے۔ یا اللہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق بات کا انکشاف فرما۔ بطفیل سرور انبیاء و رسول امین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور درود ہو۔ ان پر اور انکی آل و اصحاب و اتباع پر اپنی رحمت کے ذریعہ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

[2] (اے محمدؐ) تو بڑے بزرگ خلق والا ہے

کو گم گشتگانِ کوئے ضلالت کے لئے ہادی و رہبر و موجب فلاح و نجات قرار دیا۔ اور جس کے وسیلہ سے اسلام کی نعمت دنیا کو بخشی۔ اور اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[1] کے ذریعہ اس دین کے کامل اور اکمل ہونے کی تصدیق فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ[2]

بعد حمد و نعت۔ ارباب علم و دانش و اصحاب فطنت و خبرت سے مخفی نہیں۔ کہ جمہور اہل اسلام کا اتفاق اس امر پر ہے۔ کہ دین اسلام بذریعہ ذات ستودہ صفات حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کامل اور اکمل صورت میں دنیا کو عطا ہو چکا۔ اور جیسا کہ قرآن کریم کی آیات اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور صاف ارشادات سے واضح ہے سلسلہ نبوت آپ کی ذات مبارک پر ختم ہو چکا چنانچہ صحیح بخاری۔ باب خاتم النبیین۔ کتاب المناقب میں یہ واضح اور روشن حدیث موجود ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ اِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔ (یعنی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اور انبیائے گذشتہ کی مثال ایسی ہے۔ کہ کسی شخص نے ایک عمدہ اور خوبصورت گھر بنایا۔ مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ پس لوگ اُس گھر کے گرد پھرنے لگے اور تعجب کرنے لگے۔ کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں۔ اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں"۔

مطلب صاف ہے۔ کہ قصر نبوت میں صرف ایک اینٹ کے لگائے جانے کی کسر باقی تھی۔ جو لگ چکی

---

[1] آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

[2] یا اللہ۔ حضرت محمد اور ان کی آل و اصحاب پر ایک ایک ذرے کے بدلے لاکھ لاکھ بار درود بھیج

اور نبوت کا محل مکمل ہو چکا۔ اسلئے آئندہ کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

باوجود اس صاف و صریح ہدایت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون كذابا كلهم يزعم أنه نبي (رواہ الطبرانی عن نعیم ابن مسعود) یعنی طبرانی نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کاذب نہ نکل لیں۔ جو سب یہی گمان کرینگے کہ ہم نبی ہیں۔"

چنانچہ اس ارشاد کے مصداق بہت سے کاذب مدعی پیدا ہوئے جن میں سے کوئی مدعی مہدویت تھا۔ اور کوئی مدعی نبوت و رسالت اور کوئی مدعی مسیحیت۔ ایسے جھوٹے دعوے کرنیوالوں میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-

مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی زکریا۔ مغیرہ۔ ابن صیاد۔ طلیحہ۔ عبداللہ بن معاویہ احمد بن محمد۔ سلیمان قرمطی صالح بن طریف یحییٰ بن مہرویہ۔ ابوجعفر۔ محمد ابن اسمٰعیل عبداللہ بن احمد۔ محمد نفس زکیہ۔ محمد بن قاسم۔ قاسم بن مرہ۔ عباس۔ محمد بن تومرت استاذ سیس۔ عطا۔ عثمان حسن عسکری۔ محمد بن حسن۔ محمد مہدی۔ احمد بن کیال۔ ابو شیخ محمد خراسانی۔ محمد احمد سوڈانی۔ یوشیا۔ دامیہ۔ بہبود۔ ابراہیم بذلہ۔ علی محمد باب محمد ہوانی وغیرہ وغیرہ (ان میں زیادہ تعداد مدعیان مہدویت کی ہے)

ملک ہندوستان میں بھی بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جیسے سید محمد جونپوری وغیرہ۔ آخری مدعی وہ ہیں جنہیں اس دنیا کو چھوڑے ابھی سولہ برس گذرے ہیں۔ اور جن کی امت اگرچہ دو تین فرقوں میں متفرق بھی ہو چکی ہے۔ مگر ان کے کارناموں کے چرچے ابھی جاری ہیں۔ ہماری مراد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی سے ہے۔ جو قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ انہی کی تعلیم و حالات کا نمونہ ان اوراق میں دکھایا گیا ہے۔

پہلے آپ نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ مہدی آخر الزمان بنے۔ مسیح موعود ہونے کے مدعی

ہوئے کبھی محدث و امام الزمان کہلائے۔ نبوت و رسالت کے دعویدار ہوئے۔ اس سے زیادہ ترقی کی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جزوی فضیلت جتلائی کچھ عرصہ بعد ہر لحاظ سے اُن سے افضل[۱] بن گئے اس سے آگے بڑھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ناقص الفہم[۲] اور خاطی قرار دیا۔ (معاذ اللہ منہا) اب کیا تھا۔ خدا بننا باقی رہ گیا تھا۔ سو پہلے ابن اللہ بنے اور خدا کی اولاد ہونے کے دعویدار ہوئے۔ بعد ازاں اللہ کی بیوی بنکر ایسے فنا فی اللہ ہوئے کہ خدائی کا ہی دعوے کر بیٹھے۔ اور کشف کے ذریعہ آسمان و زمین کو بھی پیدا کر لیا۔ اس پر بھی صبر نہ آیا۔ تو اپنے ایک آئندہ پیدا ہونیوالے بیٹے کی مثال اللہ تعالیٰ سے دی۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ گویا خدا کا بیٹا تھے بنتے خدا کو ہی بیٹا بنا لیا۔ (معاذ اللہ من ھذہ الهفوات)

اتنے عظیم الشان اور اتنے مختلف اقسام کے دعوے کسی گذشتہ کاذب مدعی نے نہیں کئے تھے اسلئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ جملہ کذابوں کا عطر مجموعہ یا گذشتہ تمام مدعیان کے گورو گھنٹال تھے۔ آپ مسلمانوں کے لئے مہدی۔ عیسائیوں کیلئے مسیح۔ اور ہندوؤں کیلئے کرشن و کلکی اوتار ہونے کے مدعی تھے۔ ان سب دعووں کی تائید میں ہزارہا الہام شائع کئے۔ اور لاکھوں نشان پیش کرنے کا دعوے کیا۔ اور کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے تین ہزار ہیں۔ لیکن میرے معجزے تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ جن سے ہزاروں نبیوں کی نبوت کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ آپ کے الہاموں میں سینکڑوں وعدے تھے۔ اور سینکڑوں وعیدیں۔ بعض الہام مجمل و مبہم بھی ہوتے تھے۔ جو

---

[۱] مرزا صاحب کے بیٹے میاں محمود احمد نے تو ان کو کل انبیاء علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل قرار دیدیا۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۷) (انوار خلافت صفحہ ۳۵ جس میں الحمد و احمد کی بحث کر کے بعثت ثانی کو بعثت اول سے افضل بتایا گیا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی ہونے کے مدعی تھے۔ دیکھو اشتہار ایک غلطی کا ازالہ وغیرہ)

[۲] لکھتے ہیں۔ کہ ابن مریم دجال۔ دابۃ الارض وغیرہ کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ اور حدیبیہ کی پیشگوئی وقت مقررہ پر پوری نہیں ہوئی۔ (کتاب باقی)

مضمون شعر در بطن شاعر کے مصداق رہکر مرزا صاحب کے ساتھ ہی ان کی قبر میں چلے گئے۔ الہام آپ کو ماشاء اللہ ہر زباں میں ہوتے تھے۔ اردو۔ فارسی۔ عربی۔ انگریزی۔ پنجابی کوئی زبان اس شرف سے خالی نہ رہی۔

بے شمار تحدیاں کیں۔ پیشگوئیوں کا جال پھیلایا۔ نئی نئی باتیں بنائیں سیکڑوں بنی بنائی باتوں کے بگاڑنے کی کوشش کی۔ ماشاء اللہ علم و فضل کے مدعی تھے۔ مناظرے کے میدانوں میں بھی قدم مارے جیتے یا ہارے یہ قسمت کا کھیل تھا۔ مگر ع

مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

لیکن مناظرے کے میدانوں میں آپ عموماً مارتے خاں کی اگاڑی اور بھاگتے خاں کی پچھاڑی کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور شاندار پسپائی کو ہی اپنی فتح خیال کیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ تو تاریخ مقرر کر کے میدان میں آئے بغیر گھر بیٹھے بٹھائے ہی الہام کے ذریعہ فتحیاب ہو جایا کرتے تھے۔ خم کر مقابلہ کرنا کسر شان سمجھتے تھے۔ اس پر بھی دعوے ان کے یہ ہے۔ کہ

وانّ ناضلتنی فنری سہامی (۱) — ومثلی لا یُرمیٰ من النضال
فانّ قاتلتنی ماہیک انّی (۲) — مقیم فی میادین القتال
الا انّی اقاوم کل سہم (۳) — وانّی لا اکتنان عن النبال (وغیرہ وغیرہ)

لیکن کل اہل اسلام اسبات کو جانتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب (یا مرزا صاحب) اول تو علماء کے روبرو آتے ہی نہ تھے۔ اگر کبھی آبھی گئے تو سر پر پاؤں رکھکر ایسے بھاگے ہیں کہ پیچھے پھر کر نہیں دیکھا۔ اسکی بیسیوں نظائر موجود ہیں۔ ہاں! ان کی لمبی چوڑی تحریروں سے ایک دو نہیں۔ ہزاروں سادہ لوح متاثر ہوسکے۔

---

(۱) اگر میرے مقابلے پر آؤ گے۔ تو میرے تیر دیکھ لوگے اور میرے جیسے آدمی مقابلہ سے بھاگا نہیں کرتے

(۲) سو تم اگر مجھ سے مقابلہ کرو گے تو میں تمہیں دکھا دونگا کہ میں لڑائی کے میدان میں ڈیرا لگانے والا ہوں

(۳) سن لو کہ میں ہر ایک تیر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتا ہوں۔ اور تیروں سے چھپنے کا تو میں دشمن ہوں

اور یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے ہندوؤں میں کئی عقیدت شعار پیدا ہو گئے۔ جہاں تک ان کو منشا ہدایات کردگار کا پایا

وہاں خود ایسی سینکڑوں پیشگوئیاں الہامات و ارادات سے لوگوں کو مسحور کر لیا کہ وہ خصوصیات احمدیہ و مہر نبوت

مہدویت کے عقدوں سے نا آشنا اور طرفہ آنکھ سے دیکھتے رہیں۔ پیر پرستوں کے لئے اکبر کا بڑا منشا تھا

ثابت ہوئے۔ انتظار ہے ان کے راز تھوڑے ہی۔ لئے نہ صرف مہدی بن گئے بلکہ بنے۔ سائینس دانوں کی خاطر

معجزات کو مسمریزم بتایا لیکن ابتداروں کے لئے پیشگوئیوں کا طومار باندھ دیا علماء کی تواضع

تفسیر و اجتہاد سے کی۔ گویا ہر دل کے مدعی بنے۔ اور ہر رنگ پر بہار رنگ جمانے کی سعی کی جس حال

کا کوئی دیکھا اسی خیال کے پیرایہ میں اپنا کمال اس کے پیش کر دیا۔ مگر کون تھا۔ جو اس کرشمہ کا شہید

نہ ہوتا۔ اور اس دعوت کو قبول نہ کرتا۔

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد
فریب چشم تو صد فتنہ در جہاں انداخت

جنکی قسمت میں گمراہی تھی پھنس گئے۔ اور بعض خوش نصیب بچ کر نکل گئے۔ اور جو اس فتنۂ اسلام
آشوب سے بچ گئے وہ اپنے مقدر کو دعائیں دیں۔ اور حافظ حقیقی کا شکر ادا کریں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ان کے متبعین کی تعداد بیان کیا جاتا ہے کہ لاکھوں ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں۔ دل نہیں چاہتا
کہ جو لوگ ایک بار رشتۂ اسلام میں ہمارے ساتھ منسلک ہو چکے تھے پھر کبھی ہم سے الگ ہوتے مگر
کیا کریں۔ قطع و برید کی سازش جس پیرو مرشد کے ہیں۔ خود ان کی اپنی ہی ایجاد ہے۔ نہ کہ ہماری۔
ایک وقت تھا جبکہ مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا حالانکہ
ان[لہ] کے الہامی عقیدہ میں ایسے الہامات موجود تھے جن کو بعد میں سے پکڑ کر مخالفین کے خلاف

لہ براہین احمدیہ مرزا صاحب کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے سینکڑوں آیات قرآنی اور عربی عبارات اعلیٰ الحساب لکھی تھیں جنکو بعد میں اپنی صداقت کیلئے وقتاً فوقتاً بطور الہام پیش کرتے رہے۔ اسلئے اہل اسلام بجا طور پر انکی اس کتاب کو الہامی عقیدہ کہا کرتے ہیں۔

استعمال کیا گیا ہے۔ اور بعض میں اپنے دعوے سے انکار کرنے والوں کو کافر کہا ہے۔ اور بعد میں تو کھلم کھلا کہہ دیا کہ جو مجھے نہیں مانتا خواہ منکر بھی ہو مشرد نہ بھی ہو۔ وہ بھی کافر ہے۔ مکذبین و مکفرین کا تو کہاں ٹھکانا ہے۔ ہمارے ان بھائیوں نے مرزا صاحب میں کوئی خوبی دیکھی ہو گی جسے دیکھکر وہ امت خیر الرسل علیہ افضل التحیات والسلام سے علیحدہ ہوئے۔ لیکن خدا گواہ شاہد ہے کہ ہمیں تو مرزا صاحب کی تصانیف و بیانوں میں بجز تعلی ادعا۔ بیجا تاویلات بیہودہ و تحریف اور خودستائیوں کے اور کچھ نظر نہیں آیا۔ ہمیں اپنے گم کردہ راہ بھائیوں کی دل آزاری منظور نہیں۔ لکھتے ہوئے دل دکھتا ہے۔ مگر مذہب کا معاملہ ہے۔ یہاں کتمان حقیقت سخت گناہ ہے۔ اور ساکت عن الحق رہنا شیطان اخرس بنتا ہے۔ مرزا صاحب کی کوئی ظاہری خوبی اگر ان کے مرید دوستوں کی آنکھوں میں ہے بھی تو وہ یاد رکھیں کہ ایسی ظاہری خوبی کے ساتھ ہر جگہ کوئی نہ کوئی بلا چھپی ہوئی ضرور ہوتی ہے۔ جو اس خوبی پر فریفتہ ہوتے ہیں وہ اس بلا میں بھی بری طرح گرفتار ہوتے ہیں۔ ؎

دل خال تو دیدہ است و ندیدہ خم زلفت
اے مرغ مرو در پے ایں دانہ کہ دام است

یہ بہتان نہیں جو ہم لکھ رہے ہیں۔ کوئی بیجا حملہ نہیں جو کیا جا رہا ہے۔ یہ ایسا دعوے نہیں جسکا برہان ثبوت نہ ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے اور حقیقت ظاہرہ۔ یہ ایک صداقت ہے اور صداقت باہرہ۔ اسی حقیقت اور صداقت کے انکشاف اور اصلیت و واقعیت کے اظہار کے لئے یہ چند اوراق لکھے گئے ہیں

(والسعی منی والاتمام من اللہ)

مرزا صاحب کے کلام میں حد درجہ کی نیرنگیاں اور خفیہ چال بازیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ اپنے مخالفین کو کافر کہتے بھی ہیں اور نہیں بھی کہتے۔ وہ نبوت کا دعوے کرتے بھی ہیں اور نہیں بھی۔ وہ انبیائے کرام کی عزت و تعظیم بھی کرتے ہیں۔ مگر ان سے افضلیت کے بھی مدعی ہیں۔ وہ معجزات انبیائے سابقین کو مانتے بھی ہیں مگر انہیں مسمریزم اور مکروہ و قابل نفرت افعال سے بھی نامزد کرتے ہیں۔ وہ پیشگوئی اور غصہ و غضب کو برا بھی کہتے ہیں۔ مگر خود بھٹیاریوں کی طرح گالیاں بھی دیتے ہیں۔ وہ خدا بھی بنتے ہیں۔ خدا کے بیٹے

بھی۔ خدا کی عورت بھی اور خدا کے باپ بھی۔ وہ تارک الدنیا ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ مگر خود لاکھوں روپیہ جمع کر گئے ہیں۔

غرض مرزا صاحب کا کلام ایک طرفہ تر معجون ہے جسمیں ہر قسم کا سرور موجود ہے۔ مرزا صاحب کی تعلیم کی مثال اس دوا فروش دوکاندار کی سی ہے جس کے پاس ایک بوتل میں سادہ شربت ڈالا ہوا ہو۔ اور جس شربت کی کسی کو ضرورت ہو۔ اسی بوتل سے نکالدیتا ہو۔ یا مرزا صاحب کی تعلیم کی مثال ایک شاہد بازاری کی سی ہے جسکا ظاہری رنگ و روغن لباس اور آرائش دلفریب ہے لیکن اندرونی طور پر ہزاروں اخلاقی بدیاں بیسیوں تباہ کن بیماریاں اور سینکڑوں مالی و جسمانی نقصانات اسمیں پوشیدہ ہیں۔ یا مرزا صاحب کی تعلیم کی مثال شربت کے اس گلاس کی سی ہے جس میں عرق کیوڑہ بید مشک اور قند ڈالا گیا ہے۔ مگر چند قطرے زہر ہلاہل کے بھی اسمیں ملے ہوئے ہیں۔ اگر وہ مکار دوکاندار قابل اعتبار ہو سکتا ہے؟ اگر وہ شاہد بازاری قابل التفات ہے؟ اگر وہ شربت کا گلاس بلا تامل پیا جا سکتا ہے تو بیشک مرزا صاحب کی تعلیم بھی جس میں صریح اور واضح طور پر ظاہری آرائش کے ساتھ قسم قسم کی اخلاقی برائیاں اور خلاف شریعت حقہ باتیں موجود ہیں۔ قابل قبولیت ہے۔ اور اگر وہ تینوں باتیں ناقابل تسلیم اور رد کر دینے کے لائق ہیں۔ تو مرزا صاحب کی تعلیم ان سے بھی پہلے ناقابل التفات اور مردود ہے کیونکہ وہ ہر سہ ایسے امور ہیں جن کا اثر انسان کے مال۔ اخلاق یا جسم پر پڑتا ہے۔ مگر مرزا صاحب کی تعلیم جنس ایمان کا سودا ہے۔ اور دین و ایمان کے خسارہ کو ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا۔

مرزا صاحب کے ہر ایک دعوے کی بارہا تردیدیں ہو چکی ہیں۔ ان کی کتابوں کے جواب اور ان کی پیشگوئیوں کا غلط ہونا علمائے اسلام نے اچھی طرح واضح کر دیا ہوا ہے۔ سعید و خوش نصیب طبعیتیں ان سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اور ضدی لوگ انکی طرف ملتفت نہیں ہوتے۔ ان میں چونکہ بعض کتابیں ضخیم اور متفرق ہیں۔ عوام ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اسلئے ان ہی تصانیف علمائے کرام و تحریرات و تقاریر صلحائے عظام سے اقتباس کر کے یہ ایک خاص طرز کا رسالہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں مرزا صاحب کی تعلیم۔ ان کے معتقدات و مسلمات اور ان کے الہامات و کشوف کی حالت کا نمونہ

دکھلایا گیا ہے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اسلام کی غیرت وحرمت دل میں رکھتے ہوئے کوئی شخص ان اوراق کو پڑھکر مرزا صاحب کے دعووں کو تسلیم کرسکے۔ یا اگر پہلے اس جال میں پھنس چکا ہو تو آئندہ کیلئے پھنسا رہنا پسند کرے۔ ہاں ! ضد اور تعصب کی بات جدا ہے جب انسان کسی چیز سے محبت کرنے لگتا ہے۔ تو اسکی برائیاں بھی اُسے خوبیاں ہی نظر آتی ہیں۔ اور وہ اپنے خیالات کے برخلاف ایک بات بھی سننا نہیں چاہتا۔ بلکہ کانوں میں انگلیاں دے لیتا ہے۔ اسیکا نام کوردانہ تعصب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ میری اس خالص دینی خدمت کو قبول فرمائے۔ اور مرزا صاحب کے موافق ومخالف دونو فریق اس سے مستفید ومستفیض ہوں۔ آمین !

اس کتاب میں ناظرین بعض جگہ ایسے الفاظ بھی دیکھیں گے۔ جو سنجیدگی ومتانت کی رُو سے قابل اعتراض اور غیر مانوس معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے الفاظ کا استعمال الزامی طور پر مرزا صاحب کی تصانیف وتقاریر سے ہی کیا گیا ہے۔ اور اپنی طرف سے کسی جگہ زیادتی وسبقت نہیں کی گئی۔ مرزا صاحب کی تہذیب ومتانت اور سنجیدگی کا نظم ونثر نمونہ اس کتاب کی نویں فصل کے نمبر ۶ و ۷ میں دکھایا گیا ہے۔ اسے پڑھکر پھر اس کتاب کی کسی عبارت کی نسبت رائے قایم کرنی چاہیئے۔ بعض اصحاب جنہیں مرزا صاحب کی ایسی تحریروں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہمارے ایسے خیالات کو دیکھکر اعتراض فرمادیا کرتے ہیں۔ اُس وقت ہماری حالت اس شعر کی مصداق ہوتی ہے۔ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں رسوا
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بالآخر گذارش ہے۔ کہ مجھے علم وفضل کا دعوےٰ نہیں۔ ایک معمولی اردوخواں ہوں۔ ہاں علماء کی صحبت وخدمت کا کسی قدر شرف ضرور حاصل ہے۔ اسی نسبت کو فلاح دارین کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔ اور چونکہ کم علم ہوں۔ اس لئے ناظرین سے التماس ہے۔ کہ اگر کوئی علمی غلطی پائیں۔ تو اس سے چشم پوشی اور درگذر

سلہ مرزا صاحب کے دعووں اور انکی تعلیم کو دیکھنے سے ایک خدا ترس مسلمان پر خود بخود انکا کذب ثابت ہو جاتا ہے اسکے لئے کسی قابلیت کی ضرورت نہیں۔ ان کے رنگ برنگ کے دعوے اپنی تردید آپ ہی کر رہے ہیں۔

فرمائیں۔ مطلب اصل مقصود ہے ۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشت است پند بر دیوار

امید ہے۔ کہ بفحوائے اُنظر ما قال ولا تنظر الی من قال (کہی ہوئی بات کو دیکھو یہ خیال نہ کرو۔ کہ کہنے والا کون ہے) ناظرین اس سے فایدہ اٹھائینگے۔ میں نے ایک باغبان کی حیثیت سے مختلف پھولوں اور کلیوں کو اکٹھا کر کے ایک گلدستہ بنا دیا ہے۔ آپ پھولونکی خوبصورتی اور خوشبو سے بہرہ اندوز ہوں۔ ہاں اگر ترتیب کا فرق ہے۔ تو یہ باغبان کا قصور ہے۔ اس سے درگذر فرمائیں جن جن کتابوں اور رسالوں سے اس مختصر کتاب کے مختلف مضامین اخذ کئے گئے ہیں۔ انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب یا رسالہ	اسم مبارک حضرت مصنف
۱	افادۃ الافہام	مولانا انوار اللہ خانصاحب حیدرآباد دکن
۲	غائت المرام و تائید الاسلام - .	" حاجی قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف رحمۃ اللعالمین پٹیالہ
۳	مسیح الدجال وغیرہ . .	ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب مرحوم پٹیالہ۔
۴	مرقع قادیانی وغیرہ	مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسر
۵	رسالہ تائید الاسلام ماہواری وغیرہ	مولوی پیر بخش صاحب سکرٹری انجمن تائید الاسلام لاہور
۶	کاشف مغالطہ قادیانی۔	چوہدری محمد حسین صاحب ایم۔ اے۔
۷	عصائے موسیٰ۔	مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم
۸	النجم الثاقب۔	مولوی عبد المعز صاحب مونگیر۔
۹	فیصلہ آسمانی وغیرہ .	مولانا مولوی سید ابو احمد صاحب رحمانی مونگیر۔
۱۰	اشاعۃ السنۃ	حضرت مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔

جزاھم اللہ احسن الجزا

جو اصحاب اس کتاب کو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ پہلے ان بزرگان اھ کو اور ان کے بعد اس خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ

یکم ذوالحجہ ۱۳۴۰ھ پٹیالہ

خاکسار

محمد یعقوب خلف مولوی محمد علی صاحب مرحوم متوطن قصبہ سنور حال پٹیالہ۔ ریاست العالیہ پٹیالہ

شکریہ

اس کتاب کا مسودہ پہلے مخدومی مکرمی منشی فاضل مولانا حاجی قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف رحمۃ للعالمین نے پھر میرے استاد معظم منشی فاضل مولانا مولوی محمد حشمت احمد صاحب مفتی ریاست پٹیالہ نے ملاحظہ فرمایا۔ اور اپنے عالمانہ اور قیمتی مشوروں سے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جسکے لیے میں ہر دو بزرگان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حق تعالے انہیں اجر جزیل عطا فرمائیں آمین

(خاکسار مؤلف)

پہلی فصل

دجّال کاذب مدعیانِ نبوّت و الہام و مہدویت

دعوے سے نہیں ہوتی ہے تصدیق نبوّت
پہلے بھی بہت گذرے ہیں نقّالِ محمد

(حدیث شریف) سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد وغیرہ الیٰ الحدیث) ترجمہ۔ میری اُمّت میں تیس جھوٹے مدعی پیدا ہونگے۔ جو نبوّت کا دعوے کریں گے۔ حالانکہ میں نبیوں کے ختم کرنے والا ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

مرزائی لٹریچر میں یہ دعوے پایا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے ایک مدت تک خلوت نشین رہکر تصفیہ باطن حاصل کیا چنانچہ کئی تصانیف میں آپ فنافی اللہ اور فنافی الرسول ہونے کے مدعی ہیں۔ لیکن اس خلوت نشینی میں انہوں نے جو کام کیا ہے اسکی تفصیل براہین احمدیہ کے صفحہ ۹۵ پر خود ہی اسطرح لکھتے ہیں۔ ؎

بہر مذہبے غور کردم بسے	شنیدم بدل حجت ہر کسے
بخواندم زہر ملتے دفترے	بدیدم زہر قوم دانشورے
ہم از کودکی سوئے ایں تاختم	دریں شغل خود را بینداختم
جوانی ہمہ اندریں باختم	دل از غیر ایں کار پرداختم

ہیں اس امر سے کوئی بحث وغرض نہیں۔ کہ مرزا صاحب کے مذکورہ بالا اشغال کا زمانہ انکی عمر کا کونسا حصہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے معمولی تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت بھی کچھ عرصہ کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی مختاری کا قانونی امتحان بھی دیا تھا۔ جسمیں آپ فیل ہوگئے تھے۔ یہ ملازمت اور تیاری امتحان کا زمانہ بھی کودکی سے پہلا زمانہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ جوانی سے بعد کا۔ مگر ان اشعار میں کودکی سے خاتمہ جوانی تک کا پروگرام پیش کردیا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ اور ابتدائے عمر سے دوسرے امور کے ساتھ یہ شغل اور شوق بھی رہا ہو۔ بہرحال وہ بڑی صفائی سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ میں نے ہر ایک سچے اور جھوٹے مذہب پر غور کیا۔ اور ان مذاہب مختلفہ کے بانیوں اور ان کے موجد عقلاء کی دلائل اور حجتیں سنیں۔ اور ان کے دفاتر کھنگال ڈالے۔ اور لڑکپن سے لیکر جوانی کے خاتمہ تک میں نے اس کے سوائے کوئی اور کام نہیں کیا۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب نے تمام باطل مذاہب کا ذب مدعیان نبوّت و الہام کے حالات پر غور وخوض کرنے میں ایک بھاری مجاہدہ کیا۔ اور کامل غور و فکر کے بعد عقلاء کی تدابیر و اختراعات و استدلال میں ایک خاص ملکہ بہم پہنچایا۔ لیکن یہ شب و روز کی مشغولیت ان کے ایمان حقیقی کے لئے بلائے بے درماں ثابت ہوئی۔ اور دین حنیف کے سیدھے سادے اصولوں کے بجائے کذابوں اور دجالوں کے فلسفیانہ اور منطقیانہ دلائل اور دعاوی ان کے قلب پر مستولی ہوگئے۔ اور تصفیہ باطن کی جگہ اپنے دین و ایمان کا ہی صفایا کر بیٹھے۔

چنانچہ مرزائی تعلیم کی رنگ آمیزیاں۔ بوقلمونیاں اور عبارت آرائیاں دیکھنی ہوں۔ تو انکی تصانیف کو ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ مختصر طور پر اس رسالہ میں بھی ذکر آئیگا۔ اس فصل میں بطور نمونہ ایسے دس کاذب مدعیان کا کچھ حال لکھا جاتا ہے۔ جن کے دلائل اور دعووں پر مرزا صاحب نے اپنے مشن کی بنیاد رکھی ہے۔

(۱) منہاج السنۃ میں **ابومنصور** بانی فرقہ منصوریہ کا حال لکھا ہے۔ اسکی تعلیم یہ تھی۔ کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ رسول ہمیشہ مبعوث ہوتے رہیں گے۔ قرآن و حدیث میں جو جنت و نار کا ذکر ہے۔ وہ دو شخصوں کے نام ہیں۔ اور اسیطرح میتہ۔ دم۔ لحم خنزیر اور میسر بھی حرام

نہیں ہیں۔" پھر کہتا ہے۔ کہ "یہ تو چند آدمیوں کے نام ہیں جنکی محبت حرام کی گئی ہے۔ صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ بھی چند آدمیوں کے نام تھے جن کی محبت واجب ہے۔ ورنہ یہ کسی عبادت کے نام نہیں ہیں" غرضیکہ کل تکلیفات شرعی کو ساقط کر دیا تھا۔ اس کے ہزاروں لاکھوں مرید ہو گئے تھے۔ اور ایک مستقل فرقہ کی اس نے بنیاد رکھی تھی۔ ستائیس ۲۷ برس تک نبوت کا دعوےٰ اور سلطنت کر کے ۳۶۸ھ میں مارا گیا۔ اور اس کی اولاد میں پانچویں صدی کے اخیر تک سلطنت رہی۔

مرزا صاحب نے بھی تاویلات کے اس مجرّب نسخہ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ نبوت و رسالت کے خود مدعی ہوئے۔ اور جیسا کہ قادیانی مرزائیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ آئندہ[۵۱] کے لئے بھی نبوت کے داغ بیل ڈال گئے۔ قسم قسم کے چندوں سے پیٹ نہ بھرا۔ تو زکوٰۃ کے مال کے درپے ہوئے۔ اور دین اسلام کو غریب یتیم اور بیکس ظاہر کر کے اسطرح زکوٰۃ کے مال کا مستحق ٹھیرایا۔ کہ ہماری کتابیں مال زکوٰۃ سے خرید کر مفت تقسیم کی جاویں۔ اور ان کتابوں کی قیمت لاگت سے کئی گنا زیادہ رکھی۔ اور خوب ٹکے کمائے

ابو منصور کیطرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے معنے بدلنے کی ترکیب خوب ہی کارگر ہوئی۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۶ میں کہتے ہیں۔ کہ :۔

"مسیح ابن مریم کی پیشگوئی اول درجہ کی پیشگوئی ہے جسکو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور کتب صحاح میں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو نہیں۔ تواتر کا اول درجہ اسکو حاصل ہے انجیل اسکی مصدق ہے"

غرضیکہ اس معاملہ پر خوب زور دیا۔ مگر قرآن و حدیث میں حضرت مسیح علےٰ نبینا و علیہ السلام کے جتنے نام آئے ہیں۔ وہ سب اپنے پر رکھ لئے۔ کیونکہ خود مسیح بننا مطلوب تھا۔ اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ مہدی۔ حارث۔ حراث۔ محدث۔ مجدد۔ امام الزمان

---

۵۱ چنانچہ مرزا صاحب کے کئی مریدوں نے ان کے بعد نبوت کے دعوے کئے ہیں۔ جیسے مولوی چراغ الدین جموی۔ عبداللہ تیما پوری۔ نبی بخش مہار اسکے۔ عبداللطیف لاہوری

خلیفۃ اللہ۔ کرشن۔ کلنکی اوتار وغیرہ وغیرہ اپنے نام اسلئے رکھ لئے۔ کہ داشتہ آید بکار۔ اسیطرح قادیان سے مراد دمشق۔ علماء کا نام دابۃ الارض اور کہیں مرض طاعون کا نام دابۃ الارض۔ پادریوں کا نام دجال رکھا۔ اور کہیں دجال سے با اقبال قومیں مراد لیں۔ اور ریل کو خر دجال بنایا۔ اور خود کرایہ دیکر اس گدھے پر چڑھتے رہے۔ فنعم من قال۔ ؎

خر دجال یہ کیسا۔ کہ جسپر ثانیٔ عیسیٰ
باین شان و باین شوکت کرایہ دیکے چڑھتا ہے

(۲) فتوحات اسلامیہ میں بحوالہ تاریخ کامل وغیرہ لکھا ہے۔ کہ پانچویں صدی کے شروع میں **محمد بن تومرت** ساکن جبل سوس نے دعوے کیا۔ کہ میں سادات حسینی ہوں۔ اور مہدی موعود ہوں۔ اس کے حالات میں مذکور ہے۔ کہ اس نے امام غزالی رحمہ وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کے بعد رمل و نجوم میں بھی مہارت بہم پہنچائی۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اسکا علم و فضل اور زہد و تقوے دیکھکر اور اسکی جادو بھری تقریریں سن کر لاکھوں آدمی اس کے شاگرد و مرید بن گئے۔ اور ایک لشکر لڑنے مرنے والا تیار ہو گیا۔ بادشاہ وقت کو بھی اس نے شکست دی جسکی پہلے سے پیشگوئی کر دی تھی۔

مناسبت معنوی و طبعی کے لحاظ سے عبداللہ ونشریسی اور عبدالمومن وغیرہ اسکے معتمد علیہ قرار پائے۔ عبداللہ ایک بڑا فاضل شخص تہا۔ اس کے علوم و فنون کو ابن تومرت نے کچھ عرصہ ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ایک مجذوب کی مانند نہایت میلے اور گندے حال میں گونگا بنائے رکھا۔ جب لوگوں میں اس مدعی مہدویت کا خوب چرچا ہو گیا۔ تو اپنی پہلے سے سوچی ہوئی چال چلا۔ یعنے فاضل عبداللہ ونشریسی کو کہا۔ کہ اب اپنا کمال علم و فضل ظاہر کرے۔ چنانچہ اس کی بتائی ہوئی تدبیر کے موافق ایک صبح کے وقت عبداللہ نہایت مکلف لباس پہنے اور خوشبوئیں لگائے مسجد کی محراب میں دیکھا گیا لوگوں کے دریافت کرنے پر اس نے بتلایا۔ کہ فرشتے نے آسمان سے آکر میرا سینہ شق کیا۔ اور دھو کر قرآن اور موطا وغیرہ کتب آسمانی واحادیث و علوم سے بھر دیا۔ مکار مہدی موعود اثبات

کو سنکر رونے لگا۔ کہ میری جماعت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی بھی پیدا کئے ہیں جن پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح فرشتے اترتے ہیں۔ اور جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ شق کیا گیا تھا۔ اسی طرح اس عاجز کی جماعت کی ایک ذلیل شخص کا سینہ فرشتوں نے شق کر کے قرآن وحدیث اور علوم لدنیہ سے بھر دیا ہے۔ غرضیکہ اس حکیم الامتہ ونشرلیسی کے طفیل اسکو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔

بعض لوگ اس جھوٹے مہدی کے دعووں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جنکی فہرست اسہو دراس نے عبداللہ مذکور کو دیدی تھی۔ جب عبداللہ کا سینہ شق ہونے اور علوم لدنی اسکو عطا ہونے کا معجزہ تسلیم کرالیا۔ تو اس عبداللہ سے یہی کہلوا دیا۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی شناخت کا بھی نور عطا کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ ایسی متبرک جماعت میں دوزخیوں کا رہنا ٹھیک نہیں۔ لہذا ان دوزخیوں کو قتل کرا دینا چاہیئے۔ میرے اس بیان کی تصدیق کے لئے تین فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔ جو فلاں چاہ میں موجود ہیں۔ (اور خفیہ طریق سے تین مخلص مرید ایک سنسان مقام پر ایک چاہ میں اتار دیئے۔) حسب الحکم مہدی کا ذب ساری جماعت اس چاہ پر پہنچی۔ جہاں مکار مہدی نے اول دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد ازاں کوئیں میں آواز دی۔ کہ "عبداللہ ونشرلیسی کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخیوں کی شناخت کا علم دیکر حکم دیا ہے۔ کہ دوزخی قتل کر دیئے جاویں۔ کیا یہ سچ ہے؟" چاہ میں سے آواز آئی۔

سچ ہے! سچ ہے!! سچ ہے!!!

اس تصدیق کے بعد بدیں خیال کہ یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آکر افشائے راز نہ کردیں۔ ان کو عالم بالا پر ہی پہنچا دیا جائے تو مناسب ہے۔ مہدی موعود نے ونشرلیسی وغیرہ سے متوجہ ہوکر کہا۔ کہ یہ چاہ اب نزول ملائکہ سے متبرک ہوگیا ہے۔ اسمیں نجاست وغیرہ گرنے اور اس سے قہر الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اسکو بند کر دینا مناسب ہے۔ چنانچہ سب کی رائے سے فوراً اس چاہ کو بند کر دیا گیا۔

اور ونشریسی کے بتلانے کے موافق سب مخالف چن چن کر قتل کر دیئے گئے۔ اور یہ کام کئی دن میں سرانجام ہوا۔ اسطرح سے مہدی کاذب اپنے مخالفین کا قلع قمع کرکے فتنہ و فساد و ملک گیری میں مشغول ہوا اور ۲۴[1] سال تک مدعی مہدویت رہکر عبدالمومن کو جانشین کرکے مرگیا۔

اس قصہ پر غور کرنے سے کئی امور کا پتہ لگتا ہے۔

(الف) ایسے کاذب مدعیوں کو چند علمدار آدمی اپنے ساتھ ملانے ضروری ہوتے ہیں جس کا عوام پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ محمد ابن تومرت کو عبدالمومن اور عبداللہ ونشریسی جیسے عالم فاضل مل گئے تھے۔ تو مرزا صاحب کو بھی مولوی نورالدین۔ مولوی محمد احسن اور مولوی عبدالکریم سے بڑی مدد ملی۔ جن کو ان دو فرشتوں سے مشابہت دی۔ جن کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا حدیث میں مذکور ہے۔

(ب) محمد ابن تومرت کو اپنے معتقدوں پر اتنا تصرف تھا۔ کہ انہوں نے اپنے بھائی بندوں کو جو اس مہدی کے دعوے سے منکر یا متردد تھے۔ اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالا۔ مرزا صاحب کے معتقد بھی تمام مسلمانوں کو جن میں ان کے عزیز اقارب۔ دوست آشنا اور بڑے بڑے علماء و فضلاء صلحا شامل ہیں۔ خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے۔ رشتے ناطے بند کر دیئے ہیں۔ اور کئی مثالیں موجود ہیں۔ کہ مرزائی بیٹوں نے مسلمان باپ کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

(ج) اس مہدی موعود نے مخالفین کو قتل کرکے اپنی جماعت ممتاز بنائی تھی۔ مرزا صاحب نے تمام غیر مرزائی مسلمانوں کے اسلام کو مردہ کہکر اپنے مریدوں کو ان کے ساتھ نماز پڑھنے اور دیگر معاشرتی امور میں شرکت سے روک دیا۔

---

[1] مرزا صاحب۔ آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل الخ سے یہ نتیجہ لیتے تھے۔ کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو ۲۳ سال تک جھلپ نہ پاسکتا جو زمانہ نبوت حضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے۔ لیکن اس آیت سے ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ کئی کاذب عیاں کا ۲۳ سال کی مدت سے زیادہ ہے جیسے ابو منصور ۲۷ سال محمد بن تومرت ۲۴ سال حسن بن صباح ۳۵ سال۔ صالح بن طریف ۴۷ سال۔ اکبر بادشاہ ہندہ ۲۶ سال وغیرہ۔ اور ایسے ہی کئی صادق نبیوں کا زمانہ نبوت ۲۳ سال سے بہت کم ہے۔ مثلاً حضرت زکریا حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ بفرض محال اگر مرزا صاحب کا استدلال مان بھی لیا جاوے۔ تو انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا ہوا تھا۔ سنہ مذکور میں دعوے کیا۔ اور سات برس بعد سنہ ۱۹۰۸ء میں مرگئے۔ ۲۳ سال نبی کہاں رہے؟ یہ آیت مکی ہے۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد دعوے نبوت ۱۳ سال تشریف فرما رہے۔ پھر ۲۳ سال کی محنت کفار مکہ پر کسطرح پیش ہوسکتی تھی؟

(۳) **عبدالمومن** - محمد ابن تومرت نے مرنے سے بیشتر اسکو امیر المومنین کا لقب دیکر اپنا جانشین کر دیا تہا۔ اور اس کے حق میں پیشگوئی کی تھی۔ کہ یہ بہت سے ملک فتح کریگا۔ عبدالمومن ۴ برس تک لوگوں کے ساتھ سخاوت و احسان کے سلوک کرتا رہا۔ اور چونکہ جوانمرد اور بہادر تہا۔ اسلئے ملک فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ جس طرف کو گیا۔ اسکی فتح ہوئی۔ اُندلس اور عرب کو بھی اس نے فتح کرلیا تہا۔ ۵۱ھ میں اپنے بیٹے محمد کو ولیعہد کرکے اپنے مریدوں سے بیعت کرائی۔ آخر ۳۳ سال تک مہدی کا خلیفہ اور امیر المومنین کہلا کر اور بڑی شان و شوکت سے بادشاہت کرکے ۵۵۸ھ میں مرگیا۔ اور اپنی اولاد کو بادشاہت دے گیا۔ بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور مدت العمر محمد بن تومرت کی تعلیم مہدویت پھیلاتا رہا۔

محمد بن تومرت کی دو پیشگوئیاں بھی بالکل سچی ثابت ہوئیں۔ ایک تو شاہی فوج پر فتحیابی کی۔ دوسری عبدالمومن کی ملک گیری کی۔ لیکن وہ اپنے دعوے میں کاذب تھا۔ اسلئے کسی پیشگوئی کا پورا ہوجانا معیار صداقت نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے مرید انکی بعض پیشگوئیوں کو مدار صدق ٹھہراتے ہیں۔

محمد بن تومرت۔ شروع میں بڑا زاہد۔ متقی آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر تہا۔ مگر بعد میں دنیاوی کامیابی نے اس کے عقائد بگاڑ دیئے۔ مفصل حال تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ میں مذکور ہے یہی حال مرزا صاحب کا ہوا۔ ابتداءً براہین احمدیہ میں تقریر متعلق حقانیت اسلام وغیرہ دیکھکر علماء نے ان سے حسن ظن کیا۔ مگر بعد میں انہوں نے جو جو کمیل کھیلے وہ الم نشرح ہیں۔

(۴) **طریف ابو صبیح و صالح بن طریف** - دوسری صدی کے شروع میں اس نے حکومت کی بنیاد قایم کی۔ اور نبوت کا دعوے کرکے نیا مذہب اپنی قوم میں رائج کیا۔ اور پانچویں صدی کے آخر تک اسکی اولاد میں سلطنت رہی چنانچہ صالح بن طریف ۱۲۷ھ میں اپنے باپ کا ولیعہد ہوا۔ یہ شخص اپنی قوم میں عالم و دین دار تھا۔ نبوت کا باپ کی طرح اس نے بھی دعوے کیا۔ اور کہا کہ میں مہدی اکبر بھی ہوں عیسیٰ بن مریم میرے ہی وقت میں نازل ہونگے۔ اور میرے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اپنا نام خاتم الانبیاء رکھا۔ (مفصل دیکھو ابن خلدون)

ایک جدید قرآن کے اپنے اوپر نازل ہونے کا دعویدار تھا جسکی سورتیں اس کے مرید نماز میں پڑھتے تھے چند سورتوں کے نام یہ ہیں۔ سورۃ الدیک۔ سورۃ الحمر۔ سورۃ الفیل۔ سورۃ آدم۔ سورۃ نوح۔ سورۃ ہاروت وماروت۔ سورۃ ابلیس سورۃ غرائب الدنیا وغیرہ وغیرہ ۴۷ سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت اور بادشاہت کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کے خاندان میں حسب ذیل مشہور بادشاہ ہوئے۔

نام بادشاہ	مدت سلطنت	نام بادشاہ	مدت سلطنت
الیاس بن صالح	۵۰ سال	یونس بن الیاس	۴۴ سال
ابو غفیر محمد بن معاذ پڑپوتا	۲۹ سال	ابو الانصار عبد اللہ ابن ابو غفیر محمد	۴۴ سال

ان لوگوں نے بڑی شان وشوکت سے حکومت کی۔ اور ایسے صاحب اقبال وشوکت وجلال تھے کہ بڑے بڑے بادشاہ اور خلفاء بھی ان سے ڈرتے تھے۔

مرزا صاحب نے بھی خاتم الانبیاء ومہدی موعود ومسیح ابن مریم۔ اور کرشن اوتار اور کلنکی اوتار ہونے کا دعوےٰ کیا۔ براہین احمدیہ توضیح مرام وغیرہ کتب کو الہامی بتایا۔ اور بات بات میں الہام نازل ہونا بیان کیا کرتے تھے۔ ان کے مرید ان کی کسیقدر مالی ترقی اور لاکھوں آدمیوں کے مرید ہو جانے کو ان کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اور خود مرزا صاحب بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے لیکن طریف ابو صالح اور اس کے خاندان کی ترقی وعظمت کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی معمولی سی کامیابی بالکل ہیچ ہے۔ جو وجہ صداقت نہیں ہو سکتی۔

(۵) عبید اللہ مہدی صاحب افریقہ۔ سنہ ۲۹۶ھ میں مہدویت کا مدعی ہوا۔ اگلے سال افریقہ میں جاکر وہاں کا فرمانروا ہو گیا۔ اور مہدویت کا زور شور سے اعلان کیا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی۔ اور سنہ ۳۲۲ھ میں اپنے بیٹے ابو القاسم کو ولیعہد کر کے اپنی موت سے مر گیا۔ گویا ۲۶ سال دعوائے مہدویت کے ساتھ زندہ رہا۔ اسکی اولاد میں سنہ ۵۶۳ھ تک سلطنت رہی۔ اور ۱۳ فرمانروا اس کے خاندان میں ہوئے۔ (مفصل دیکھو ابن خلدون جلد چہارم اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم)

(۶) **مغیرہ ابن سعید عجلی** - منہاج السنۃ اور ملل ونحل میں لکھا ہے کہ اسکو اسم اعظم جاننے کا دعویٰ تھا۔ اور مردوں کو زندہ کرنے کا بھی مدعی تھا۔ کئی قسم کے شعبدات وطلسمات دکھاکر لوگوں کو معتقد بنالیا تھا۔ کذا بیتہ خدا کو دیکھنے کا بھی دعویدار تھا۔ قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان کرنے پر بڑا نازاں تھا۔ چنانچہ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ کا یہ مطلب ہے۔ کہ اللہ کی امانت تھی۔ کہ علی ابن ابی طالب کو امام نہ ہونے دینا۔ یہ بات آسمان۔ زمین۔ اور جبال نے قبول نہ کی۔ مگر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا۔ کہ تم علی کو امام نہ بننے دو۔ میں مدد کرونگا۔ بشرطیکہ اپنے بعد مجھے خلیفہ بناؤ۔ انہوں نے مان لیا۔ اور دونوں نے اس امانت کو اٹھالیا۔ اس آیت میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔[1]

ایسے ایسے معارف قرآنیہ پر اس کے مریدوں کو بڑا فخر تھا۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ سب تفاسیر اس قسم کے معارف سے خالی ہیں۔ اسکا یہ بھی قول تھا۔ کہ حق تعالیٰ ایک نور کا پتلا آدمی کی شکل وصورت پر ہے۔ جس کے سر پر تاج چمکتا ہے۔ اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہیں۔ اسکے معتقدین اس پر اتنا اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ جب وہ خلافت بنو امیہ میں مارا گیا۔ تو وہ یقین رکھتے تھے۔ کہ دوبارہ زندہ ہو کر آئے گا۔

مرزا صاحب بھی معارف وحقائق قرآنی جاننے کے مدعی ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام ۳۱۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

ابتدائے خلقت سے جسقدر مدت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک گذری وہ تمام سورۂ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنے ۴۷۳۹ برس

اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ اور یہ معارف حقہ کس تفسیر میں لکھے ہیں؟؟

---

[1] اس آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ:۔ ہم نے ذمہ داری کو (جو انسان پر ہے) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے (بزبان حال) اس بوجھ کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈر گئے۔ اور آدمی نے اسے اٹھا لیا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ (اپنے حق میں) بڑا ہی ظالم اور نادان تھا۔

ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۱ پر لیلۃ القدر سے اپنا نائب رسول ہونا اور تمام جدید اختراعوں اور ایجادوں کو اپنی سچائی کی دلیل گردانا ہے۔ اور اس کے اخیر میں یہی لکھتے ہیں۔ کہ فرمائیے یہ معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں؟۔

غرض بیسوں ایسے دقائق و معارف ہیں جن سے مرزا صاحب کی کتابیں بھری پڑی ہیں جن پر مرزائیوں کو بڑا ناز ہے۔ اور من فسر القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده فی النار کو بھلا کر ہر ایک مرزائی مرزا صاحب کی تقلید کرتا ہوا قرآن شریف کے معنے اور مطلب اپنی من گھڑت بیان کرتا ہے۔

مغیرہ نے نو اللہ تعالیٰ کو آدمی کی شکل کا نورانی نیلا بتایا۔ مگر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"اس وجود اعظم (اللہ تعالیٰ) کے بیشمار ہاتھ۔ بے شمار پیر ہیں۔ عرض اور طول بھی رکھتا ہے۔ اور تیندوے کی طرح اسکی تاریں بھی ہیں۔ (توضیح المرام ص ۷۵)

واہ مرزا جی! لیس کمثلہ شیٔ[۵۳] کی کیا ہی تفسیر ہے۔ معارف و حقائق ایسے ہی تو ہوتے ہیں!

مغیرہ کو اسم اعظم جاننے کا دعوے تھا۔ مگر مرزا صاحب نے اس کے مقابلہ میں استجابت دعا کا ایسا چلتا نسخہ تجویز کیا۔ کہ اسم اعظم کی خاصیتوں کی تو کوئی حد بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اس قبولیت دعا کی کوئی حد ہی نہیں جب دل چاہا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ اور حکم جاری کرالیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"جو اس عاجز کو دی گئی۔ وہ استجابت دعا ہی ہے۔ لیکن یہ قبولیت کی برکتیں صرف ان لوگوں پر اثر ڈالتی ہیں۔ جو غائیت درجہ کے دوست[۵۴] یا غائت درجہ کے دشمن[۵۵] ہوں۔ جو شخص پورے اخلاص سے رجوع کرتا ہے۔ یعنے ایسے اخلاص سے جس میں کسی قسم کا کھوٹ پوشیدہ نہیں جس کا انجام بدظنی اور بداعتقادی نہیں۔ وہ بے شک ان برکتوں کو دیکھ سکتا ہے۔

---

[۵۱] اسکا مفصل ذکر صفحہ ۱ میں آتا ہے۔ [۵۲] جو شخص قرآن کے مطالب بیان کرنے میں اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے کام لے۔ اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیئے۔ [۵۳] اللہ کی مثال کسی شئے سے نہیں دی جا سکتی۔ [۵۴] غائت درجہ کے دوست مرزا صاحب کا الہامی بیٹا مبارک احمد اور مولوی عبد الکریم تھے۔ اور غائیت درجہ کے دشمن ڈاکٹر عبد الحکیم اور مولوی ثناء اللہ صاحبان پھر ان سب کے حق میں کیوں دعائیں قبول نہیں ہوئیں؟۔ [۵۵] کیا دشمن پر بھی قبولیت دعا کا اثر برکت کی صورت میں ہوتا ہے؟ عبارت تو ایسا ہی کہتی ہے۔

اور ان سے حصہ پا سکتا ہے۔ اور وہ بلا شک اس حصہ کو اپنی استعداد کے موافق شناخت کر سکیگا مگر جو خلوص کے ساتھ نہیں ڈھونڈیگا وہ اپنے قصور کی وجہ سے محروم رہے گا۔"

مذکورہ بالا عبارت میں جو داؤں پیچ ہیں۔ وہ ایک ادنےٰ نظر سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ تاہم کسی عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے کو پھنسانے کیلئے یہ جال بظاہر بہت خوشنما اور مضبوط معلوم ہوتا ہے جو ابو منصور اور مغیرہ عجلی کے عقلی معجزہ سے کم نہیں۔ دنیا میں کون بشر ہے جسکو کوئی نہ کوئی احتیاج نہیں۔ مرزا صاحب دعا ہی سب کے لئے کردیتے ہونگے۔ جہاں مشیت ایزدی سے کام پورا ہوگیا وہاں تو پانچوں بارہ ہیں لیکن جہاں ناکامی ہوئی تو جھٹ عدم اخلاص بدظنی اور بداعتقادی کا تانا یا سرٹیفکیٹ موجود۔ اور اگر بظاہر کسی کا اخلاص پورا ہی نظر آتا ہو تو اسکا استحکام کارِ بدظنی اور بداعتقادی الہامی آنکھوں سے معلوم ہوجانا مسلمہ۔ اس اخلاص کے استحکام کے اظہار اور نیت اور اعتقاد کی صفائی کا عملی ثبوت اس طرح پر لیا گیا۔ کہ پانچ قسم کے چندے کھولے گئے۔

(۱) شاخ تالیف و تصنیف۔ (۲) شاخ اشاعت اشتہارات۔ (۳) لنگرخانہ (۴) خط وکتابت (۵) بیعت کرنے والوں کا سلسلہ۔ (دیکھو فتح الاسلام وغیرہ)

علاوہ ازیں تعمیر مدرسہ و خرید اخبارات وغیرہ کا علیحدہ مطالبہ۔ ان سب میں نقدی داخل کرو۔ تو با اخلاص! ورنہ بارہ پتھر باہر!! چنانچہ ایک جگہ اخبار بدر میں لکھتے ہیں۔ کہ جس مرید کا چندہ تین ماہ تک نہیں آئیگا۔ وہ بیعت سے خارج سمجھا جائیگا۔

باقی رہا معاملہ استجابت دعا کا۔ سو یہ بھی ایک دہوکا۔ ڈھول کا پول اور عقلی معجزہ ہی تھا۔ ورنہ سینکڑوں دعائیں مردود ہوئیں۔ جنکا کچھ نمونہ فصل ہشتم میں لکھا گیا ہے۔ اسے غور سے دیکھنا چاہیئے۔

(۷) **بنان ابن سمعان تمیمی**۔ منہاج السنۃ میں لکھا ہے۔ کہ یہ نبوت کا مدعی تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ مجھے اسم اعظم معلوم ہے۔ فرقہ بنانیہ اس نے قایم کیا تھا۔ جو اسکو نبی مانتے ہیں۔ اسکا قول تھا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جسم میں اللہ تعالیٰ کا ایک جزو حلول کر

گیا تھا۔ اسکی قوت سے انہوں نے درِ خیبر کو اکھاڑ ڈالا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کو اس نے خط لکھا۔ کہ تم میری نبوت پر ایمان لاؤ۔ تو سلامت رہو گے اور ترقی کرو گے۔ تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ کسطرح اور کس کو نبی بناتا ہے۔ یہ خط عمر ابن عفیف امام صاحب کی خدمت میں لایا۔ آپ نے خط پڑھکر قاصد سے کہا۔ کہ اسکو نگل جا۔ اسنے نگل لیا۔ اور اسی وقت مرگیا۔ کچھ عرصہ بعد بنان بھی خالد بن عبداللہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اسم اعظم سے اسے کوئی مدد نہ ملی زندگی میں پہار کرتا رہا مرنے کے بعد کس نے پوچھنا تھا۔

مرزا صاحب بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے وجود میں داخل ہوجانا بتلاتے تھے۔ اور ایک کشف میں خود خدا بن گئے تھے۔ انہوں نے نبوت کا بھی دعوےٰ کیا۔ تمام علماء۔ فسلاد۔ فقہاء حتے کہ زاویہ نشین فقراء کو بھی اپنے دعاوی لکھ بھیجے۔ اور ان کے ماننے پر نجات اور نہ ماننے پر کفر و ضلالت کی تہدید پیش کی۔ بنان اسم اعظم جاننے کا دعویدار تہا۔ تو یہ مکالمہ الٰہی اور قبولیت دعا کے مدعی تھے لیکن جیسا کہ بنان کو اس کے اسم اعظم نے وقت پڑے پر کوئی کام نہ دیا۔ اسی طرح مرزا صاحب نے بھی جتنی دعائیں اپنی صداقت کے اظہار کے لئے کیں۔ سب نامقبول ثابت ہوئیں۔ اگر واقعی انہیں اللہ کی طرف سے استجابت دعا عطا ہوئی تھی۔ تو کوئی خارق عادت معجزہ دکھاتے یا دعا کرکے کسی بڑے مخالف کی زندگی کا ہی فیصلہ کرا دیتے۔ جو آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کے حالات کا خاکہ اڑاتے رہے۔ جیسے مولوی ثناء اللہ اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحبان۔ مزید بدقسمتی جس سے مرزا صاحب کا کذب روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا۔ یہ ہوئی کہ ان ہر دو مخالفین کے برخلاف جو دعائیں انہوں نے کی تھیں۔ اور جنکی قبولیت کی خبر بھی مل گئی تھی۔ قطعاً غلط اور مردود ثابت ہوئیں۔ (دیکھو آخری فصل)

(۸) ملل ونحل میں ایک مدعی کاذب **مقنع** کا حال لکھا ہے۔ اس نے چند مافوق العادت کرشمے دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل و متوجہ کیا۔ اور پھر الوہیت کا مدعی ہوا۔ جب لوگ اس سے مانوس ہوگئے۔ تو کل فرائض ترک کرنے کا حکم دیا۔ حسن ظن سے سب دام افتادوں نے آمنّا وصدّقنا کہکر مان لیا۔ اس کے گروہ کا عقیدہ تہا۔ کہ دین فقط امام الزمان کے پہچان لینے

کا نام ہے۔

مرزا صاحب نے بھی امام الزماں کی شناخت کے مسئلہ پر بڑا بھاری زور دیا ہے۔ چنانچہ ایک مستقل رسالہ بنام ضرورۃ الامام اس کے متعلق تصنیف کیا۔ مرزا صاحب کا دعوے اور مرزائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ بغیر مرزا صاحب کے ماننے کے نہ ایمان ہے۔ نہ نجات گویا ۱۳۰۰ برس کا اسلام بالکل نامکمل اور اس کے عقائد غلط تھے۔ نزول و حیات مسیح کے متعلق تمام احادیث آثار صحابہ اجماع امت سے جو کچھ ثابت ہے۔ وہ سب مرزا صاحب کے تشریف لانے پر غلط ثابت ہوا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مسئلہ حیات و نزول مسیح و خروج دجال وغیرہ کے متعلق غلط فہمی کا الزام لگایا۔ اور آج تک کے اسلام کو بقول ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

مردہ اسلام قرار دیا۔ ان کے عقائد اور دعاوی سے حسابی طور پر نتیجہ ذیل مستنبط ہوتا ہے۔

ایمان بر توحید و رسالت جمع عمل بالقرآن و حدیث جمع اعمال صالحہ جمع اقرار نبوت مرزا برابر ہے اسلام

اور ــــ ایمان بر توحید و رسالت جمع عمل بالقرآن و حدیث جمع اعمال صالحہ نفی نبوت مرزا برابر ہے کفر

اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ منقنع اور مرزا جی میں کیا فرق ہے۔ بروئے حساب ابجد تو منقنع سے مرزا جی کا ایک نمبر بڑھا ہوا ہی ہے[1]۔ جو ان کے دعووں سے ظاہر ہے۔

(۹) ابوالخطاب اسدی ۔ ملل و نحل میں لکھا ہے۔ کہ اس نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے منتسبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد امام کے ساتھ خوب مستحکم کیا۔ اور ان کے دلوں میں یہ بات جمائی کہ امام الزمان پہلے انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر اللہ ہو جاتے ہیں۔ اور الوہیت نبوت میں نور ہے۔ اور نبوت امامت میں نور ہے۔ امام جعفر صادق

[1] مرزا جی حساب ابجد سے بہت استنباط کیا کرتے تھے سب مجھے بھی لب نمار مجبورین اسوقت جبکہ میں یہ سطریں لکھ رہا تھا۔ ان اعداد کی تفہیم ہوئی واللہ اعلم بالصواب

رحمتہ اللہ علیہ کو وہ اس زمانہ کا الٰہ مانتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ امام صاحب کے ظاہری جسم پر خیال کرکے انکو بشر نہ سمجھو۔ بلکہ یہ تو ایک لباس ہے۔ جو خدا نے اس عالم میں اترنے کے وقت پہن لیا ہے۔

حضرت امام صاحب کو جب ان کفریات پر اطلاع ہوئی۔ تو اسے نکال دیا اور اس پر لعنت کرکے ان باتوں سے اپنی بیزاری ظاہر فرمائی۔ مگر وہ بدستور اپنا فرقہ بڑھانے میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ منصور کے زمانہ میں مارا گیا وہ اپنے بعض اصحاب کو جبرائیل اور میکائیل سے افضل کہتا تھا۔ اور ہر مسلمان پر وحی کا نازل ہونا اس آیت سے ثابت کرتا تھا۔ واوحی ربک الی النحل۔

اس کے بعد اس کے معتقدین کے کئی فرقے بن گئے تھے۔ ایک کا نام معمریہ تھا جو ابو الخطاب کے بعد معمر کو امام الزمان مانتا تھا۔ انکا عقیدہ تھا کہ دنیا کو فنا نہیں۔ بہشت دوزخ کوئی چیز نہیں۔ یہ اسی دنیاوی راحت و مصیبت کے نام ہیں جو ہمیشہ پیش آتی رہتی ہیں۔ زنا وغیرہ منہیات اور نماز روزہ وغیرہ عبادات سب فضول ہیں۔

ایک فرقہ انہیں بزیغیہ تھا جو ابو الخطاب کے بعد بزیغ کو امام الزمان تسلیم کرتا تھا۔ ان کا دعویٰ تھا۔ کہ ہم اپنے سب مردوں کو صبح شام دیکھتے ہیں۔ ایسا ہی اور بھی کئی فرقے تھے۔

غور کی جگہ ہے۔ کہ ابو الخطاب نے حضرت امام صاحبؒ کی تعریف کرکے امام کو خدا کہلوایا۔ دوزخ جنت کا انکار کر دیا۔ تکلیفات شرعیہ اٹھا دیں۔ امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کے ان باطل عقیدوں اور کفریات سے بیزاری کا اظہار بھی کرتے رہے۔ مگر اس کے پیروؤں نے نہ مانا! باطل فرقوں کی علامت یہی یہ ہے۔ کہ ان کے معتقدین احکام خدا و رسول کی مطلق پرواہ نہیں کرتے بلکہ دور دراز کارتاویلیں کرکے نزد بد پر مستعد ہو جایا کرتے ہیں۔ اور اپنے پیر و مرشد کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں۔

مرزائی تعلیم کا بھی یہی حال ہے۔ ان کی تمام تصانیف مرزا صاحب کی حمد و تعریف اور بڑائی کے بیان سے بھری ہوئی ہیں۔ اور مرزائیوں کو سوائے مرزا صاحب کے ذکر اور انکی تعریف و توصیف کے کوئی مشغلہ نہیں۔ ابو الخطاب نے تو امام صاحب کو خدا بنایا تھا۔ مرزا صاحب کے دعووں کا کچھ ٹھکانا

ہی نہیں۔ آپ اپنے الہامات کی بنا پر کہیں۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ محمد۔ احمد مہدی بھارت۔ حرات۔ محدث۔ مجدد۔ امام الزمان۔ خلیفۃ اللہ۔ کرشن اوتار۔ کلنکی اوتار بنے۔ تو دوسری طرف کہیں ابن اللہ بنے۔ کہیں خدا کا اپنے جسم میں حلول کرنا بیان کیا۔ کہیں خدا کی بیوی بنے۔ اور خدا سے صحبت کرکے حاملہ ہوئے۔ بچے جنے۔ اپنے بیٹے کو مثل خدا بتایا۔ معاذ اللہ من ھذہ الخرافات۔ (دیکھو فصل آئندہ)

الہام اور وحی کو ابوالخطاب کی طرح مرزا صاحب نے بھی ٹکے سیر کر دیا۔ چنانچہ اکثر مریدوں کے الہام ان کے اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ باب نبوت بھی کھولدیا گیا ہے۔ اور کئی مرید نبوت کے مدعی ہیں۔ مرزائیوں کے بھی کئی فرقے ہوگئے ہیں جیساکہ ابوالخطاب کے معتقدین کے بن گئے تھے۔

(۱۰) **احمد کیال** نامی ایک مدعی کاذب کا حال ملل و نحل میں اسطرح مذکور ہے۔ کہ پہلے یہ محبت اہلبیت کا مدعی تھا۔ پھر اس امام الزمان ہونے کا دعویدار ہوا۔ اس سے ترقی کی۔ تو کہا۔ میں القائم ہوں اور اسکی تشریح یوں کی۔ کہ جو شخص اسبات پر قادر ہو۔ کہ عالم علوی اور عالم سفلی کے مناہج بیان کرے۔ اور انفس پر آفاق کی تطبیق کرسکے۔ وہ امام ہے۔ اور القائم وہ ہے۔ جو کل کو اپنی ذات میں ثابت کرے۔ اور ہر ایک کلی کو اپنے معین جزئی شخص میں بیان کرسکے۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ اس قسم کا مقرر سوائے احمد کیال کے کسی زمانہ میں نہیں پایا گیا"

اسکی بہت سی تصانیف عربی فارسی میں موجود ہیں۔ جن میں اسی قسم کی پیچیدہ و ژولیدہ تحریریں ہیں۔ اور اپنی پر زور تقریروں اور تصنیفوں سے بہتوں کو اپنا ہم خیال بنایا۔

مرزا صاحب کو بھی معارف دانی کا بڑا دعویٰ اور اسپر بہت نازہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ بکثرت اسرار غیبی اور الہامات میرے سوائے اور کسی فرد امت کو نہیں دیئے گئے۔ اس لئے خصوصیت سے صرف میرا ہی نام نبی رکھا گیا۔

احمد کیال کی بیہودہ او پیچیدہ تحریروں سے مرزا صاحب کی تحریروں کی مطابقت کرنی ہو۔

تو نمونہ کے لئے ازالہ اوہام کا صفحہ ۱۰۵ دیکھو جہاں آپ لکھتے ہیں۔ کہ۔

"ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر ہمارے نبی صلے اللہ وسلم کو دی گئی"

"اسکا دامن حضرت کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جو کچھ انسانوں کے دلی و دماغی قوٰے کی جنبش حضرت کے زمانہ سے آج تک ہو رہی ہے۔ وہ لیلۃ القدر کی تاثیرات ہیں"

"اور جس زمانہ میں حضرت کا کوئی نائب پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں۔ بلکہ اس زمانہ سے۔

کہ وہ نائب رحم میں آئے۔ انسانی قوٰے کچھ کچھ جنبش شروع کرتی ہیں۔ اور اختیار ملنے کے وقت تو وہ جنبش "نہایت تیز ہو جاتی ہے"

"اور اس نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کیگئی ہے وہ اُسی لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے۔ اس لیلۃ القدر کی بڑی شان ہے۔ جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت ہے۔ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ " یعنے اس لیلۃ القدر کے زمانہ میں جو قیامت تک ممتد ہے۔ ہر ایک حکمت اور معرفت کی باتیں دنیا میں شائع کر دیجائینگی۔ اور انواع و اقسام کے علوم غریبہ و فنون نادرہ و صناعات عجیبہ صفحۂ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے۔ اور انسانی قوٰے میں انکی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکانوں بسطت علم۔ اور عقل ہیچ لیاقتیں مخفی ہیں۔ سب کو منصۂ ظہور لایا جائیگا۔ لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پرزور تحریکوں سے ہوتا رہیگا۔ کہ جب کوئی نائب رسول صلی اللہ وسلم دنیا میں پیدا ہوگا"

"اور لیلۃ القدر میں بھی فرشتے اترتے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہ ضلالت کی پر ظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اس کام میں لگے رہتے ہیں۔ کہ مستعد دلوں کو سچائی کیطرف کھینچتے رہیں۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جسکی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جسکی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا

انت اشد مناسبۃ بعیسیٰ (انتہیٰ ملخصاً)

ماحصل اس لمبی چوڑی تقریر کا یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نائب رسول ہیں۔ اور جتنی جدید قسم کی ایجادیں اور کلیں۔ موٹریں بے تار کی پیغام رسانی۔ ہوائی جہاز۔ زہریلی گیس۔ لمبی مار کی توپیں۔ وغیرہ وغیرہ اس ملک یورپ میں بنکر زمانہ میں رائج ہوئیں۔ یہ سب مرزا صاحب کے وجود مبارک کی یمن و برکات ہیں۔

عبارت مندرجہ بالا میں خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ مرزا صاحب نے موٹی موٹی جدید ایجادات کو ہی شمار نہیں کیا۔ بلکہ اپنے زمانہ رحم مادر تک پہنچکر اس وقت کی ایجادوں کو بھی اپنی برکات کے دائرہ میں لینا چاہا ہے۔ مرزا صاحب کی پیدائش غالباً لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل ہند کے عہد میں اسوقت ہوئی۔ جبکہ انگریزوں کی افغانستان سے لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اسی زمانہ میں انگریزی تعلیم ہندوستان میں رائج ہوئی۔ یہ دونو باتیں اسلام کے لئے جو کچھ بابرکت ثابت ہوئیں۔ اظہر من الشمس ہیں۔ رہی آخری زمانہ کی ایجادات۔ ہوائی جہاز۔ لمبی مار کی توپیں۔ زہریلی گیس وغیرہ بھی وہ متبرک اختراعات ہیں جن کے ذریعہ اسلامی سلطنت ٹرکی۔ مراکو اور مصر کا زوال ہوا حرمین شریفین پر گولہ باری اور ان میں عیسائیوں کا دخل ہوا۔ امام رضا رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شہید ہوا۔ ہزاروں مسلمان شہید کئے گئے۔ اور لاکھوں ترک و عرب بے خانماں و آوارہ وطن ہو گئے۔ مدینہ شریف کے اوپر ہوائی جہاز اڑے جن میں عیسائی سوار تھے۔ یہ سب امر واقعہ ہیں۔ ہمیں ان پر سیاسی نقطۂ نگاہ سے غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ مذہبی ہے۔ اسلئے مذہبی آنکھ سے ان واقعات کو دیکھتے ہوئے کون مسلمان ہے۔ جو ان لعنتی ایجادات اور منحوس اختراعات کو ایک نائب رسول کی پیدائش کی یمن و برکات اور ایک نبی کی صداقت کے نشانات سمجھ لیگا۔ اگر مرزا صاحب اسلام کی بربادی کو اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ تو اس نبوت کو ہمارا دور سے ہی سلام ہے!!!

لیلۃ القدر کے مذکورہ بالا معارف و اسرار بیان کرنے کے بعد مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ :-

اب فرمائیے یہ معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں کہ مرزا صاحب کے بیان کردہ معارف کسی

تفسیر میں نہ ہونے سے یہ کسطرح ثابت ہوگا۔ کہ یہ معارف تفاسیر میں درج ہونے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔ احمد کیال والے سب معارف مرزا صاحب کی تصانیف میں بھی موجود ہیں ہیں۔ تو کیا اس سے اس کی مجذوبانہ بڑ تفسیروں میں درج ہونے کے قابل بھی جائے گی۔

ملل ونحل میں فرقہ باطنیہ کے ذکر میں لکھا ہے۔ کہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ ہر ظاہر کے لئے باطن اور ہر تنزیل کے لئے تاویل ہے۔ اس لئے وہ ہر آیت کے ظاہری معنے چھوڑ کر اپنی مرضی سے ایک معنی گھڑ لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نفس اور عقل اور طبائع کی تحریک سے افلاک متحرک ہوئے۔ اسی طرح ہر زمانہ میں نبی اور وحی کی تحریک سے نفوس اور اشخاص شرائع کے ساتھ متحرک ہوتے رہتے ہیں۔

مرزا صاحب نے فرقہ باطنیہ کے معتقدات و مسلمات کو دوسرا لباس پہنا کر لیلۃ القدر اور نائب رسول کے پیرایہ میں پیش کر دیا ہے۔ فافہم وتدبر

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ان چند کذابوں کے حالات اور ان کی تعلیمات پر غور کرنے اور مرزائی مشن کے معتقدات کا ان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ناظرین بہ آسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔ کہ مرزا صاحب کے دعاوی وخیالات بھی اسی قسم کے تھے
پس جب شریعت حقہ کی روشنی میں ان مدعیوں کو
کاذب قرار دیا گیا ہے۔ تو مرزا صاحب
کو حق پر کیونکر تسلیم کیا
جا سکتا ہے؟

دوسری فصل

مرزا صاحب کی روحانی و جسمانی ترقیوں کی منازل

پیرما امسال دعوائے نبوت کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد۔ خدا خواہد شدن

(۱) ابتدا مرزا صاحب ایک **معمولی محرر** کے طور پر عدالت ضلع سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ تنخواہ کی کمی کے باعث مختاری کے امتحان میں شامل ہوئے مگر فیل ہو گئے۔ غالباً اسکے بعد ان کو مذہبی راستہ میں بطور ایک پیر کے گامزن ہونے کا خیال سوجھا۔ اس امر کے لئے کسی ثبوت وحوالہ کی ضرورت نہیں۔ مخالف موافق سب جانتے ہیں۔

(۲) **مجدد**۔ اشتہار کتاب براہین احمدیہ میں جو بہ تعداد (۲۰۰۰) چھپا۔ مجددیت کا دعوےٰ ان لفظوں میں ہے کہ:۔ "مصنف کو اسبات کا بھی علم دیا گیا ہے۔ کہ وہ مجدد وقت ہے"

(۳) **محدث**۔ مرزا صاحب سے سوال ہوا کہ آپ نے فتح اسلام میں نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ جواب دیا۔ کہ نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ ازالہ اوہام صـ۴۲۱ وتحفہ غزنویہ صـ۳۰ وتوضیح مرام وغیرہ۔

(۴) **مسیح ومہدی موعود**۔ براہین احمدیہ۔ صـ۴۹۸ میں صاف صاف اقرار تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور ان کے ہاتھ سے دین اسلام پھیلے گا۔ اس کتاب براہین کی نسبت دعوےٰ تھا۔ کہ الہامی ہے۔ بعد میں خود مسیح بن گئے۔ اور کتاب ازالہ اوہام محض اس غرض کو ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور ایک طول

ونیز (مہدی لا عیسیٰ کی آڑ لیکر خود ہی مہدی آخر الزمان بھی بن بیٹھے۔

(۵) **امام الزمان**۔ رسالہ ضرورۃ الامام میں پہلے امام الزمان کا ہونا لازمی اور ضروری جتلا کر ص۲۳ تک اسکی علامات و صفات بیان کیں۔ اور ص۲۷ پر جلی قلم سے لکھا۔ کہ وہ "امام الزمان میں ہوں"

(۶) **نبی** ۔ لکھتے ہیں۔ کہ "اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو بتلاؤ کہ کس نام سے اسکو پکارا جاوے۔ اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث[۱] کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) نیز دیکھو اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء جسمیں نہایت صفائی سے نبوت کا دعوے ہے۔

(۷) **خدا کا بیٹا**۔ الہامات ذیل سے مرزا صاحب نے خود کو خدا کا بیٹا ٹھیرایا۔

انت منی بمنزلہ ولدی (حقیقۃ الوحی ص۸۶) انت منی بمنزلۃ اولادی (الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء) اسمع ولدی (البشریٰ جلد ا ص۴۹)

(۸) **خدا کی بیوی**۔ اور اس کے لوازمات۔ الہامات ذیل پر غور کرو۔

(الف) مرزا صاحب کا حیض اور بچہ۔ یریدون ان یروا طمثک[۹]۔ اس الہام کی تشریح مرزا صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ۔

"بابو الٰہی بخش چاہتا ہے۔ کہ تیرا حیض دیکھے۔ یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہونگے۔ اور تجھ میں حیض نہیں۔ بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۳)

(ب) **اللہ تعالیٰ کا نطفہ** انت من ماءنا وھم من فشل۔ یعنے اے مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے۔ اور دوسرے لوگ خشکی سے (اربعین نمبر ۳ ص۳۴)

---

[۱] یہ مرزا صاحب کے خدا کی کوتاہی ہے۔ جسنے پہلے مرزا صاحب کو محدثیت کا دعوے کرنے کا حکم دیا۔ دیکھو فقرہ ۳ فصل ہذا

[۲] خدا کہتا ہے۔ اے مرزا تو میرے بیٹے کی جگہ ہے۔ [۳] اے مرزا تو میرے بیٹوں کی جگہ ہے۔ [۴] اے میرے بیٹے سُن!

(ج) اللہ تعالیٰ سے ہم بستری[1] رجولیت کے فعل کا وقوع۔ مرزا صاحب کے ایک خاص مرید قاضی یار محمد صاحب بی۔ او۔ ایل پلیڈر اپنے ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسوم بہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر میں لکھتے ہیں کہ۔

"جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی یہ حالت ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا سمجھنے والے کے واسطے اشارہ کافی ہے"

(د) استقرار حمل۔ مرزا صاحب کشتی نوح کے صفحہ ۴۷ پر کہتے ہیں کہ:-

"مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی۔ اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ[1] ٹھہرایا گیا۔ اور کئی ماہ بعد جو دس ماہ سے زیادہ نہیں۔ بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا"[2]

ماں بنے! بچے بنے! پھر باپ بچے کے بنے!!!

(ھ) دردِزہ کشتی نوح صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ:-

"پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ دردِزہ تنہ کھجور کیطرف لے آئی"

مرزائی دوستو! یہی حقائق و معارف ہیں۔ جن پر تمکو ناز ہے؟ یہ تمہارا اچھا عشق باز خدا ہے۔ کبھی مرزا صاحب کو اولاد کہے۔ اور کبھی بیوی بنا کر اس سے ہم صحبت ہو۔ کہیں تو شرم چاہیئے۔ کیا دینی رموز و نکات کی اسلام میں کمی تھی۔ جس کو مرزا صاحب نے آکر پورا کیا؟ اور یہی وہ باتیں ہیں؟ جن سے شوکت اسلام بڑھ رہی ہے۔ اگر اسکو استعارہ و مجاز کہو۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ الہامی اور کشفی طریق پر ایسے گندے استعاروں کی کونسی ضرورت آپڑی تھی۔

---

۱ واجد علی شاہ بن گئے۔

۲ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔

(۹) **خود خدا ہونے کا دعوے** - کتاب البریہ ص۷۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ:-

"رایت انی عین اللہ (یعنی دیکھا کہ میں بالکل خدا ہوں)"

اور آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴ پر یوں رقمطراز ہیں۔ کہ:-

"میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ہو بہو اللہ ہوں۔ اور یقین کیا۔ کہ میں وہی ہوں"

(۱۰) **خدا کے باپ ہونے کا دعوے** (الف) انت منی وانا منک حقیقۃ الوحی ص۷۴

یعنی خدا کہتا ہے۔ کہ اے مرزا تو مجھ سے ہے۔ اور میں تجھ سے ہوں۔ (عوض معاوضہ گلہ ندارد!)

(ب) اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ:-

"فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء (یعنی وہ لڑکا ایسا ہوگا۔ جیسا کہ خدا خود آسمان سے اتر آیا)

تلک عشرۃ کاملۃ

مرزائی دوستو! یہ ہیں آپ کے پیغمبر کی ترقی کے منازل۔ کہو کچھ کسر ہے؟

ان الہامات و کشوف کے ساتھ مرزا صاحب کے یہ شعر بھی پڑھو۔

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم

کیا یہ خرافات قرآن کے ہم مرتبہ ہیں؟

یاد رکھو! وہ دن قریب ہے جبکہ ہر شخص اپنے اعمال و اعتقادات کا جوابدہ ہوگا۔ مرزا صاحب اپنے مسلمات کی رو سے خود ہی اپنا کاذب اور خارج از اسلام ہونا ثابت کر گئے (کما سبق) تم اپنی کہو کہ ایسے شخص کے ہاتھ ایمان جیسی جنس بیچکر اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔



تیسری فصل

مرزا صاحب کے دس غلط الہام

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ [۵۱]
يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ الشعراء ع ۱۱

سر بسر قول ترا اے بُتِ خود کام غلط ؎ دن غلط رات غلط صبح غلط شام غلط
قول جھوٹا ہو تو ہو خیر نہیں کچھ پروا ؎ یاں غضب یہ ہے کہ ہیں آپ کے الہام غلط

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کاذب مدعی وحی و الہام ابن صیاد تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی و رسول مانتا تھا۔ ابن صیاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں اقرار کیا تھا۔ کہ میرے پاس کچھ سچے اور کچھ جھوٹے خبر رساں آتے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ يَأْتِيْنِیْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ [۵۲] دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ اَرٰی صَادِقَيْنِ وَكَاذِبًا اَوْ كَاذِبَيْنِ وَصَادِقًا [۵۳]۔ اس پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ [۵۴] (تجھ پر بات ملط ملط ہو گئی)

مرزا صاحب کے سینکڑوں ہزاروں الہاموں میں سے اگر بالفرض ایک دو فیصدی صحیح نکلے ہیں۔ تو باقی سب غلط ہیں جیسا کہ معمولی رمالوں اور برہمنوں کا حال ہے۔ جو گلی کوچے

---

[۵۱] کیا میں تجھے بتاؤں کہ شیطان کس پر اترا کرتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترا کرتے ہیں۔ اور سنی سنائی بات ان پر القا کر دیتے ہیں۔ اور انہیں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں (قرآن شریف سورہ شعراء رکوع ۱۱) [۵۲] میرے پاس ایک سچا اور ایک جھوٹا خبر رساں آتا ہے۔ [۵۳] میرے پاس دو سچے اور ایک جھوٹا خبر رساں آتے ہیں یا دو جھوٹے اور ایک سچا۔

ان لوگوں کے ہاتھ دیکھکر فال وشگون بتاتے پھرا کرتے ہیں۔ اس فصل میں مرزا صاحب کے غلط الہاموں کا نمونہ دکھایا جاتا ہے۔ اور نہایت عظیم الشان اور متحدیانہ پیشگوئیوں کا جو انجام ہوا اس کے لئے دسویں فصل کتاب ہذا قابل ملاحظہ ہے۔

اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب اور ابن صیاد میں کیسی صاف مماثلت ہے۔ اور قرآن شریف کی آیت مندرجہ عنوان کے معیار پر وہ کیسے اترتے ہیں۔ اور باوجود ان غلط الہاموں کے اگر مرزا صاحب نبی و رسول ہو سکتے ہیں۔ تو ابن صیاد کو اسی اصول پر مرزائی صاحبان کیوں سچا نبی نہیں مانتے۔

(۱) مرزا صاحب کو اپنے کل مکاشفات۔ الہامات اور پیشگوئیوں کے سچا ہونے پر بڑا ناز اور دعوے تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ سچے الہام بعض دفعہ کنجروں۔ ڈوموں اور رنڈیوں کو بھی ہو جاتے ہیں مگر سچا وہی ہے جس کے سب الہام سچے ہوں۔ اور یہ کہ فاسقہ عورت کنجری بار بہ سر اور بادہ بہ سر حرامکاری کی حالت میں سچی خواب دیکھ لیتی ہے۔ (توضیح مرام)

اور اپنے الہاموں کی نسبت یوں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"یہ مکالمہ الہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اسمیں شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔[1] اور میری آخرت تباہ ہو جاوے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا قطعی اور یقینی ہے اور جیسا کہ آفتاب اور اسکی روشنی کو دیکھکر کوئی شک نہیں کر سکتا۔ کہ یہ آفتاب اور اسکی روشنی ہے ایسا ہی میں اس کلام میں شک نہیں کر سکتا۔ جو خدا کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔ اور چونکہ میرے نزدیک نبی اسکو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے" تجلیات الہیہ ص۲۵ و ۲۶

---

[1] حمامۃ البشریٰ ص۷۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ مسیح کی وفات عدم نزول اور اپنی مسیحیت کے الہامات کو میں نے دس سال تک ملتوی رکھا۔ بلکہ رد کر دیا" گویا دس سال تک آپ حسب قول خود کافر بنے رہے۔

بہرحال مرزا صاحب کے غلط الہاموں کا نمونہ درج ذیل ہے۔

(۱) **مرزا صاحب کا الہام انکی عمر کے متعلق**۔ یہ الہام کئی رنگ میں بیان ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(الف) نُحْيِيَنَّكَ حَيٰوةً طَيِّبَةً ثَمَانِيْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ (ازالہ اوہام طبع ثانی ص۳۱۸) ترجمہ خدا کہتا ہے کہ ہم تجھکو اسی سال کی عمر دینگے یا اس کے قریب۔

(ب) اس نے (خدا نے) مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ان کاموں کیلئے تجھے ۸۰ برس یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال ۸۰ برس سے زیادہ عمر دونگا (اشتہار للانصار ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان و تریاق القلوب حاشیہ ص۱۳)

(ج) خدا نے صریح لفظوں میں مجھے اطلاع دی تھی۔ کہ تیری عمر ۸۰ برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم (براہین احمدیہ حصہ پنجم او راسکا ضمیمہ ص۹۷ سطر ۸)

(د) ولنحیینک حیوۃ طیبۃ ثمانین حولا او قریبا من ذالک او نزید علیہ (اربعین ۲ ص۳۱ سطر ۱۸) اس کا ترجمہ مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۳ کے ص۹ سطر ۹ میں اسطرح کیا ہے کہ خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے۔ کہ میں اسی برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کرونگا۔

(ھ) اسی برس یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔ حقیقۃ الوحی ص۹۶

اس بیچ میں (یا پانچ مختلف) بیانات سے اصل الہام کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کی عمر بقول ان کے ۷۴ سال سے کم اور ۸۶½ سال سے زیادہ نہ

سلہ بلکہ اس سے بھی زیادہ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ایکروز کشفی حالت میں ایک بزرگ صاحب کی قبر پر میں دعا میں مانگ رہا تھا۔ اور وہ (بزرگ) ہر ایک دعا پر آمین کہتے جاتے تھے۔ اسوقت خیال ہوا کہ اپنی عمر بھی بڑھوالوں تب میں نے دعا کی کہ میری عمر پندرہ سال (اسی برس سے) اور بڑھ جائے۔ اس پر اس بزرگ نے آمین نہ کہی۔ تب اس صاحب قبر سے بہت کشتم کشتا ہوا۔ تب اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں آمین کہتا ہوں۔ اسپر میں نے اسکو چھوڑ دیا۔ اور دعا مانگی کہ میری عمر پندرہ سال اور بڑھ جائے۔ تب اس بزرگ نے آمین کہی۔ اب میری عمر پچانوے سال ہے۔ (ملحضا الحکم ۱۷-۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ص۱۵ کالم اول) مولوی عبدالحکیم صاحب [illegible] نے مرزا صاحب کو خط لکھا کہ ۶۰ سال میں اپنی عمر میں سے کم کرا کے [illegible] دیتا ہوں۔ مرزا صاحب نے قبول کیا (ازالہ اوہام طبع ثانی ص۲۴۸) [illegible]

ہونی چاہیئے تھی۔ مرزا صاحب ۱۳۲۶ھ میں ۶۵ سال اور چہار ماہ کی عمر میں فوت ہوگئے۔ اور ان سب الہاموں کو جھوٹا ثابت کر گئے۔ ان کے مریدوں خصوصاً خلیفہ نورالدین اور ایڈیٹر اخبار بدر نے اٹکل پچو بہتیرا ٹامک ٹوئیے مارے۔ اور ان کی عمر کو ربڑ کے تسمہ کی طرح خوب بڑھایا۔ پھر بھی ۷۴[1] تک نہ پہنچ سکے۔ حالانکہ ان کی تحریرات بمقابلہ تحریر مرزا صاحب بالکل غلط۔ بیکار اور ناکارہ ہیں۔ چنانچہ ذیل میں مرزا صاحب کے اقوال صحیح ان کی عمر کے بابت درج کئے جاتے ہیں جس سے انہوں نے ایک مذہبی نشان کو بھی تقویت دی تھی۔ لکھتے ہیں کہ:-

"جب میری عمر ۴۰ برس تک پہنچی۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہوا۔ کہ میری عمر کے ۴۰ سال پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر کیا۔ کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔" (تریاق القلوب ص ۶۸)

گویا چودھویں صدی کے شروع ہونے کے وقت (۱۳۰۱ھ میں) مرزا صاحب کی عمر پورے[2] ۴۰ سال کی

لہ مفتی محمد صادق اور خلیفہ صاحب اول لکھتے ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح قول مرزا سلطان احمد صاحب (پسر کلاں مرزا صاحب) کا معلوم ہوتا ہے۔ جو انہوں نے نماز جنازہ کے شامل ہونے کے واسطے تشریف لانے پر فرمایا تھا کہ میرے پاس جو یادداشت ہے۔ اس کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں ہوئی تھی (بدر نمبر ۳) مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی یادداشت نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں بچوں کی عمر کے لکھنے کا کوئی طریق نہ تھا۔ مگر ان کے بیٹے کے پاس یادداشت نکل آئی۔ اور وہی سب سے صحیح بھی بتائی جاتی ہے۔

لہ۲ حساب جمل اور ابجد کے مرزا صاحب بڑے شائق تھے۔ چنانچہ اپنی عمر کے متعلق ایک لطیفہ لکھتے ہیں کہ:- چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی۔ کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشا ہے۔ کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں یہ عاجز بھی داخل ہے۔ تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے۔ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا پہلے ہی سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ نام یہ ہے **غلام احمد قادیانی** اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں۔ اور اس قصبہ قادیان

حاشیہ در حاشیہ لہ۱ مرزا صاحب کو بمقابلہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب الہام ہوا تھا۔ اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔ تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں (دیکھو اشتہار تبصرہ) اس الہام کی رو سے مرزا صاحب کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ۶۵ سال عمر میں فوت ہونے سے یہ الہام بھی باطل اور جھوٹا ثابت ہوا۔

تھی۔ بہرحال تخمیناً سالہ فرق نہیں ہوا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدت بہت دکھلائی ہے۔ چونکہ یہ ایک خاص شرعی امر تھا۔ اس لئے اسمیں شک و شبہ کو دخل نہیں ہوسکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے الہام کا بھی حوالہ موجود ہے۔

پس جب حسب اقرار خود چودہویں صدی کے شروع میں آپ پورے ۴۰ سال کے تھے تو بوقت انتقال ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ میں پینسٹھ ۶۵ سال چار ماہ کے ہونے سبب سے عمر کے متعلق الہامات کا مجموعہ اور کشتم کشتا والا ف اور مرداں علی کا نذرانہ اور الہام مندرجہ نمبر ۵ بالکل غلط۔ جھوٹ اور ڈھکوسلہ ثابت ہوا۔ **ایک اور نہایت صاف ثبوت** [1]

(۳) **اریٹ زلزلۃ الساعۃ** مندرجہ الحکم ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء (یعنی مجھکو قیامت خیز زلزلہ دکھاوے نگا" اس الہام کے بعد مرزا صاحب مکان چھوڑ کر میدان میں جا بیٹھے۔ اور مریدوں کے لئے بھی اشتہار جاری کیا۔ کہ وہ بھی خیموں میں رہیں۔ تھوڑے دنوں بعد جب زلزلہ نہ آیا تو مکان میں واپس آگئے۔

بقایا حاشیہ صفحہ نمبر ۳۷۔ نوٹ نمبر ۵ میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں ہے۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے۔ کہ اسوقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں" ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶ طبع اول و طبع ثانی صفحہ ۹۰ غلام احمد قادیانی سے ۱۳۰۰ کا عدد نکال کر دو اپنا ۴۰ سال کی عمر میں مبعوث ہونا ظاہر کر کے مرزا صاحب نے اپنی عمر ۶۵ سال ۴ ماہ کا مزید ثبوت دیدیا۔ جو ان کے الہامات عمر ۸۰ سال کو باطل کرتا ہے۔ لیکن اس کشف یا الہام میں جو آپ نے دعوے کیا ہے۔ کہ :-

"اس وقت تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں"

یہ بھی محض باطل اور ڈھکوسلہ ثابت ہوا۔ مرزا صاحب کو کنوئیں کے مینڈک کی طرح اپنی قادیاں کے سوا دنیا میں دوسری قادیاں نظر نہ آیا۔ حالانکہ ان کے قادیاں کے علاوہ خاص ضلع گورداسپور میں ہی دو گاؤں قادیاں نام کے موجود ہیں۔ جنمیں سے ایک میں غلام احمد قریشی مرزا صاحب کا ایک ہم عمر اسوقت موجود تھا۔ اس کے علاوہ ایک قادیاں ضلع لودہیانہ میں ہے۔ وہاں بھی غلام احمد نام ایک شخص اسوقت موجود تھا۔ جو نمبردار بھی تھا۔ پس جسوقت مرزا صاحب کو کشف یا الہام ہوا۔ یقیناً کم از کم مذکورہ بالا دو اشخاص غلام احمد قادیانی دنیا بلکہ پنجاب میں بھی موجود تھے۔ (دیکھو کلمہ فضل رحمانی اور مضمون کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟ از قاضی فضل احمد صاحب لودہیانوی) اگر ابجد کے حساب سے سنہ ہیجائی درست ہے۔ تو غلام احمد قادیانی دجال ہے اور آیت مندرجہ عنوان فصل ہذا کے فقرہ تنزل علیٰ کل افاک اثیم کے بھی ۱۱۳۰ عدد ہی نکلتے ہیں۔ کیا مرزا صاحب کے استدلال کے بموجب ہم نہیں کہ سکتے کہ مرزا صاحب کے دعوے کا کذب مذکورہ بالا فقرہ اور آیت قرآنی میں پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

سال بیان کی ہے۔ اور مرزا صاحب کا انتقال اس سے ۱۳۱۵ سال بعد یعنے ۱۳۲۶ھ میں ہوا۔ گویا اسوقت دنیا کی عمر

الہام کے الفاظ اور مرزا صاحب کی تفہیم سے یہ ثابت ہے کہ یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں آنا چاہیئے
تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ :۔
"اب ذرا کان[1] کھول کر سنو۔ کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیشگوئی ہے۔ اسکو ایسا خیال
کرنا۔ کہ اس کے ظہور کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ یہ خیال سرا سر غلط ہے۔ کیونکہ بار بار وحی الہٰی نے مجھے
اطلاع دی ہے۔ کہ وہ پیشگوئی میری زندگی میں میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کیلئے ظہور
میں آئے گی۔ کیونکہ ضروری ہے۔ کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ہی ظہور میں آئے" (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۹۰)
چونکہ مرزا صاحب کے حیات میں کوئی زلزلہ ایسا نہیں آیا۔ لہذا یہ پیشگوئی اور الہام قطعاً غلط
ثابت ہوا۔
(۳) "میرا دشمن ہلاک ہو گیا" (میگزین ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء) یہ بھی بالکل غلط نکلا۔
کیونکہ ان ایام میں مرزا جی کے بڑے دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اور مولوی ثناء اللہ صاحبان تھے
جنکی زندگی میں خود مرزا صاحب ہی ہلاک ہو گئے۔
(۴) "ریاست کابل میں ۸۵ ہزار آدمی مرینگے" (میگزین ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء)
کابل میں اتنی اموات نہیں ہوئیں۔ نہ یہ پتہ ہے۔ کہ کتنے سال کے اندر۔ اور کتنے دنوں تک کیسی لڑائی
میں یہ اموات ہونگی؟ یا وبا سے؟ غرض عجیب گول مول الہام ہے۔ جو اب تک تو غلط ثابت ہوا ہے۔
(۵) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے قادیان آنے کی بابت۔ رسالہ
اعجاز احمدی صفحہ ۳۷ میں لکھا کہ :۔ "وہ ہرگز قادیان نہیں آئیں گے" مگر مولوی صاحب نے ۱۰ جنوری
۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچکر یہ پیشگوئی غلط ثابت کر دی۔
(۶) "ہم مکہ میں مرینگے یا مدینہ میں" (میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء)

[1] مسلمانوں نے تو کان کھول کر سن لیا۔ اور ان میں بار کی رو سے بھی مرزا صاحب کو دروغ گو سمجھ لیا۔
مگر افسوس آپکے ان کے مرید حکیم نورالدین کے مصداق ہو رہے ہیں۔ [2] صاد السلنہ والدین امیر صاحب
کابل نے مرزا صاحب کے ایک مرید عبداللطیف کو اس کے خلاف شریعت عقائد کی وجہ سے سنگسار کروا دیا تھا
اسلئے مریدوں کے خوش کرنے کو یہ الہام دے مارا جو محض جھوٹ نکلا۔

یہ الہام بھی سراسر غلط ثابت ہوا۔ مرزا صاحب کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی ہوا بھی نصیب[1] نہ ہوئی۔ لاہور میں مرے۔ اور خر دجال[2] پر سوار ہو کر قادیاں لے جائے گئے۔ اور وہیں دفن ہوئے

(۷) ترد علیک[3] انوار الشباب۔ سیاتی علیک[4] زمن الشباب۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بشفاء من مثلہ۔ رددنا علیہا روحہا و ریحانہا۔

یعنے تیری طرف نوجوانی کی قوتیں رد کی جائینگی۔ اور تجھ پر پھر زمانہ[5] جوانی کا آئے گا۔ یعنے جوانی کی قوتیں دیکھے گی۔ تا خدمت دین میں حرج[6] نہ ہو۔ اور اگر تم اے لوگو ہمارے اس نشان سے شک میں ہو تو اسکی نظیر پیش کرو۔ اور تیری بیوی کی طرف بھی تروتازگی واپس کی جائیگی

(الہام ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء مندرجہ بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء)

اسکی تشریح میں لکھتے ہیں۔ کہ :-

"میری صحت تین چار ماہ سے بہت بگڑ گئی ہے۔ صرف دو وقت ظہر و عصر کی نماز کے لئے جا سکتا ہوں۔ اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ ایک سطر لکھنے سے دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ حالت خطرناک اور مسلوب القوئے ہوں۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المریض امراض رحم و جگر میں مبتلا ہے۔ پس میں نے اپنی اور اپنی بیوی کی صحت کے لئے دعا کی تھی جس پر یہ الہام ہوا۔ ان کے معنے خدا تعالے بہتر جانتا ہے۔ صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی ہمیں صحت عطا فرمائے گا۔ اور مجھے توفیق عطا کریگا۔ جن سے میں خدمت دین کر سکوں گا"

مرزا صاحب کی یہ حالت ان کی موت کا پیش خیمہ تھی۔ مگر وہ تو سو سال کی امید باندھے بیٹھے تھے۔ ابھی محمدی بیگم کے نکاح کی لو لگی ہوئی تھی۔ اس لئے بڑھاپے میں جوانی کے خواب

---

[1] مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی نے اپنے رسالہ غایت المرام مطبوعہ ۱۸۹۱ء میں پیشگوئی کی تھی کہ زیارت بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب نہیں ہوگی۔ ان کی یہ پیشگوئی بالکل صحیح نکلی۔ [2] مرزا صاحب ریل کو خر دجال بتایا کرتے تھے جس پر زندگی میں بھی سوار ہوتے رہے اور مرنے پر بھی باز نہ آئے [3] تمام جوانی اور وقت پیری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں۔ [4] ہمیں اسمیں شبہ ہے۔ البتہ محمدی بیگم کے نکاح کے لئے خود جوانی کے خواہاں ہونگے۔

نظر آتے تھے۔ مگر اس الہام سے ٹھیک دو سال بعد چل بسے۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

(۸) اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس (نصرت جہاں بیگم) کے بعد پائیگا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) اس الہام کے بعد نہ کوئی نکاح ہوا۔ نہ خواتین مبارکہ یا نامبارکہ حاصل ہوئیں۔ اور نہ اولاد ہوئی۔ محمدی بیگم والا نکاح شائد اس الہام کو سچ کر دیتا۔ مگر اللہ نے نہ چاہا۔ کہ جھوٹ کو سچ کر دکھائے۔

(۹) ڈائری ۲۷ اگست ۱۹۰۷ء۔ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سخت تپ سے بیمار ہیں اور بعض دفعہ بیہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ انکی نسبت آج الہام ہوا۔ ؎ **قبول ہوگئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔"** یعنے دعا قبول ہوگئی۔ کہ اللہ تعالیٰ میاں موصوف کو شفا دے۔ (بدر یکم ستمبر ۱۹۰۷ء) یہ لڑکا ۱۶ ستمبر کو صبح کے وقت فوت ہو گیا (دیکھو ریویو اکتوبر ۱۹۰۷ء) اسلئے صحت کا الہام غلط نکلا۔

(۱۰) "آپ کے لڑکا ہوا ہے۔ یعنی لمنزل المبارک۔" (ریویو اکتوبر ۱۹۰۷ء) "ایک حلیم لڑکے کی ہم تجکو خوشخبری دیتے ہیں۔ جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ اور اسکا قائمقام اور اسکا شبیہہ ہوگا۔" (اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء) ان الہامات کے بعد کوئی لڑکا نہ ہوا۔ اور مرزا صاحب چل دیئے۔ اسلئے یہ دونوں الہام بھی غلط ثابت ہوئے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ناظرین! یہ دس الہام بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں۔ جو قطعاً غلط ثابت ہوئے۔ بہت سے الہام فٹ بال کی طرح گول مول ہوتے تھے۔ جن کا سر نہ پیر۔ جہاں چاہو چسپاں کر لو۔ اور جو چاہو معنی لگا دو۔ مثلاً

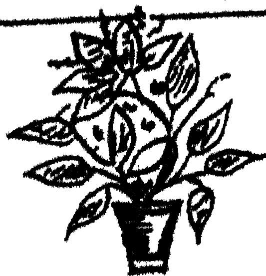
(۱) "پہلے غشی پھر بیہوشی پھر موت"۔	مرنیوالوں کی حالت عموماً ایسی ہوا ہی کرتی ہے اسمیں الہام کی کیا بات ہے
(۲) "پچیس دن یا پچیس دن تک"۔	نتیجہ نامعلوم۔

	نتیجہ
(۳) "ایک ہفتہ تک کوئی باقی نہ رہیگا"	۰ ! !
(۴) "السوسی البشن"	کچھ پتہ نہیں الہام گولائی میں مزہ رکھتا ہے۔
(۵) "موت ۱۳ ر ماہ حال کو"	ماہ حال کی نسبت کیا؟ نہیں معلوم یہی شعبان مراد ہے یا کوئی اور مہینہ۔ "۳۰ شعبان کو صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا۔ دھیٹ کہدیا۔ کہ الہام میں ۱۳ تھا یا ۲۳ یا ۳۰ ٹھیک یاد نہیں۔

ان غلط اور جھوٹے الہاموں کا مرزا صاحب کی عبارت (تجلیات الہیہ ص۲۵ ۲۶ مندرجہ بالا) سے مقابلہ کرکے مرزائی صاحبان سے التماس ہے کہ کیا وہ ان الہاموں کو صحیح مانتے ہیں۔ اگر صحیح مانتے ہیں۔ تو یہ غلط کیوں نکلے؟ اور اگر غلط مانتے ہیں۔ تو مرزا صاحب پر ان کا ایمان کیوں ہے؟ اور کیوں بحکم آیت مندرجہ عنوان یہ جھوٹے الہامات القائے شیطانی نہیں سمجھے جاتے؟۔ اور ابن صیاد کی طرح مرزا صاحب کو کیوں مدعی کاذب تصور نہیں کیا جاتا؟

دوستو! ان الہامات کو دل کی آنکھوں سے دیکھو۔ اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ حبك الشيء يعمي ويصم۔ یعنی کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ جو اسکی برائیوں کو دیکھ اور سن نہیں سکتا۔ لیکن سمجھ کا مادہ اور عقل کا نور انسان کو اسی لئے عطا ہوا ہے۔ کہ اندھا دھند کام نہ کرے مخصوصاً دینی معاملات میں مولانا روم فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست



چوتھی فصل

دس خلاف شرع کشوف و الہام

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جاں مسلم داشتن

تمام سلف صالحین۔ اولیائے کرام وصلحائے عظام کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ الہام و کشف حجت شرعی نہیں ہے یعنی الہام وکشف کو قرآن و حدیث پر پیش کرنا چاہیئے۔ اگر موافق شریعت ہو تو درست ہے ورنہ اسے رد کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ وسوسہ شیطانی ہے۔ چنانچہ۔ ۔

(۱) ایک بار غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو شیطان نے دھوکا دیا۔ اور ایک نورانی شکل میں متشکل ہو کر نظر آیا۔ اور آپ سے کہا۔ کہ تیری عبادت قبول کیگئی۔ تکلیفات شرعی تجھ سے اٹھالی گئیں۔ اور بعض حرام چیزیں تیرے لئے حلال کیگئیں نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے۔ آپ نے فوراً سمجھ لیا۔ کہ یہ شیطان ہے۔ اور لاحول پڑھکر اسے دفع کیا۔ (طبقات کبریٰ امام شعرانی م۹ ۱ے مرزا صاحب نے بھی رسالہ مزدرۃ الامام ص۱ پر اسکو نقل کیا ہے۔

(۲) علامہ سید محمد بن اسمٰعیل فرماتے ہیں۔ کہ کشف و الہام احکام میں لائق استدلال نہیں۔

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج الاعتدال میں فرماتے ہیں۔ کہ کشف و الہام کا دین و احکام میں کچھ اعتبار نہیں اور نہ لائق التفات ہے۔

(۴) مجالس الابرار میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص یہ گمان کرے۔ کہ جو الہامات دل میں پیدا ہوں۔ ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے استغنا کی جاتی ہے۔ وہ اشد کافروں میں سے ہے غرض مطلب یہ ہے۔ کہ الہام وکشف جب تک کتاب و سنت کے موافق نہ ہو۔ لائق اعتبار نہیں۔

خود مرزا صاحب نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام ص۲۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ:-

وَمَنْ تَفَوَّهَ بِكَلِمَةٍ لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ صَحِيحٌ فِي الشَّرْعِ مُلْهَمًا كَانَ أَوْ مُجْتَهِدًا فَبِهِ الشَّيْطَانُ مُتَلَاعِبَةٌ یعنے جو شخص ایسی بات کہے جسکی شرع میں کوئی اصل نہ ہو خواہ وہ شخص ملہم یا مجتہد ہی کیوں نہ ہو۔ سمجھہ لینا چاہیئے۔ کہ شیطان اس سے کھیلتا ہے۔ آگے چلکر اس صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کہ:-

"اس پر علمائے اسلام صوفیائے کرام۔ اور اولیائے عظام کا اتفاق ہے۔ کہ جو الہام و کشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے خلاف ہو۔ وہ شیطانی القا ہے" لیکن مرزا صاحب کو اپنے الہامات و کشوف کی صحت پر اتنا اعتبار اور دعوے تھا۔ کہ ان میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ عبارت محولہ بالا سے آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کہ:-

وَقَدْ كُشِفَ عَلَيَّ أَنَّهُ صَحِيحٌ خَالِصٌ مُوَافِقُ الشَّرِيعَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَا لَبْسَ وَلَا شَكَّ وَلَا شُبْهَةَ یعنے مجھپر یہ امر منکشف ہوا ہے۔ کہ میرے تمام الہام صحیح خالص اور موافق شریعت ہیں۔ جن میں کسی شک و شبہ کو دخل نہیں ہے"

آپکے الہام و کشف جیسے کچھہ ہوتے تھے۔ اسے سب جانتے ہیں۔ کچھہ نمونہ یہاں دیا جاتا ہے اس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ مرزا صاحب شریعت کو کیا سمجھتے تھے۔

(۱) قرآن کریم میں **عقیدہ ابنیت** (اللہ تعالیٰ کی اولاد) کی پورے زور سے تردید فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اس زمانہ میں اس باطل اعتقاد کے معتقد تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا یعنے قریب ہے۔ کہ آسمان پھٹ جائیں۔ زمین شق ہو جائے۔ اور پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ جائیں سبب کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا پکارا جاوے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا سُبْحَانَهُ۔ یعنے اللہ تعالیٰ پاک ہے کسی کو بیٹا نہیں بناتا۔ الیسا ہی پڑھو سورۂ اخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ یَلِدْ ۔ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ

اللہ ایک ہے ۔ پاک ہے ۔ اس نے کسی کو نہیں جنا ۔ اور نہ اسکو کسی نے جنا ۔ اور نہ اسکا کوئی کفو ہونا ممکن ہے " وغیرہ ۔ ان سب آیات میں توحید الٰہی کو ، صرف ابنیت و ولدیت سے بلکہ ابن اور ولد کو لفظ سے بھی پاک صاف کر دیا گیا ہے ۔ کیونکہ پہلی آیت میں لفظ دَعَوْا فرمایا ہے جس کے معنے صرف پکارنے اور کہنے کے ہیں ۔ اعتقاد رکھنا شرط نہیں ۔ اس سے بھی زیادہ تشریح اللہ تعالےٰ نے یوں فرما دی ۔ کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو کہلوا دیا ۔ کہ :۔

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۔ یعنے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کفار سے کہدو ۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بیٹا ہوتا تو پہلے میں اسکی عبادت کرتا ۔

لیکن اس صاف اور مصفا تعلیم کے خلاف مرزا صاحب کو حسب ذیل الہام ہوتے ہیں ۔

انت منی بمنزلۃ ولدی (حقیقۃ الوحی ص۸۶) انت منی بمنزلۃ اولادی (الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء) اسمع ولدی (البشریٰ جلد ا ص۴۹)

ان ہر سہ الہامات میں مرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے ۔ کہ اللہ نے ان کو ولد (بیٹا) کہکر مخاطب کیا ہے لیکن نص قرآنی اس لفظ کے قطعاً خلاف ہے ۔ اگر مرزائی اسکو استعارہ و مجاز سمجھتے ہیں ۔ تو مرزا صاحب کم از کم سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعاری یا مجازی معبود تو ثابت ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ آیت قرانی محولہ بالا سے واضح ہے ۔ ایسا ہی مرزا صاحب توضیح مرام ص۲۷ پر لکھتے ہیں ۔ کہ :۔

مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے ۔ کہ اسکو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں " مرزا صاحب نے اسجگہ عیسائیوں کے باطل عقیدہ کی کیسی صاف تائید کی ہے ۔ جو قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے ۔

(۲) الہام ہے " ہے رودّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے " ۔ اس الہام کی تشریح مرزا صاحب لیکچر سیالکوٹ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۴ء میں اسطرح کرتے ہیں ۔ کہ :۔

ایسا ہی میں (غلام احمد) راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں بڑا تھا۔ یا یوں کہنا چاہئیے کہ حقیقت روحانی کی رُو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے قیاس سے نہیں بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخر زمانہ میں اسکا یعنے کرشن کا بروز یعنے اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔"

جب مرزا صاحب حقیقت روحانی کی رو سے کرشن تھے۔ تو ضروری اور لازمی ہے۔ کہ ان کے عقائد بھی کرشنیہ ہی تھے۔ بروز کا مسئلہ بھی انہوں نے کرشن جی کی تعلیم سے ہی لیا ہے۔ کہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز بنتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص۷۲) اور اپنا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بتلاتے ہیں۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) کہیں حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کا اپنے جسم کے اندر حلول کر جانا بیان کرتے ہیں۔ (التبلیغ ص۹۰-۹۱) یہاں کرشن کہنیا جی بن بیٹھے ہیں۔ یہ شلث مختلف الاضلاع اسلام کے سیدھے سادے اصولوں کی رُو سے ناقابل تسلیم ہے۔ کرشن جی مہاراج ہندوؤں کے اعتقاد میں پرمیشور کا اوتار تھے۔ چنانچہ ان کو کرشن بھگوان کہا جاتا ہے۔ وہ تناسخ کے قائل۔ قیامت کے منکر اور بہشت و دوزخ سے انکاری تھے۔ چنانچہ ان کی کتاب گیتا میں لکھا ہے۔

(الف) بلقیہ تناسخ کند داورش ۔۔۔ بانواع قالب درون آردش

برین ہائے معہود در میروند ۔۔۔ بجسم سگ و خوک در میروند (گیتا مترجم فیضی ص۱۳۲)

(ب) ایک قالب سے دوسرے قالب میں جانا دیکھو گیتا۔ اشلوک ۱۲-۱۳ و ۲۲ ادھیائے ۲ ترجمہ دوار کا پرشاد افق (اشلوک ۱۵-۱۶ ادھیائے ۴۔ (اشلوک ۱۹ ادھیائے ۷۔ (اشلوک ۱۹ ادھیائے ۹ و اشلوک ۱۵ ادھیائے ۱۲ وغیرہ۔

غرض یہ مسئلہ ہے۔ کہ کرشن جی کا مذہب تناسخ تھا۔ جب مرزا جی بالکل کرشن بن گئے۔ تو ان عقائد کے ساتھ وہ مسلمان کسطرح رہے۔ دعوے ایسے لمبے اور پھر کہتے ہیں۔ کہ

؎ آپ کو تو غرض بڑائی سے تھی۔ خواہ کہیں سے ملے۔

میرے وجود میں سوائے نور محمد کے کچھ نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص۷۱) ایسے ہی ان کے یہ الہام ہیں
تو ہے آریوں کا بادشاہ۔" (حقیقۃ الوحی ص۸۵) برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں۔
(حقیقۃ الوحی ص۹۹) کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کے لئے شایاں ہے کہ قرآن و حدیث
کو چھوڑ کر اور اسلام کے چشمہ صافی سے منہ موڑ کر ستمر کوں اور تناسخ کے قائلوں کے پیچھے پیچھے
جوتیاں چٹخاتا پھرے۔ اور مکہ شریف کو چھوڑ کر متھراجی کا رخ کرے سے

ترسم نہ رسی بکعبہ اے تاتاری[۱]
کایں راہ کہ تو میروی بکفرستان است

ان باطل الہاموں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب اسلام اور اسکی تعلیم پر کامل ایمان نہیں رکھتے تھے
(۳) یحمدک اللہ من عرشہ ویمشی الیک۔ ترجمہ۔ خدا عرش
پر سے تیری حمد کرتا ہے۔ اور تیری طرف آتا ہے۔ (الہام مندرجہ انجام آتھم ص۵۵)
قرآن مجید کی پہلی آیت ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سب تعریف اللہ
کے ہی لئے سزاوار ہیں۔ جو جہانوں کو پالنے والا ہے) اُدھر سردار انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ یعنے (اپنے خدا کی حمد کر)
کیا مرزا صاحب کے الہام سے بموجب آیاتِ قرآنی اللہ تعالیٰ کا مقابلہ اور اشرف المخلوقات
و خیر البشر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک متصور نہیں؟ اور کیا خدا سے اپنی حمد
کرا کر مرزا صاحب نے صریح طور پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت کا
اظہار نہیں کیا؟
(۴) اخترتک لنفسی الارض والسماء معک کما ھو معی[۲] (الہام مندرجہ حقیقۃ الوحی
ص۷۵) یعنے میں نے تجھے اپنے نفس کیلئے پسند کیا۔ زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔

---

[۱] مرزا صاحب اپنے آپ کو تاتاری الاصل بتاتے ہیں۔
[۲] مرزا صاحب کے ملہم کی عربی دانی لفظ ھو سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں ھما چاہیئے۔

(۵) ان اللہ معک۔ ان اللہ یقوم این ما قمت۔ الہام مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم

یعنے خدا تیرے ساتھ ہے اور وہیں کھڑا ہوتا ہے۔ جہاں تو کھڑا ہو۔

(۶) کل لک ولامرک (بدر ۲ مارچ ۱۹۰۷ء) ارید ما تریدون۔ انما امرک

یعنے سب کچھ تیرے لئے اور تیرے حکم کیلئے ہے۔ (اے مرزا) میں وہی ارادہ کرتا ہوں جو تو ارادہ کرے سا۔ تیرا

اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون (الہام مندرجہ الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء حقیقۃ الوحی)

مرتبہ یہ ہے۔ کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے۔ اور کہدے کہ ہوجا۔ وہ ہوجائیگی۔

(۷) انت منی وانا منک۔ (الہام مندرجہ حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر ۷۴)

یعنے اے مرزا تو مجھ سے ہے۔ اور میں تجھ سے ہوں۔

(۸) انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی (الہام مندرجہ اربعین ۲)

یعنے تو میرے نزدیک بمنزلہ میری توحید وتفرید کے ہے۔ انت منی بمنزلۃ بروزی

یعنے تو ہمارا بروز یا اوتار ہے (تجلیات الٰہیہ ۲۳)

الہامات نمبر ۴ تا ۸ پر مکرر غور کرو۔ کیا مرزا صاحب اللہ تعالٰی کے حکم وقدرت میں شریک ہیں؟ (الہام ۵) اور کیا خدا وندکریم کو مرزا صاحب نے کوئی ما ولا اولی مقرر کر رکھا ہے۔ جو ہر وقت پیچھے پیچھے ہی رہتا ہے۔ (الہام ۵) کیا خدا وندکریم مرزا صاحب کی دانست میں ضعیف العمر ہو گئے ہیں۔ جو سب کچھ مرزا صاحب کے حکم و ارادہ کے ماتحت کردیا ہے (الہامات ۶) بعض ہمہ اوست کے عقیدہ والوں کے نزدیک مرزا صاحب تو خدا سے ہو سکتے ہیں۔ لیکن خدا مرزا صاحب سے کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا ہونا ممکن ہے۔ تو مرزائیوں کو چاہیئے۔ کہ اللہ میاں اور مرزا صاحب کا ایک شجرہ نسب پیش کریں (الہام ۷)

جب اللہ تعالےٰ بے مثل و بے مانند ہے۔ تو اس کی توحید و تفرید ہی بے مثل ہے لیکن جب مرزا صاحب اللہ کی توحید و تفرید و بروز کی مانند ٹھیرے۔ تو توحید و تفرید کہاں رہی (الہام ۸)۔ غرض یہ سارے الہامات ایک دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے

مرزائی ایسے الہامات کو متشابہات کہکر پیچھا چھڑانا چاہا کرتے ہیں۔ مگر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ متشابہات کے یہ معنے کس نے کئے ہیں۔ کہ وہ اصول اسلام کے مخالف ہوتے ہیں۔ مرزا صاحب تو قرآن شریف کو ثریا سے دوبارہ لاکر اس کے اسرار و رموز منکشف کرنے کے مدعی تھے مگر بجائے انکشاف کے لوگوں کو اور بھی چکر میں ڈالدیا۔ اور یہ چند الہام تو بطور نمونہ از خروارے درج کئے گئے ہیں۔ ورنہ اس قسم کے اور بیسیوں الہام ہیں۔ مثلاً۔

"ستی ک ستی ہی یعنے اے مرزا (تیرا بھید میرا بھید ہے) ظہورک ظہوری (تیرا ظہور میرا ظہور ہے) لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تو نہ ہوتا۔ تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔ ہب سلطنی علی النار (اے اللہ مجھے دوزخ کا اختیار دیدے) وغیرہ وغیرہ"

یہ جھوٹی تعلیاں۔ یہ بیہودہ شیخیاں اور یہ فضول بڑائیاں۔ نبی معصوم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سچے متبع کے منہ سے ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے حکم دیکر ان سے کہلوایا تھا۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ یعنے (اے محمد کہدے کہ میں تو تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں۔ ہاں! مجھپر وحی نازل ہوئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے)"

اس مضمون کو مولانا حالی مرحوم نے اسطرح نظم کیا ہے۔

نصاریٰ نے جسطرح کھایا ہے دہوکا — کہ سمجھے ہیں عیسیٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا — میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

مجھے تم پہ ہے صرف اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اسکا اور ایلچی بھی

اسی مضمون کو ایک اور صاحب اسطرح ادا کرتے ہیں۔

مری قبر کو تم نہ مسجد بنانا نہ تربت پہ میرے کبھی سر جھکانا
مری منزلت سے نہ مجھکو بڑھانا خدا سے نہ ہرگز کہیں جا بھڑانا

کہ مجھ میں نہیں کوئی شان خدائی

بشر ہوں تمہاری طرح ایک میں بھی

مجھے تم پہ ہے صرف اتنی مزیت کہ بخشی خدا نے ہے مجھکو رسالت
دکھاتا ہوں لوگوں کو شمع ہدایت مٹاتا ہوں دنیا سے آثار ظلمت

عرب اور عجم کو میں سمجھا رہا ہوں!
پیام خدا سب کو پہنچا رہا ہوں!

منہاج نبوت کی رُو سے مرزا صاحب کو صادق ماننے والے **مرزائیو!** ذرا ایمان سے کہنا۔ کہ کسی نبی کو اس قسم کے الہام ہوئے ہیں۔ ہاں جواب قرآن و حدیث سے ہو۔ کہیں کرشن جی کی گیتا کو نہ لے بیٹھنا!۔

(۹) مرزا صاحب حقیقت روحانی کی رُو سے چونکہ کرشن ہونے کے مدعی تھے جیسا کہ ۲ فصل ہذا میں مذکور ہوا۔ اور کرشن جی کی گیتا میں لکھا ہے۔ کہ:-

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام
تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام (گیتا سنہ جیند ھنی)

اسلئے کرشن جی کی کرپا سے مرزا صاحب نے بھی خدائی کا دعوے کر ہی دیا چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:-

(الف) میں نے ایک کشف میں دیکھا۔ کہ خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا۔ کہ وہی ہوں (کتاب البریہ ص۷۹)

(ب) خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا۔ اور میرا غضب میرا حلم اور تلخی و شیرینی و حرکت و سکون سب اُسی

اُسی کا ہو گیا۔ اور اسی حالت میں مَیں یوں کہہ رہا تھا۔ کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی۔ (خدائے کاذب جو ہوئے!۔ من مولف) پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا۔ کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ اور کہا۔ انا زینا السماء الدنیا بمصابیح۔ پھر میں نے کہا۔ ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرینگے" آئینہ کمالات اسلام ۵۶۴-۵۶۵

معاذ اللہ من ھذہ الھفوات

عبارت مندرجہ بالا کسی شرح کی محتاج نہیں۔ اگر مرزا صاحب اس کشف کو شیطانی مان لیتے تو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ مگر وہ تو اسکو رحمانی مان کر متعدد کتابوں میں ذکر کرتے ہیں۔ اور باطل اور رکیک تاویلوں سے کام لیتے ہیں۔ فرعون نے بھی تو انا ربکم الاعلیٰ ہی کہا تھا جسکی وجہ سے کافر اور مردود ہوا۔ پھر مرزا صاحب اور فرعون میں کیا تفاوت ہے۔

(۱۰) درثمین ص۳۳ اور حقیقۃ الوحی ص۲۰۲ میں ایک کشف یا خواب کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ کہ:۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالےٰ کی زیارت ہوئی۔ اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں۔ جنکا یہ مطلب تھا۔ کہ ایسے ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذات دستخط کرانے کے لئے خدا تعالےٰ کے سامنے پیش کئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کے قلم سے اس پر دستخط کئے۔ اور دستخط کرتے وقت قلم کو چھڑکا جیسا کہ قلم پر زیادہ سیاہی آجاتی ہے۔ تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں۔ اور پھر دستخط کر دیئے۔ اور میرے پر اُس

۱؎ جب مرزا صاحب اسطرح سے خدا میں فنا ہو چکے تھے۔ تو پھر یہ بار بار مَیں مَیں کہاں سے آگئی۔

۲؎ آپ تو خدا میں فنا ہو چکے تھے۔ اور علحدہ وجود نہ تھے۔ پھر اپنی منشاء سے کیوں کام نہ کیا۔ اگر اللہ کی منشاء سے ترتیب و تفریق کی تو آپ اسوقت کون ہے نائب خدا یا کچھ اور۔ اور خدا تو آپ کے وجود میں داخل ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ کا اور اسکا منشا ایک ہی ہونا چاہیئے تھا۔ لہذا اسجگہ لفظ منشائے حق بے معنی ٹھہرتا ہے۔

وقت نہایت رقت کا عالم تہا۔ اس خیال سے کہ کسقدر خدا تعالے کا میرے پر فضل اور کرم ہے۔ کہ جو کچھ میں نے چاہا۔ بلا توقف اللہ تعالیٰ نے اس پر دستخط کر دیئے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ اور اُسوقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پیر دبا رہا تہا۔ کہ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اُسکی ٹوپی پر بھی گرے اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جہاڑنے کا ایک ہی وقت تھا۔ ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تہا۔ ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا۔ اور شک کریگا۔ کیونکہ اسکو ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا۔ مگر جسکو روحانی امور کا علم ہو۔ وہ اسمیں شک نہیں کر سکتا۔ اسیطرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ عبداللہ کو سنایا۔ اور اُسوقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تہے۔ عبداللہ جو ایک رویت کا گواہ ہے۔ اسپر بہت اثر ہوا۔ اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جواب تک اس کے پاس موجود ہے۔" اس کشف سے کئی باتیں ظاہر ہوئیں۔

(الف) اللہ تعالے کا جسم۔ جو میز۔ کرسی یا گاؤ تکیہ لگائے کچہری کا کام کر رہا تہا

(ب) سرخ روشنائی کا وجود۔ جو کپڑوں پر گری ہوئی اب تک موجود ہے۔

(ج) مرزا صاحب کی شیخی اور تعلّی۔ کہ خدا محض ایک کٹھ پتلی کی طرح مرزا صاحب کے منشاء کے مطابق کام کرتا ہے۔ اور مرزا صاحب جو چاہیں۔ اس سے کرا سکتے ہیں۔ اس سے مریدوں پر تو خوب رعب جا ہو گا۔ مگر مرزا صاحب کے خدا کا کسی ان ٹرینڈ (ناواقفکار) افسر کی طرح منشی کے لکھے ہوئے حکم پر محض دستخط کر دینا۔

(د) مرزا صاحب کے خدا کی لکھنے کے طریقے سے ناواقفیت کہ قلم کو سیاہی لگانی ہی نہیں آئی۔ اور زیادہ سیاہی لگا کر ناحق خراب کی۔

(ھ) مرزا صاحب کے خدا کی بینائی کا فتور۔ کہ پاس بیٹھے آدمیوں کو سرخی سے رنگ دیا۔[1]

---

[1] مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت نزول زرد چادروں میں ملبوس ہونگے۔ اس پر مرزا صاحب پھبتیاں اڑایا کرتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۶۳ پر دیکھو)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

تلک عشرۃ کاملۃ

مرزائیوا اس فصل کو پھر پڑھو۔ اور آئینہ کمالات اسلام کی ۵۴۸ والی عبارت سے مقابلہ کر کے عقل سلیم اور نور ایمان سے فتوے طلب کرو۔ کہ اگر یہ الہامات وکشوف شیطانی نہیں ہیں۔ تو پھر شیطانی الہام اور کشف کیسے ہوتے ہیں؟ خدا آپ کو ہدایت نصیب کرے۔ امین۔

بقایا نوٹ صفحہ ۵۲ ملاحظہ ہو

کہ وہ چادریں کس کارخانہ میں بنی ہونگی؟ رنگ کہاں سے رنگا گیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان کے اس کشف نے ثابت کر دیا۔ کہ اللہ میاں کے یہاں کوئی بساطی کی دوکان ہی ہے۔ جہاں سے کاغذ قلم۔ دوات۔ سیاہی سرخی وغیرہ چھاپی جاتی ہے۔ جو مرزائی اپنے پیر کی تقلید میں مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ انہیں واضح رہے۔ کہ جہاں سے مرزا صاحب سرخ روشنائی اور قلم دوات دستخط کرنے کو لے گئے تھے۔ وہیں سے ان چادروں کے لئے رنگ بھی مل جائے گا۔ انہیں ناحق فکر ہے۔

پانچویں فصل

دربیانِ اختلاف بیانیاں

وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا

(یعنے یہ کلام اگر اللہ کے سوائے اور کسی کی طرف سے ہوتا۔ تو ضرور اسمیں بہت سے اختلاف پائے جاتے۔ قرآن شریف)

ہے مگر سخن ساز بھی دنیا میں عجب چیز ٭ پاؤگے کسی فن میں کہیں بند نہ اسکو
موجود سخن گو ہیں جہاں وال ہیں طبیب آپ ٭ اور جاکے ہیں بن آپ طبیب بھی سخن گو
دو نوں ہیں کوئی ہو تو انہیں ہیں سب کچھ ٭ پر ہیچ ہیں جسوقت کہ موجود ہو دو

آیہ وافی ہدایہ مندرجہ عنوان میں اللہ تعالےٰ نے سچے اور جھوٹے مدعیان الہام کی شناخت کا ایک عظیم الشان معیار بتایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مدعی الہام ہو۔ اور اپنے کام اور اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتا ہو۔ مگر دراصل وہ جھوٹا ہو۔ تو ضروری ہے۔ کہ اس کے اقوال میں بہت کچھ اختلاف پائے جائیں گے۔ چنانچہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں ایسے بہت لوگ گذرے ہیں۔ جنہوں نے جھوٹے دعوے کئے۔ اور جھوٹے الہام سنائے۔ لیکن سنت الٰہی کے مطابق۔ بعض جلد اور بعض کچھ عارضی فروغ کے بعد انجام کار خائب وخاسر اس جہاں سے رخصت ہوئے۔ ایسے چند مدعیان کاذب کا حال فصل اول میں مذکور ہو چکا ہے۔

مرزا صاحب کی تصانیف کو دیکھو۔ اور ان کے اقوال پر ایک سطحی نظر ڈالو۔ تو بظاہر

کسی قدر خوشنما اور خوش آئند معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ انہوں نے اس مصنوعی سونے کو حق کی کسوٹی پر رکھکر صدق و کذب میں فرق دکھلا دیا جس سے وہ نہ صرف خود ہی اس فتنہ سے بچے۔ بلکہ خلق اللہ کو ہدائیت کا راستہ دکھا کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوئے (جزاھم اللہ احسن الجزاء)

مرزا صاحب کی تصانیف و تالیفات کا ایک خاص پہلو یہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ وقت اور موقعہ کی مناسبت دیکھکر لکھتے اور کہتے رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں بہت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور اختلافات بھی معمولی نہیں۔ بلکہ اصولی۔ اس سخن آرائی کی بدولت مرزا صاحب کی حالت اس ضرب المثل کی مصداق ہی۔ کہ:۔

"پیش ملاّ طبیب - و پیش طبیب ملاّ - و پیش ہر دو ہیچ - و پیش ہیچ ہر دو"

(جس کا اردو ترجمہ عنوان میں تحریر ہو چکا ہے)

پس جب ان کی حالت یہ ہے۔ اور قرآنی کسوٹی ہمارے ہاتھ میں ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کی تعلیم کو بھی دوسرے کاذب مدعیان الہام و رسالت کی طرح کذب نہ کہا جاوے اس بارہ میں مرزا صاحب کے ساتھ اگر حسب قول ان کے حسن ظن وغیرہ کی بناء پر کوئی نرمی کا سلوک کیا جا سکتا ہے تو پھر گذشتہ کذابوں کو کیوں اس حسن ظن سے محروم رکھا جاوے

بہر حال اسکا فیصلہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی تصانیف و الہامات کے بے شمار اختلافات میں سے کتاب ہذا کی مناسبت کے لحاظ سے صرف دس اختلاف بیانیاں یہاں درج کرتے ہیں۔ اور میرزائی صاحبان کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ ان اختلافات میں تطبیق کر کے دکھلا دیں۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں۔ تو نص قرآنی کو مدنظر رکھکر اور نور ایمان سے اس پر غور کر کے فیصلہ کریں۔ کہ ایسی حالت میں انہیں کیا کرنا چاہیئے۔

(۱) دعوائے محدثیت و نبوت کا نفی اثبات۔

(الف) مرزا صاحب سے سوال ہوا۔ کہ آپ نے فتح اسلام میں دعوئے نبوت کیا ہے

جواب دیا کہ نبوت کا دعوے نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۴۲۱)

(ب) توضیح مرام میں بھی جو الہامی کتاب ہے۔ اپنا محدث ہونا ہی درج کیا ہے۔

برخلاف اس کے

جب نبی بننے کی ضرورت پڑی۔ تو مذکورہ بالا تحریروں کو بھلا کر لکھتے ہیں۔ کہ :۔

(ج) "اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتلاؤ کہ کس نام سے اسکو پکارا جاوے۔ اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں"۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

حوالہ الف میں محدثیت کا اقرار ہے۔ اور نبوت کا انکار مگر حوالہ ج میں نبوت کا دعوے ہے۔ اور محدثیت سے انکار۔ پس بقول خود نہ آپ محدث ہیں۔ نہ نبی۔

(۲) **متعلق کفر و اسلام محمدیاں**۔ عبارات ذیل قابل غور ہیں۔

(الف) یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا۔ ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے سوائے جسقدر ملہم اور محدث ہیں۔ تو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرافراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ (تریاق القلوب حاشیہ ص۱۳۰)

(ب) جو شخص ایک نبی علیہ السلام کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ اسکی آزمایش انبیاء کی آزمایش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اسلئے آتے ہیں۔ کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرائیں۔ بعض احکام کو منسوخ کریں۔ اور بعض نئے احکام لاویں۔ لیکن اسجگہ تو ایسے انقلاب کا دعوے نہیں۔ وہی اسلام ہے۔ جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں

جو پہلے تھیں۔ اس دین میں سے کوئی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اسقدر حیرانی ہو۔ مسیح موعود کا دعوے اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا۔ کہ جبکہ اس کے ساتھ نعوذ باللہ کوئی دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی۔ اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق[1] رکھتی" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۳۹)

مذکورہ بالا زمیوں کو دیکھو۔ جو ایک نئے دوکاندار کیلئے لازمی ہوتی ہیں۔ بعد میں جب ذرا دوکان جمی اور خریداروں کی تعداد بڑھی پھر تو وہ گرم مزاجیاں ہوئیں جو دیکھنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

(ج) "جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا۔ اور بیعت میں داخل نہ ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہیگا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے" (الہام مندرجہ معیار الاخیار ص۸)

(د) خطاب بہ علمائے انجمن حمایت اسلام لاہور "تم میرے منکر ہو۔ تمہاری دعائیں طاعون کے بارہ میں قبول نہ ہونگی۔ کیونکہ تمہارے حسب حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (دافع البلا ص۱۲ مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء)

(ہ) لعنة اللہ علی من تخلف عنا وابی "خدا کی لعنت ہو اس پر جو ہمارا خلاف یا انکار کرے" (خط بنام پیر مہر علیشاہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء)

(و) قطع دابر القوم الذین لا یومنون۔ یعنے۔ جو قوم مرزا پر ایمان نہ لائے گی۔ اسکی جڑ بنیاد کاٹ دی جاویگی" (الہام مندرجہ بدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء)

(ز) مرزا کا الہام نص صریح ہے۔ اور نص صریح کا منکر کافر ہے۔ (الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء) آج چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کا رسول اسکی طرف سے خلقت کے لئے رحمت اور برکت ہے۔ ہاں جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو نہ مانے گا وہ جہنم میں اوندھا گرے گا۔ (حوالہ ایضاً)

---

[1] یہ فرق ہی آگے بیان ہوتا ہے۔ جو آپنے خود ہی تجویز کیا۔

(ح) خدا نے میرے پر ایمان لانے کیواسطے تاکید کی ہے۔ میرا دشمن جہنمی ہے (انجام آتھم ص ۶۲)

(ط) تم پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر۔ مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (اربعین ص ۲۸ مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۰ء)

(ی) بہرحال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ (مرزا صاحب کا خط مندرجہ الذکر الحکیم نمبر ۴ ص ۲۳)

(ک) اسم او اسم مبارک ابن مریم مے نہند — آں غلام احمد است و میرزائے قادیاں
گر کسے آرد شکے در شان او آں کافر است — جائے او باشد جہنم بے شک و ریب گماں
(خلیفہ اول مولوی نور الدین۔ الحکم ۱۷ اگست ۱۹۰۸ء)

(ل) مرزا صاحب مسیح موعود ہیں۔ ان کا منکر کافر ہے۔ (نیز) مرزا صاحب رسول ہیں۔ ان کا منکر کافر ہے" (تقریر مولوی نور الدین بمقام لاہور احمدیہ بلڈنگس)

ناظرین! حوالہ جات الف وب کو پھر پڑھیں۔ اور اس کے بعد ان دس الہامات و اقوال پر غور کریں۔ کیا یہ دونوں باتیں ایک ہی چشمہ سے نکلی ہیں؟ ہرگز نہیں! آخری دو حوالجات مرزا صاحب کی تعلیم کے نتائج کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو ان کی امت نے اخذ کئے تھے۔ بلکہ مولوی نور الدین صاحب نے ایک جگہ تو بالکل یک رخہ فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ:- "میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے معتقدات کو مدار نجات ماننا میرا ایمان ہے" (بدر ۲۴ مئی ۱۹۱۲ء)

خلیفہ موجودہ مرزا محمود احمد صاحب خلف مرزا غلام احمد صاحب نے تو بمقتضائے پدر اگر نتواند پسر تمام کند۔ بالکل صاف لفظوں میں فیصلہ کر دیا۔ کہ مرزائیوں کے سوائے دنیا بھر کے سب مسلمان خواہ ان کو مرزا صاحب کی خبر ہوئی یا نہیں۔ سب کافر ہیں۔ (دیکھو

تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۳۹ و انوار خلافت ص ۹)

گویا قرآن شریف اور توحید و رسالت کو جو ۱۳۰۰ برس سے مسلمانوں نے مدار نجات ٹھہرا رکھا ہے۔ اور وہ اسلام جس پر سواد اعظم کا عمل در آمد ہے۔ کوئی چیز نہیں تا وقتیکہ اس کے ساتھ مرزا اور اسکی ہفوات کو نہ مانا جاوے۔ بہر حال مرزا صاحب کے پہلے اور پچھلے اقوال میں زمین آسمان کا اختلاف ہے۔

(۳) **ختم نبوت** کے متعلق آپ کا پہلے جو عقیدہ تہا۔ وہ حوالہ جات ذیل سے ظاہر ہے

(۱) بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مقام دہلی)

(۲) مجھے کب جائز ہے۔ کہ نبوت کا دعوے کر کے اسلام سے خارج ہو کر کافروں کی جماعت میں جا ملوں " (حمامۃ البشریٰ عربی ص ۷۹ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

لیکن ۔ بعد میں نبی بننے کے لئے عجیب عجیب رنگ ظل۔ بروز۔ مظہر۔ مثیل وغیرہ کے اختیار کئے۔ اور بالآخر صاف لکھدیا۔ کہ:۔

" ہمارا مذہب تو یہ ہے۔ کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہو۔ وہ مردہ ہے۔ یہودیوں۔ عیسائیوں۔ ہندؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے۔ کہ ان میں کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اسکو دوسرے دینوں سے بڑھکر کہتے ہیں۔ ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے۔ اور اللہ تعالے کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسلئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہیئے۔ (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

(۴) **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر** کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ:۔

(الف) اس بات کو عقل قبول کرتی ہے۔ کہ انہوں نے (حواریوں نے) فقط ندامت کا

کلنک اپنے منہ پر سے اُتارنے کی غرض سے ضرور یہ حیلہ بازی کی ہوگی۔ کہ رات کے وقت جیسا کہ ان پر الزام لگا تھا۔ یسوع کی نعش کو اسکی قبر میں سے نکال کر کسی دوسری قبر میں رکھدیا ہوگا اور پھر حسب مثل مشہور کہ۔ خواجہ کا گواہ ڈڈو۔ کہدیا ہوگا۔ کہ جیسا تم درخواست کرتے تھے یسوع زندہ ہو گیا (ست بچن ص۱۶۲) (بقول مرزا صاحب) یہ قبر یروشلم میں ہے۔ جہاں حضرت یسوع مسیح کو صلیب ہوئی۔

(ب) یہ تو سچ ہے۔ کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا۔ پھر زندہ ہوگیا۔ (ازالہ اوہام مطبوعہ بار دوم ص۱۹۷)

(ج) ہاں بلاد شام میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی پرستش ہوتی ہے۔ اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بہ سال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ ست بچن حاشیہ ص۱۶۴ ط

(د) اور حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ کشمیر میں جا کر وفات پائی۔ اور اب تک کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے (ست بچن حاشیہ ص۱۶۴ ز)

اب ناظرین ہر چہار اقوال پر غور کر کے خود ہی نتیجہ نکال لیں۔ کہ مرزا صاحب کی کونسی بات کو سچ مانا جائے۔ پہلے مسیح کی قبر یروشلم میں بتلاتے ہیں۔ پھر ان کے اپنے وطن گلیل میں۔ پھر بلاد شام میں۔ اور پھر ان تینوں مقامات کو چھوڑ کر سرینگر کشمیر میں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام چار جگہ مرے؟ اور چار مقامات پر مدفون ہوئے؟ یہ مختلف باتیں الہامی دماغ سے منسوب ہو سکتی ہیں۔ یا مختل دماغ سے؟

(۵) مدت صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(الف) ازالہ اوہام ص۴۹ میں تین گھنٹہ لکھی ہے۔ مگر۔

(ب) ازالہ اوہام ص۳۹۲ میں دو گھنٹہ سے بھی کم۔ اور

(ج) ازالہ اوہام ص۳۸۱ پر چند منٹ ہی درج ہے۔

ایک ہی کتاب ہے جسمیں یہ تین مختلف اوقات درج ہیں۔ اور کتاب بھی الہامی ہی

اور دعوے یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب سلطان القلم تھے۔

(٦) نزول حضرت مسیح علیہ السلام۔

(الف) هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ۔

"یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ دین کاملہ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جاویگا" (براہین احمدیہ ص۴۹۸)

(ب) مسیح کی وفات اس کے عدم نزول اور اپنے مسیح ہونے کے الہام کو میں نے دس سال تک ملتوی رکھا۔ بلکہ اسکو رد کر دیا۔ اور حکم واضح اور صریح کا منتظر رہا۔ (حمامۃ البشریٰ ص۱)

(ج) "میرا یہ دعوے نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہ ہوگا۔ ممکن ہے۔ کسی آئیندہ زمانہ میں خاصکر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔ میں نے صرف مثیل ہونے کا دعوے کیا ہے۔ میرا یہ بھی دعوے نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ آئیندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار مثیل مسیح آجائیں۔ (ازالہ ص۱۹۹-۲۰۰)

(د) بالکل ممکن ہے۔ کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا میں حکومت و بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔ اور جبکہ یہ حال ہے۔ تو علماء کے لئے اشکال ہی کیا ہے۔ ممکن ہے۔ کسی وقت ان کی مراد بھی پوری ہو جاوے (ازالہ اوہام ص۲)

جب یہ بات ہے تو پھر اپنے نہ ماننے والوں پر جگہ جگہ بے فائدہ زہر کیوں اُگلا ہے (ملاحظہ ہو اسی فصل کا ۲ فقرہ ج تا ل)۔ اور مولوی نور الدین کا فتوے کہ جسطرح موسوی مسیح کا منکر کافر ہے اسی طرح محمدی مسیح کا منکر کافر ہے۔ اس سے تو سارا مرزائی گورکھ دھندا بگڑ جاتا ہے

(۷) ڈاکٹر عبدالحکیم خانصاحب نے ایک تفسیر لکھی تھی۔ جسکا نام تھا **تفسیر القرآن بالقرآن**۔ مرزا صاحب نے اس کی نسبت پہلے اپنی یہ رائے شائع کی۔ کہ:-

"نہایت عمدہ ہے۔ شیریں بیان ہے۔ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے"[۱]

لیکن جب ڈاکٹر صاحب نے مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھکر سلسلہ ارادت توڑ دیا۔ تو اس تفسیر کی نسبت اخبار بدر مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء میں لکھا۔ کہ:-

"ڈاکٹر عبدالحکیم کا تقوےٰ صحیح ہوتا۔ تو وہ کبھی تفسیر لکھنے کا نام نہ لیتا۔ کیونکہ وہ اسکا اہل نہیں ہے۔ اسکی تفسیر میں ایک ذرہ روحانیت نہیں۔ اور نہ ظاہری علم کا کچھ حصہ ہے"

اس اخبار کے صفحہ ۳ پر لکھے ہیں کہ:- "میں نے اسکی تفسیر کو کبھی نہیں پڑھا"

اگر کبھی نہیں پڑھا۔ تو پہلی اور پچھلی رائے کسطرح قائم کر دی۔ غرض تینوں باتیں ایک دوسری کے خلاف ہیں۔

(۸) **حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق**۔ مرزا صاحب کی جو روش تھی وہ ان کے حسب ذیل متضاد اقوال سے ظاہر ہے۔

(الف) "اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ ابن مریم آخری خلیفہ موسےٰ علیہ السلام کا ہے۔ اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں۔ جو خیر الرسل ہے۔ اس لئے خدا نے چاہا۔ کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

(ب) "اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے۔ کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے۔ جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے" (تریاق القلوب ص۱۵۷)

---

[۱] یہ تعریفیں اسلئے کی گئیں تھیں۔ کہ پہلے اس تفسیر میں مرزا صاحب کا مسیح ہونا بھی ثابت کیا گیا تھا۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب نے مرزا صاحب کا ذکر اسمیں سے نکالدیا۔ تو ہجوگوئی شروع کر دی۔

(ج) "خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"۔ ریویو آف ریلیجز صفحہ ۲۵۷ جلد اول۔

پہلے حوالہ میں آپ حضرت مسیح علیہ السلام کے برابر بنتے ہیں۔ دوسرے میں ان پر جزئی فضیلت کے مدعی ہیں۔ اور تیسرے میں ہر طرح سے افضل بن گئے ہیں۔ اور جب ان اختلافات کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو لکھدیا۔ کہ "میں نے یہ سب کچھ خدا کے حکم سے کہا ہے اسکی وجہ خدا سے ہی پوچھو۔ کہ کیوں اس نے مجھے مسیح پر فضیلت دیدی ... الخ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۰

کیا اچھا جواب ہے۔ کلام متناقض آپ کریں۔ اور اس کا جوابدہ ہو خدا تعالےٰ !! خدا تعالےٰ نے تو فرمادیا ہے۔ کہ :- لو کان من عند غیر اللہ ... الخ (آیت مندرجہ عنوان)

(۹) مرض طاعون کے متعلق جو پہلا اشتہار شائع ہوا۔ اسمیں طاعون کیوجہ عام بدکاری اور بے ایمانی ظاہر کیگئی۔ اور الہام بھی بتلایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ مگر۔

بعد میں بار بار اسکو اپنی تکذیب کا نتیجہ ظاہر کیا۔ چنانچہ اسی مضمون کو مولوی قاسم علی مرزائی نے یوں نظم کیا ہے۔

زلزلہ آتش فشانی سیل اور طاعون کا
ہو گئے باعث غلام احمد کے جھٹلانے کے دن

(۱۰) دجّال کے متعلق مرزا صاحب کی تحقیقات۔

(الف) علماء (مخالفین مرزا) دجال ہیں۔ (فتح الاسلام صفحہ ۱۴)

(ب) با اقبال قومیں دجال ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۱۴۶)

(ج) پادری دجّال ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۲۳)

(د) ابن صیاد دجّال تھا۔ (ازالہ صفحہ ۲۲۲)

چاروں اقوال جداگانہ ہیں۔ پھر اس انکو کھی تحقیقات پر لکھتے ہیں۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

آپ پر موبمو جو انکشاف ہوا۔ وہ ان چار مختلف حوالوں سے ظاہر ہے۔ اس لغو انکشاف پر تین حرف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف و صریح ارشادات کے مقابل پیش کیا جاتا ہے۔

لطیفہ۔ (مرزا صاحب کی روح سے سوال) کیوں جناب! دجال تو مسیح موعود کے زمانہ میں ہوتا تھا جس کے لئے آپ نے بھی پادریوں اور با اقبال (یورپین) قوموں کو دجال بناکر خود مسیح بننا چاہا ہے۔ لیکن بقول آپ کے دجال تھا ابن صیاد تو پھر آپ مسیح کسطرح ہوئے۔ جبکہ آپ کا دجال ابن صیاد ۱۳۰۰ برس ہوئے گذر چکا۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

یہ نمونہ ہے مرزا صاحب کی مختلف تحریرات کا۔ کیا اللہ کے مرسل اور پیغمبروں کی زبان اور اقوال ایسے ہی متزلزل ہوتے تھے۔ کہ گنگا گئے تو گنگارام اور جمنا گئے تو جمنا داس۔

مرزائی صاحبان اس اصول نص قرآنی مندرجہ عنوان فصل ہذا کو مدنظر رکھکر غور کریں۔ اگر اُن کے دل میں نور ایمان کا ایک ذرّہ بھی باقی ہے۔ تو وہ اپنے اسلام کو محفوظ کر سکتے ہیں ہاں! ڈھیٹھ کا کوئی علاج نہیں۔

چھٹی فصل

دس افتراء

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوْحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ
شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ ط وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ
غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا أَيْدِيْهِمْ ج أَخْرِجُوْٓا أَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ
تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ
تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (سورہ انعام رکوع ۱۰)

(ترجمہ) اُس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے۔ جسنے خدا پر جھوٹ باندھا۔ یا یہ کہا
کہ مجھپر وحی آئی ہے۔ حالانکہ اسپر کوئی وحی نہیں آئی۔ یا کوئی (اپنے کمال کے غرہ پر) یہ کہے۔ کہ
جیسی کتاب رسول پر اتری ہے۔ ہم بھی ایسی کتاب بنا سکتے ہیں۔ (اے مخاطب! ایسے لوگ اپنی زندگی
میں جو چاہیں کہیں۔ مگر) ان ظالموں کا مرتے وقت کا حال اگر تو دیکھے۔ کہ موت کی ان پر کیسی سختی
ہوگی۔ اور فرشتے انکی طرف (ہاتھ بڑھا کر (تیزی سے) کہینگے۔ کہ اپنی جانوں کو نکالو۔ (اب تک تو
تم نے من مانی باتیں کہیں اور کیں۔ مگر) آج وہ دن ہے۔ کہ تمہارے اعمال کی سزا میں تمہیں ذلت
کا عذاب دیا جائیگا۔ تم خدا کی نشانیوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ اور (اللہ اور اس کے رسول کے
مقابلہ میں) اپنے آپ کو بڑا جانتے تھے۔"

اس آیت شریف میں تین قسم کے لوگوں کو بہت بڑا ظالم فرمایا گیا ہے۔ اوّل جو خدا
پر افترا کرے۔ دوم جو وحی کا جھوٹا دعوے کرے۔ سوم جو اپنے علم و فضل
کے کمال پر غرور کرکے کلام الٰہی کے مثال بنانے کا مدعی ہو۔ آیت کے آخری حصہ میں ان لوگوں

کے انجام کا ذکر ہے۔

آیت اپنے معنی اور مطلب کے لحاظ سے بہت بڑے مضمون پر حاوی ہے۔ جس کا بیان کتب تفسیر میں دیکھنا چاہیئے۔ ہم نے اس آیت کی رُو سے بلحاظ عنوان فصل مرزائی تعلیم کا کچھ نمونہ دکھانا ہے۔

اس فصل میں مرزا صاحب کے مفتریانہ اقوال دکھائے جائیں گے۔ گویا یہ بتایا جائیگا کہ آیت میں جن تین قسم کے مفتریوں۔ ظالموں اور کاذبوں کا ذکر ہے۔ مرزا صاحب اپنے اقوال کی رو سے ان میں سے پہلی قسم میں آتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے یہ امر ظاہر کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ مرزا صاحب نہ صرف یہ کہ مفتری علی اللہ ہیں۔ بلکہ وہ دوم اور سوم قسم کے ظالموں اور کاذبوں میں بھی داخل ہیں۔

مرزا صاحب کو قسم دوم میں داخل کرنے کے لئے اس کتاب کی تیسری اور آخری فصل دیکھ لینی کافی ہو گی۔ کتب آسمانی اس حقیقت پر متفق ہیں۔ کہ جو شخص ایسی باتیں اللہ کی طرف سے بیان کرے۔ جو غلط نکلیں اور پوری نہ اتریں۔ وہ جھوٹا اور مفتری ہے۔ عام طور پر عقلمند اور شائستہ لوگوں میں اس شخص کی سچی باتوں کو بھی فروغ نہیں ہو سکتا۔ جو جھوٹ بولنے کا عادی ہو۔ قانون مروجہ عدالتہائے موجود الوقت کی رُو سے بھی جس گواہ کے بیان میں کوئی بات غلط اور جھوٹ آجائے۔ اسکی گواہی مجروح۔ ناقابل اوغال شہادت۔ اور پایۂ اعتبار سے ساقط تصور ہوتی ہے۔

پس جب مرزا صاحب کے الہامات (دیکھو فصل ۳) خصوصاً وہ تحدی کی پیشگوئیاں جو اُن کے صدق وکذب کا معیار تھیں۔ (دیکھو فصل ۱۰) غلط نکلیں اور جھوٹی ثابت ہوئیں۔ تو وہ صاف طور پر قسم دوم میں آتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان باتوں کو وحی والہام کہتے تھے۔ جو در اصل اُنکے دلی وساوس تھے۔

تیسری قسم کے متعلق بھی مرزا صاحب کو دعوے تھا۔ جسے ذرا تفصیل سے لکھنے کی

ضرورت ہے۔ گو یہ مضمون عنوان فصل سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن مضمون آئت کی تکمیل کے لحاظ سے اس موقعہ پر درج کرنا ضروری خیال کیا گیا ہے۔

مرزا صاحب کے ایک معتقد مولوی عبدالمجید صاحب بی۔ اے حسین پوری۔ ٹرانسلیٹر گورنمنٹ بنگال نے ۱۰ جون ۱۹۱۲ء کو . . . .

مرزا صاحب کی تعلیم کے متعلق ایک خط اپنے برادر خورد مولوی عبدالحمید صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی کو لکھا تھا۔ جسے مولوی عبدالماجد صاحب مرزائی بھاگلپوری نے چھپوایا تھا۔ اس خط میں وہ مرزا صاحب کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ:۔

قرآنی تحدی کے ساتھ کتاب لکھکر پیش کرتا ہے۔ کہ ہندوستان کے علماء سے اگر نہو سکے تو عرب۔ شام۔ مصر۔ بیروت سے مددگار منگاکر جواب دو۔ کم سے کم ہمارے اس الہام کو غلط کرو کہ کوئی جواب دینے کے لئے کھڑا نہو سکیگا۔ اُدھر سے وہی جواب دیرینہ دیا جاتا ہے۔ کہ کتاب فصیح نہیں ہے۔ بلیغ نہیں ہے۔ صرفی نحوی غلطیاں ہیں۔ سب کچھہ تو ہے۔ مگر کوئی فصیح بلیغ سحبانِ وقت ان الہامات کو جھوٹا کرنے کے لئے آگے نہیں آتا ہے"

خود مرزا صاحب حقیقۃ الوحی ص۳۷۶ میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ رسالہ اعجاز المسیح جب فصیح بلیغ میں مَیں نے لکھا۔ تو خدا تعالیٰ سے الہام پاکر مینے یہ اعلان شائع کیا۔ کہ اس رسالہ کی نظیر اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ کوئی مولوی پیش نہیں کرسکیگا۔ تب ایک شخص پیر مہر علی نام ساکن گولڑہ نے یہ لاف و گزاف مشہور کی۔ کہ گویا وہ ایسا ہی رسالہ لکھکر دکھلائیگا۔ اسوقت خدا کی طرف سے مجھے یہ الہام ہوا۔ منعہٗ مانع من السماء یعنے ایک مانع نے آسمان سے اسکو نظیر پیش کرنے سے منع کر دیا۔ تب وہ ایسا ساکت اور لاجواب ہو گیا"

اس کے مقابلہ میں مرزائی آرگن اخبار الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"ناظرین کو اسکی حالت اور کوائف پر پوری اطلاع پانے کے لئے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اعجاز المسیح حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی تصنیف ہے۔ جو ستر دن

کے اندر باوجودیکہ چار جز کا وعدہ تہا۔ ساڑہے بارہ جز پر شائع ہوگئی۔ اور ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء[51] کو پیر گولڑی کو بصیغہ رجسٹری بھیجی گئی۔ اور بالمقابل پیر صاحب کی طرف سے ستر دن کے اندر چار جز اور ساڑہے بارہ جز[52] تو کجا۔ ایک آدھ صفحہ بھی اعجازی عربی تفسیر کا شائع نہیں ہوا۔ اور اسطرح پر الہام منعہ مانع من السماء پورا ہوگیا۔ پیر گولڑی کی علمیت عربی دانی و قرآن دانی کا راز طشت ازبام ہوگیا"

الحکم کی یہ تحریر حقیقۃ الوحی کی محولہ بالا تحریر سے بہت پہلے کی ہے۔ لیکن دونوں میں بہاری اختلاف ہے۔ اور من چہ مے سرایم و طنبورہ من چہ مے سراید کی مصداق ملاحظہ ہو۔

(الف) الحکم لکھتا ہے۔ کہ اس رسالہ کا مخاطب پیر گولڑی تہا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالی سے الہام پاکر یہ لئے شائع کردیا تہا۔ کہ کوئی مولوی اسکی نظیر پیش نہیں کرسکیگا یہ کوئی مولوی والی شرط کہاں سے حقیقۃ الوحی میں آگئی۔ کیا کوئی الہام۔ علمائے شام بیروت وغیرہ کو مخاطب کرنے کا موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔

---

[51] ۲۳ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو تفسیر کی رجسٹری کرائیگئی۔ اور جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو اسکا جواب لکھنے کی میعاد ختم ہوگئی۔ تو جواب پیر صاحب کب دیتے؟ جواب کی میعاد پوری ہونے تک تو تفسیر ان کے ہاتھ میں پہنچی ہی نہیں تھی۔ اعجاز کا کچھ ٹھکانا ہے!!!

[52] اس تفسیر کو دیکھو تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ مضمون معمولی طریق پر لکھنے سے غایت درجہ تین جز میں سما سکتا تہا۔ مگر بناوٹ کے لئے اسکو موٹے موٹے حروف میں پاستاں چہپوا کر ساڑہے بارہ جز بنایا گیا ہے۔ گہر کا روپیہ ہوتا۔ تو ایسا اسراف و تبذیر نہ کرتے۔ مگر یہاں تو مال مفت دل بے رحم والا معاملہ تھا۔

(ب) الحکم کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریقین میں پہلے سے یہ قرار پایا تھا۔ کہ ستر دن کے اندر چار چار جز کی تفسیر فریقین لکھیں	حقیقۃ الوحی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تفسیر لکھنے کے بعد مرزا صاحب نے اعلان کیا۔ تب پیر گولڑی تفسیر لکھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔
(ج) الحکم کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ تفسیر شائع ہونے سے پہلے ہی الہام منع مانع من السماء ہوچکا تھا۔ جو کتاب کی اشاعت کی تاریخ ۲۳ر فروری ۱۹۰۱ء کو پورا ہو گیا۔	حقیقۃ الوحی کا بیان ہے۔ کہ جب پیر گولڑی نے تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا۔ تب الہام منع مانع من السماء ہوا۔

یہ حالت تو مرزائی تحریرات کی ہے۔ اور ادہر قصہ یہ ہے۔ کہ نہ پیر صاحب گولڑی سے تفسیر لکھنے کا مقابلہ قرار پایا۔ نہ انہوں نے اسے منظور کیا۔ نہ کوئی میعاد ان کے ساتھ مقرر ہوئی۔ نہ انہوں نے کبھی اس تفسیر کا جواب لکھنے کا وعدہ کیا۔ نہ تفسیر لکھنے سے پہلے علمائے عرب و شام و بیروت و مصر تو کجا۔ علمائے ہند کو ہی خبر دیگئی۔ اور دعوے اعجاز کا ہے!

اصلیت اسکی یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے پیر مہر علیشاہ صاحب کو لکہا تہا۔ کہ میرے دعوے کو تسلیم کرو۔ یا مجھ سے مناظرہ کرلو۔ اور خود ہی صورت مناظرہ یہ تجویز کی تہی۔ کہ لاہور میں ایک عام جلسہ کے اندر قرآن شریف کی منتخبہ ۴۰ آیات کی تفسیر مرزا صاحب اور پیر صاحب دونو کریں جسکا فیصلہ تین عالموں سے کرایا جائے۔ جو پہلے سے حکم مقرر کردیئے جائیں گے۔ جسکی تفسیر کو اچھا کہا جائے گا۔ وہی حق پر سمجھا جائیگا" پیر صاحب نے اس مناظرہ کو منظور کرلیا۔ اور ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۰۰ء تاریخ مقرر ہوئی۔ مرزا صاحب نے یہ بہی لکھا تہا۔ کہ اگر میں جلسہ میں نہ آیا۔ تو جھوٹا[ف۱] اور ملعون ہوں" ۲۴ر اگست کو پیر صاحب لاہور پہنچ گئے۔ اور ۲۹۔ اگست تک وہاں رہے۔ مگر مرزا صاحب نے نہ آنا تہا۔ اور نہ آئے۔ آخر سب علماء نے جو اس مناظرہ کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تہے۔ متفق ہوکر قرار دیا۔ کہ اس قسم کے اشتہاروں سے مرزا کو سوائے اپنی شہرت

ف۱ بیشک!

اور علماء کو ہتک کرے کے اور کچھ مقصود نہیں۔ اسلئے آئندہ کوئی ذی علم ان سے خطاب نکرے۔

(دیکھو روئداد جلسہ اسلامیہ لاہور)

اس شرمندگی اور بدنامی کو مٹانے کے لئے مرزا صاحب نے پیر صاحب کو لکھا۔ کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر چار جزو ستر دن میں میں بھی لکھتا ہوں۔ تم بھی لکھو۔ مگر پیر صاحب بوجہ اقرار جلسہ مذکور مخاطب نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب نے خود ہی تفسیر لکھکر ان کے پاس بھیجدی۔ اور لطف یہ کہ ۲۳۔ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو تفسیر پیر صاحب کے نام رجسٹری کرائی گئی۔ اور اسی دن ستر دن کی میعاد بھی ختم ہوگئی کتنی زبردست چالاکی ہے۔ جو خاص دوکانداروں کا خاصہ ہے۔

ایسا ہی ایک قصیدہ اعجازیہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مقابلہ میں لکھکر ۲۰ دن کے اندر اسکا مطبوعہ جواب مانگا۔ جو ۹۰ صفحہ کی کتاب نظم و نثر میں ہے چونکہ مرزا صاحب کو اعجاز کے باطل ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ اسلئے ۲۰ یوم کی قید لگادی۔

قصیدہ مذکور کا مولویصاحب کے پاس پہنچنا۔ اور مولویصاحب کا اسکا جواب تلمبند کرنا اور پھر اسکو صاف کراکر مطبع میں بھیجنا۔ اور مطبع والے کا اس میعاد کے اندر اندر چھاپ کر مصنف کے پاس بھیجدینا۔ اور پھر مصنف کا اسے بصیغہ رجسٹری مرزا صاحب کے نام روانہ کرنا۔ اور ڈاک والوں کا اسے مرزا صاحب کے ہاتھ میں پہنچانا۔ یہ سب مرحلے ان بیس دن میں ہی طے ہونے لازمی تھے۔ اب جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ ان ساری باتوں کا اس تھوڑی سی میعاد میں پورا ہونا کسطرح ممکن تھا۔

اور پھر اگر یہ دور دراز اختیار کیا بھی جاتا۔ تو کیا مرزا اور مرزائیوں نے اپنی لن ترانیوں سے باز آجانا تھا۔ بس میعاد کے اندر جواب نہ ملا۔ تو اعجاز۔ اعجاز کا غل مچادیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس یہ قصیدہ پہنچا۔ تو انہوں نے مرزا صاحب کو لکھا۔ کہ قصیدہ کا فصیح و بلیغ ہونا تو بڑی بات ہے۔ اس کے اندر انواع و اقسام کی غلطیاں ہیں۔ آپ ان غلطیوں کو جو میں پیش کروں۔ پہلے صاف کردیں۔ پھر میں آپ کے زانو بزانو

بیٹھکر عربی نویسی کرونگا۔ (یعنے جواب دونگا) یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے سارا زور خرچ کرکے ایک مضمون اپنی خاص مدت میں لکھیں۔ جسکا مخاطب کو علم نہیں مگر مخاطب کو محدود وقت کا پابند کریں۔" لیکن مرزا صاحب نے مولویصاحب کی اس تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ قصہ ہے۔ مرزا صاحب کی اعجازی تصانیف کا جنہیں قرآنی تحدی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اور اس کے معنے یہ ہیں کہ خداوند کریم نے جسطرح قرآن شریف کو بے مثل و بے نظیر بنایا ہے۔ ویسے ہی اعجاز المسیح اور قصیدہ اعجازیہ کو بھی بے مثل و بے نظیر ہونے کا مرتبہ بخشا ہے۔ اب غور طلب یہ بات ہے۔ کہ قرآن مجید نو افضل الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور ایسے وقت میں نازل ہوا۔ جبکہ بڑے بڑے فصحائے عرب عربی قصیدے لکھکر خانہ کعبہ پر چسپاں کیا کرتے تھے۔ مگر قرآن مجید کے نزول پر حالانکہ وہ صرف نثر میں ہی نازل ہوا تھا۔ ان تمام فصحا نے اپنے قصائد کو اس کلام پاک کے مقابلہ میں ہیچ اور ذلیل سمجھکر خانہ کعبہ سے علیحدہ کرلیا۔ اور اپنے آپ کو اس کلام ربانی کے روبرو عاجز مانا۔ مگر مرزا صاحب اپنی نبوت و رسالت ثابت کرنے کے زعم میں اپنی نظم و نثر کو بطور قرآنی تحدی کے پیش کرکے نہایت صاف طور سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ کلام پاک صرف نثر تھا۔ اور مرزا صاحب کا کلام نظم و نثر دونو۔ دوسرے اپنے اس فعل سے مرزا صاحب نے قرآن مجید کے اعجاز کو بھی باطل ثابت کرنا چاہا تھا۔ کیونکہ یہ بات غیر مذاہب والوں کے لئے بڑے اعتراض کی ہے۔ کہ ۱۴۰۰ برس میں تو قرآن مجید کا مثل نہ ہوسکا۔ آج مسلمانوں میں سے ہی ایک شخص اپنے ہی کلام کو قرآنی تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ گویا قرآن مجید کا نظیر ممکن ہوگیا۔ کیونکہ جب مرزا صاحب نے اپنے کلام کو ویسا ہی سمجھا۔ اور اُسے قرآن شریف کی طرح بے نظیر بتایا۔ تو بالضرور کمال درجہ فصیح و بلیغ اور بے نظیر ہونے میں اپنے کلام کو ویسا ہی سمجھا۔ اسلئے قرآن شریف بے نظیر نہ رہا۔ ان کے اس دعوے سے روز روشن کیطرح ظاہر ہے کہ وہ اسلام کی تخریب کے درپے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ وعدہ فرماچکا ہے۔ کہ:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ o

اس لئے اگر ایسے ایسے دس ہزار مرزا صاحب بھی پیدا ہوں۔ تو بھی اس کلام مقدس کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ **لا یضرھم من خالفھم** ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

شاید مرزائی صاحبان مرزا صاحب کی اس تحریر کو جائز اور درست سمجھتے ہوں۔ اسلئے انکی تسلی کیلئے خود مرزا صاحب کا ہی فتوے پیش کیا جاتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

جسکو ذرا بھی عقل ہے۔ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ جس چیز کو قوائے بشریہ نے بنایا ہے۔ اسکا بنانا بشری طاقت سے باہر نہیں ہے۔ ورنہ کوئی بشر اس کے بنانے پر قادر نہ ہو سکتا جب تم نے ایک کلام کو بشری کلام کہا۔ تو اس ضمن میں تم نے آپ ہی قبول کر لیا۔ کہ بشری طاقتیں اُس کلام کو بنا سکتی ہیں اور جس صورت میں بشری طاقتیں اسکو بنا سکتی ہیں۔ تو پھر وہ بے نظیر کیونکر ہوا۔ پس یہ خیال سراسر **سودائیوں[1] اور مخبوط الحواسوں کا سا ہے۔**"

اس سے آگے ایسے خیال والوں کو نادان[2] عقل و ایمان کی بیخکنی کرنے والا۔ غافل عقل کا اندھا۔ نکس طینت۔ ناقص الفہم۔ مغرور۔ کور باطن۔ منکر وغیرہ وغیرہ کلمات سے یاد کیا ہے۔ (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۹ سے صفحہ ۱۹۵ تک)

نیز صفحہ ۳۹۵ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ میں یوں لکھتے ہیں۔

" بہر[3] خدا نہ کرے۔ کہ کسی پڑھے لکھے آدمی کو ایسی عقل ہو۔"

اب مرزائی صاحبان کو اختیار ہے۔ کہ اپنے پیر کے فتوے کو رد کر دیں۔ یا انکی تصانیف کے اعجاز سے انکار کریں۔ ایک جگہ مرزا صاحب کا جھوٹ ضرور ماننا پڑیگا۔

باوجود اس کے کہ مرزا صاحب کی بیہودہ تصانیف اس قابل نہ تھیں۔ کہ علمائے کرام ادھر توجہ کرتے۔ تاہم بمقتضا سے دروغگو را بخانہ باید رسانید مولانا محمد عصمت اللہ صاحب نے سوپول ضلع بھاگلپور سے ۲۲ نومبر ۱۹۱۲ء کو خلیفہ اول یعنی حکیم نور الدین صاحب سے بذریعہ

---

[1] [2] [3] ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔

خط دریافت کیا۔ کہ اعجاز المسیح و قصیدہ اعجازیہ کے جواب دینے کی مدت ختم ہو گئی۔ یا ابھی باقی ہے۔ تو انکی جانب سے میر محمد صادق صاحب نے ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو جواب دیا۔ کہ اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی میعاد ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۲ء تک تھی اور اعجاز المسیح کی ۲۵ر فروری ۱۹۰۱ء تک تھی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان ہر دو اعجازی کتابوں کے جواب کی میعاد ۲۰ یوم اور ۷۰ یوم کے اندر ہی محدود تھی اس کے بعد اعجاز باطل ہو گیا۔

اَب مرزا صاحب کے کلام سے اُن کی افترا پردازیوں کے چند نمونے محض دو امور کے متعلق دیئے جاتے ہیں جب دو باتوں میں اتنے افترا موجود ہیں۔ تو باقی کا قیاس بھی اسی نمونہ سے کر لینا چاہیئے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اوّل جب مرزا صاحب کو ان کے غلط الہامات اور جھوٹی پیشگوئیوں کی وجہ سے مفتری کہا گیا۔ تو آپ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

(۱) "قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری دنیا میں جلد تر بدست سزا پا لیتا ہے۔ خدائے قادر وغیور اسکو امن میں نہیں چھوڑتا۔ اُسکی غیرت اُسکو جلد ہلاک کرتی ہے" (انجام آتھم صفحہ ۴۹)

(۲) "خدائے تعالیٰ پر افترا کرنے والا جلد مارا جاتا ہے" (انجام آتھم صفحہ ۵)

(۳) "ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افترا کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا۔ اور خدا کی پاک کتاب صاف گواہی دیتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والے جلد ہلاک کئے گئے ہیں" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۶۳)

یہ ہر سہ اقوال بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں۔ کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ خدا پر افترا کرنے والے بعض جلدی مارے گئے۔ بعض پہلے نہایت غریب تھے۔ مگر افترا علی اللہ کرنے کے بعد بادشاہ بن گئے۔ اور مرتے تک بادشاہت کے ساتھ اپنے افترا کی بھی اشاعت

کرتے رہے۔ یہی حال سچے نبیوں کا ہوا ہے۔ کہ بعض کو دشمنوں نے جلد ہی شہید کر دیا۔ جیسے حضرت یحییٰ، حضرت زکریا علیہما السلام۔ اور بعض زیادہ عرصہ تک ہدایت پھیلاتے رہے۔ عبداللہ صاحب افریقہ۔ ابن تومرت۔ صالح بن طریف نے نبوت اور نزول وحی کے دعوے کئے۔ اور تینوں بادشاہ ہوئے اور عرصہ تک بادشاہت کرتے رہے۔ انکی اولاد اور امت میں بھی عرصہ دراز تک حکومت و سلطنت رہی۔ (مفصل دیکھو فصل اول کتاب ہذا)

اب یہ کہنا کہ قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ ایسا مفتری جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ قرآن شریف میں ایسی بے سروپا باتیں بھی ہیں۔ جو واقعات کی رُو سے غلط ہو سکتی ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت سے بھی ایسا ظاہر نہیں ہوتا۔ نصوص جمع کثرت ہے۔ عربی کے قاعدہ کے بموجب ایسی گیارہ آیتیں۔ یا گیارہ جملے اس کے ثبوت میں ہونے چاہئیں مگر قرآن مجید میں ایک جگہ بھی ایسی خلاف واقعہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے۔ بلکہ قرآن شریف سے تو ایسے لوگوں کو مہلت دیئے جانیکا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔[۱] وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ ان کذابوں اور مفتریوں کا ذکر نہایت معتبر کتب تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابن خلدون وغیرہ میں درج ہے۔ جو مشہور کتابیں ہیں۔ ممکن نہیں کہ مرزا صاحب نے ان کو نہ دیکھا ہو۔ بلکہ وہ ایسی کتابوں کے دیکھنے کا اقرار کر چکے ہیں۔ (دیکھو شروع فصل اول کتاب ہذا) پھر یہ کہنا۔ کہ ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں۔ کہ مفتری فوراً سزا پاتا ہے۔ کیا صریح جھوٹ نہیں۔ اور اس جھوٹ کو قرآن شریف کے حوالے سے بیان کرنا صاف طور پر افتراء علی اللہ نہیں تو اور کیا ہے؟

تین افترا تو یہ ہوئے۔

دوم ـ محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق مرزا صاحب نے بڑے پرزور صاف و صریح دعوے کئے تھے۔ ان دعووں کی بنیاد متعدد الہامات پر رکھی تھی۔ مگر مرزا صاحب اس حسرت

---

[۱] ہم ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔ لیکن (اس مہلت کے بعد) ہماری گرفت بہت سخت ہے۔

کو دل میں ہی لیکر اس دنیا سے چل دیئے۔ اور محمدی بیگم بفضلہ تعالیٰ اپنے خاوند کے گھر میں اب تک موجود ہے۔ اس پیشگوئی کے متعلق چند افتراء علی اللہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۴) "اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا۔ کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر۔" (اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

چونکہ نکاح نہیں ہوا۔ اسلئے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے ایسا نہیں کہا تھا۔ اگر کہا ہوتا۔ تو پورا ہی کرتا۔ لہذا یہ افتراء ہے۔

(۵) ان دونوں جو زیادہ تصریح کیلئے بار بار توجہ کیگئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔ کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ **ہر ایک مانع دور کرنیکے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاویگا**۔" (اشتہار مذکور)

یہ الہام بھی افتراء علی اللہ ثابت ہوا۔ خدا نے ہرگز ایسا مقرر نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ مرزا صاحب کی خواہش نفسانی کے اثرات تھے۔

(۶) **بلکہ** اصل امر برحال خود قایم است و ہیچکس باحیلۂ خود او را رد نتواں کرد۔ و ایں تقدیر از خدائے بزرگ **تقدیر مبرم** است وعنقریب وقت آں خواہد آمد۔ پس قسم آں خدائیکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم را برائے ما مبعوث فرمود۔ و اورا بہترین مخلوقات گردانید۔ کہ ایں حق است۔ وعنقریب خواہی دید۔ و من ایں را برائے **صدق خود یا کذب خود معیار مے گردانم**۔ و من نگفتم الا بعد ازانکہ از رب خود خبر دادہ شدم۔" (انجام آتھم ص۲۲۳)

(ترجمہ بروئے شرح مرزا صاحب) اصل بات اپنے حال پر قائم ہے۔ (یعنے احمد بیگ کے داماد کا مرزا صاحب کے سامنے مرنا اور محمدی کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا) کوئی شخص کسی تدبیر سے اسے مٹا نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ **تقدیر مبرم** ہے۔ جو بغیر پوری ہوئے ٹل ہی نہیں سکتی۔ اور اس کے پورا ہونے کا وقت عنقریب ہے۔ اس خدا کی قسم ہے

جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا نبی کیا۔ اور ساری مخلوقات سے اعلیٰ بہتر بنایا ہو میں کہہ رہا ہوں۔ وہ حق ہے۔ عنقریب تو اسے دیکھ لیگا۔ یعنے احمد بیگ کے داماد کے مرنے میں جو کچھ تاخیر ہوئی۔ وہ ایک وجہ سے ہوئی۔ مگر میرے سامنے اس کا مرجانا اسمیں شبہ نہیں ہے۔ عنقریب تو دیکھ لیگا۔ کہ وہ میرے سامنے مر گیا۔ اور میں اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کی کسوٹی اسے ٹھیراتا ہوں۔ اگر وہ میرے سامنے مر گیا تو میں سچا ہوں۔ اور اگر ایسا نہ ہوا۔ اور میں اس کے سامنے مر گیا تو میں جھوٹا ہوں۔ اور جس امر کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ وہی میں نے کہا ہے۔ اس کے سوائے کچھ نہیں کہا"

مندرجہ بالا عبارت کی کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ مرزا صاحب کی یہ ساری الہامی عبارت جسمیں اللہ تعالیٰ کی قسم ہی شامل ہے۔ بالکل غلط نکلی۔ پس یہ محض افتراء علی اللہ تھا۔ اور اسکی کچھ اصلیت نہ تھی۔ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے۔ محض مرزا صاحب کا نفس اسکی موت چاہتا تھا۔ جو مرزا صاحب پر ہی وارد ہوئی۔

(۷) كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِيْ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ اَمْرٌ مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ زَوَّجْنٰكَهَا۔

ترجمہ:۔ انہوں نے میری آیتوں کی تکذیب کی۔ اور ٹھٹھا کیا۔ سو خدا ان کو میری طرف سے کفایت کریگا۔ اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائیگا۔ یہ امر واپس لانا ہماری طرف سے ہے۔ اور ہم ہی اس کے کرنیوالے ہیں۔ واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا۔ (الہام از انجام آتھم صفحہ ۶۰-۶۱)

ان الہامات کی عبارت صاف ہے جسکا مطلب ایک ہی ہے۔ کہ محمدی بیگم کا نکاح ضرور مرزا صاحب سے ہوگا۔ بلکہ مرزا صاحب کا خدا کہتا ہے۔ کہ میں نے خود تیرا نکاح محمدی بیگم سے کر دیا۔

لہ مرزائی صاحبان۔ دیکھتے ہو۔ کس صفائی سے معیار صدق کذب قائم ہوا تھا فرمائیے۔ کون مر گیا؟ اور کس کے سامنے اس بیان پر تو تصدیق بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔

چونکہ مرزا صاحب سے نکاح نہیں ہوا۔ اسلئے یہ سب الہامات بھی افتراء علے اللہ ثابت ہوئے

ہاں یہ امر دریافت طلب ہے۔ کہ یہ آسمانی نکاح محمدی بیگم کے نکاح (ہمراہ مرزا سلطان محمد بیگ) سے پہلے ہوا تھا۔ یا بعد۔ اگر پہلے ہوا تھا۔ تو مرزا صاحب کی وہ زوجہ مکرمہ معظمہ جسکا نکاح خود رب العزت نے پڑھایا۔ اور الہام میں صاف فرمادیا۔ کہ زَوَّجْنَاکَهَا۔ (یعنی ہم نے نکاح کرکے محمدی بیگم کو تیری بیوی بنادیا) وہ بیوی مرزا صاحب کی خدمت میں ایکدن بھی نہ آئی۔ تمام عمر دوسرا شخص ہی بقول مولانا ثناء اللہ صاحب مرزا صاحب کی چھاتی پر مونگ دلتا رہا۔ یہ مرزا صاحب جیسے رسول اور انکی امت کے لئے بڑی شرم اور غیرت کا مقام ہے۔ اور اگر محمدی بیگم کے نکاح سے بعد یہ آسمانی نکاح پڑھا گیا۔ تو کس شریعت والوں کی رُو سے کسی کی منکوحہ بیوی سے نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ کوئی مذہب بھی اسکی اجازت نہیں دیتا۔ بقول مرزا صاحب کا خدا ایک فعل عبث کا مرتکب ہوتا ہے جس کے نتیجہ سے وہ لاعلم تھا۔ سچے خدا کے تو یہ افعال نہیں ہو سکتے۔ کہ اپنے رسول کو ساری عمر ایک عورت کے نکاح کا منتظر رکھکر اخیر میں بے نیل مرام اسکا خاتمہ کردے۔ اور وہ رسول یہ شعر پڑھتا ہوا دنیا سے بصد حسرت و یاس سدھارے۔ ؎

میں منتظرِ وصال وہ آغوش غیر میں
قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں!

(۸) ازالہ اوہام ص۳۹۶ میں اس پیشگوئی (نکاح والی) کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جب یہ پیشگوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ تو اسکے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھکر وصیت بھی کردی گئی۔ اسوقت گویا یہ پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا۔ کہ شاید اس کے اور معنے ہوں گے۔ جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا۔

؎ محمدی بیگم کے نکاح کی حسرت مرزا صاحب کو کوئی تصویر نہیں۔ شخص اپنی سطوت کا مرتے وقت اسیطرح خیال کیا کرتا ہے

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ یعنے یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے[1] سو اسوقت مجھپر یہ بھید کھلا۔ کہ کیوں خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کریم کو قرآن کریم میں کہا۔ کہ تو شک مت کر۔ سو میں نے سمجھ لیا۔ کہ درحقیقت یہ آیت ایسے ہی نازک وقت سے خاص ہے۔ جیسے یہ وقت تنگی اور نا امیدی کا میرے پر ہے" الخ۔

اس واقعہ سے ثابت ہے۔ کہ مرزا صاحب کو اس نزع کے عالم میں بھی آیت قرآنی الہام ہو کر اس پیشگوئی کا یہی مطلب بتلایا گیا۔ جو مرزا صاحب پہلے بار بار لکھ چکے تھے۔ یعنے مرزا سلطان محمد بیگ کا مرنا اور اسکی بیوہ محمدی بیگم کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا۔

لیکن جب نکاح نہیں ہوا۔ تو یہ الہام بھی افتراء علی اللہ ثابت ہوا۔

(۹) اسی نکاح کے متعلق ضمیمہ انجام آتھم ۵۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے ۱۷ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اسوقت میرے پر کھولا گیا۔ وہ الہام یہ ہے۔ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ اسجگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا۔ اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم یہ وہ ابتدائی نام ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اسوقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ کیونکہ اسوقت مبارک اولاد دی گئی جسکو حضرت مسیح[2] سے مشابہت ملی۔ تیسری زوجہ جسکا انتظار ہے۔ اسکے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا۔ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اسوقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جسکا سِرّ اسوقت اللہ تعالیٰ نے مجھپر کھول دیا"۔

---

[1] مرزائی جو اس پیشگوئی میں مرزا صاحب کی اجتہادی غلطی مانتے ہیں۔ وہ اس آیت قرآنی کے الہام پر غور کریں۔ کہ اس کے بعد کونسی کسر رہی۔ کیا اس الہام کی رُو سے مرزا صاحب کا اجتہاد صحیح نہیں ٹھیرتا؟

[2] مثیل مسیح کا دعوٰے تو آپ نے خود کیا۔ یہاں اولاد کو مثیل مسیح بتاتے ہیں۔ یا للعجب!

دیکھیے مرزا صاحب اپنے خیال خام اور خواہش نفس کو کن کن رنگ آمیزیوں اور عظمت وشوکت سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن اصل حالت کیا ہے؟ پہلی بیوی جس کے ساتھ جنت میں رہنے کا الہام تہا۔ اس سے تو آپ نے قطع تعلق کر لیا۔ بلکہ اس کے بیٹوں مرزا سلطان احمد اور فضل احمد کو بھی عاق کر دیا۔ کیونکہ یہ لوگ محمدی بیگم کے حصول میں مرزا صاحب کے ممد ومعاون نہ بنے۔ بلکہ سد راہ ہوگئے۔ (دیکھو اشتہار نصرت دین و قطع تعلق از اقارب مخالف دین)۔ جب یہ بیوی بقول مرزا صاحب بے دینی کی وجہ سے مطلقہ ہوچکی۔ تو الہام اول غلط ہوگیا۔ کیونکہ اب مرزا صاحب سے اسکی معیت نہیں ہوسکتی۔ اسکی بیدینی کی وجہ سے رسول نے اسکو مطلقہ ٹہیرا کر علیحدہ کر دیا تو جنت میں وہ مرزا صاحب کے ساتھ کسطرح رہ سکتی ہے۔

تیسری منتظرہ بیوی نے تو مرزا صاحب کو ایسا رسوا اور بدنام کیا۔ جسکی انتہا نہیں۔ دنیا کو معلوم ہے۔ کہ وہ اس بیوی کے ملنے سے محروم رہے۔ پس اس الہام ۳ کی غلطی میں بہی کیا شبہ رہا اور اسکی تشریح میں جو الہام کی عظمت بڑہانے کو لکھدیا تہا۔ کہ۔

"یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے۔ جسکا سِر اسوقت خدا تعالی نے مجھپر کھولدیا"۔ یہ بھی غلط اور افترا علی اللہ ثابت ہوا۔ گویا دو الہام اور ایک قول سراسر افترا علی اللہ ثابت ہوئے۔ اور بجائے محمد ہونیکے چاروں طرف سے وہ لے دے ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ کہ الاماں۔ اس پیشگوئی کا بیان سننے سے بہی مرزائی صاحبان کی روح پر صدمہ[۱] ہوتا ہے۔ جب نکاح۔ ہوا تو آپ احمد بہی نہ ہوئے جسکا دعوے تہا۔

[۲]

(۱۰) اس ایک ہی پیشگوئی کے متعلق اور بہی کئی جہوٹے الہام اور افترا علی اللہ ہیں

---

[۱] جیسا کہ ۵ ؍ بہادوں سمت ۱۹۸۴ (مرزائی اشتہار میں کوئی تاریخ ہی درج نہ تہی) کو مقام پٹیالہ بہرے جلسہ میں مولوی غلام رسول آف راجیکی اور مولوی ابراہیم بقاپوری بہ نفس نفیس مرزائیت اور اسکے حواریوں نے شور و غوغا کر کے ہمیں اس پیشگوئی کا بیان کرنے سے روکدیا۔ کیونکہ ڈہول کی پول کہلتی تہی۔ (مولف)

[۲] یہ خیال رکہا گیا۔ کہ درج عبارتوں کی تعداد پوری نہیں ہوتی تہی۔ صرف بیس کے ہی الہام لکہا درج کر دئے گئے ہیں اور بہت چہوڑ دیئے ہیں۔ جو سب افترا علی اللہ ہیں۔ اور دیگر امور کے متعلق بہی بہت سے افترا ثابت کئے جاسکتے ہیں۔

جنہیں مناسبت کتاب ہذا کے خیال سے نظرانداز کرکے ایک افترا علی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
بھی درج کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب ضمیمہ انجام آتھم صلاہ میں لکھتے ہیں۔ کہ :-
"اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک
پیشگوئی فرمائی ہے۔ کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ یعنے وہ مسیح موعود بیوی کریگا۔ اور نیز وہ صاحب
اولاد ہوگا" اب ظاہر ہے۔ کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر
ایک شادی کرتا ہے۔ اولاد بھی ہوتی ہے۔ اسمیں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے
جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے۔ جسکی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے
گویا اسجگہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے
ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی"
جسطرح ساون کے مہینہ میں پیدا ہونے والے کو چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے
کی مثل مشہور ہے۔ مرزا صاحب بھی ایسے فنا فی محمدی بیگم ہوگئے تھے۔ کہ ان کو ہر ایک طرف
سے سوائے اس نکاح کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ؎

سیاہ پوش جو کعبہ کو قیس نے دیکھا
ہوا نہ ضبط وہ چلّا اٹھا کہ آ لیلےٰ

اس حدیث میں سے بھی محمدی بیگم کی بشارت نکال ہی لی۔ اور الہامات متواترہ کیسا تھ
اس پیشگوئی کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید مصدق و مستند کردیا۔ لیکن
الہامات کی طرح یہ بیان بھی غلط اور محض غلط ثابت ہوا۔ محمدی بیگم سے نکاح ہونا ہی جھوٹ
نکلا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی حدیث سے استدلال بھی افترا علی الرسول
مرزائی صاحبان بتلائیں۔ کہ کیا یہ مرزا صاحب کا عظیم الشان کذب اور افترا نہیں ہے؟
اگر کذب ہے۔ تو تسلیم کریں۔ کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے۔ اور ان کا دعوے غلط تھا۔ اور
سیر وہ سیاہ دل بھی تھے۔

دوسرے۔ مرزا صاحب کے کلام سے ذات والا صفات حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کب صریح الزام عائد ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی فرمائی اور وہ جھوٹی نکلی کیونکہ اگر مرزا صاحب کو مسیح مانا جاوے۔ تو دشمنان اسلام علانیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو جھوٹا کہہ سکتے ہیں جسکا جماعت مرزائیہ کے پاس کوئی جواب نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کو الزام سے بچانے کیلئے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی الزام لگانے سے نہیں چوکتے۔ ناظرین کتاب ہذا کی تقویت ایمان کے لئے اصل حدیث بیان کرکے اس سے مرزا صاحب کا کاذب ہونا بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ اصل حدیث یوں ہے۔

عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض[1] فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسًا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم من قبر واحد بین ابوبکر وعمر۔

(رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفاء)

ترجمہ:۔ روایت ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے زمین کی طرف پس نکاح کرینگے۔ اور پیدا کی جاویگی ان کے لئے اولاد اور ٹھہرینگے زمین پر پنتالیس سال۔ پھر مرینگے۔ اور میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے۔ پس اٹھونگا میں اور عیسیٰ ایک مقبرہ میں سے درمیان ابوبکر و عمر کے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے زمانہ میں کوئی سامان دنیوی نہیں کیا تھا۔ نہ نکاح کیا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب دوسری مرتبہ وہ دنیا میں آئینگے تو نکاح کریں گے۔ کیونکہ شریعت محمدیہ کے پیرو ہونگے۔ بعض لوگ جیسے کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید معترض ہیں۔ کہ اتنا لمبا عرصہ گذر جانے پر وہ نہایت ضعیف العمر ہوجائیں گے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کا بھی جواب آگیا ہے۔ کہ بلحاظ اور تغیر حالت عالم دنیا کا فاصہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

[1] الی الارض کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ نزول من السماء ہوگا۔ منکرین حیات مسیح غور کریں!

دوسرے عالم میں ہیں۔ وہاں ان تغیرات کا کچھ پتہ نہیں۔ جو یہاں شب و روز دیکھے جاتے ہیں۔
حضرت مسیح علیہ السلام جس حالت میں اٹھائے گئے تھے۔ اسی حالت میں نازل ہوں گے۔ یہ نہ سمجھو۔ کہ کبر
سنی کی وجہ سے وہ بڈھے اور کمزور ہو گئے ہونگے۔ بلکہ نکاح کرینگے اور ان کے اولاد بھی ہو گی۔
یہ اشارہ ہے۔ یتزوج ویولد لہٗ میں۔

پھر ارشاد ہوا۔ کہ بعد فوت ہونے کے وہ میرے مقبرہ میں دفن ہونگے۔ اور قیامت کو ہم
دو نو اسطرح اٹھیں گے۔ کہ ابوبکر و عمر ہمارے دائیں اور بائیں ہونگے۔

مرزا صاحب نے اس حدیث کا ایک ٹکڑہ بیان کر کے حدیث کی صداقت کو مان لیا ہے
پھر مرزائی بتائیں۔ کہ حدیث کی باقی باتوں سے کیوں انکار ہے۔ اگر کہیں محمدی بیگم سے نکاح
ہو جاتا۔ تو حدیث کی معلوم نہیں کیا کیا تاویلیں کیجاتیں۔ لیکن اب جبکہ مرزا صاحب کا یہ نکاح بھی
نہ ہوا۔ اور مرزا صاحب کو قادیاں کی ہی مٹی نصیب ہوئی۔ مدینہ طیبہ تک جانا بھی نصیب نہ
ہوا۔ تو اس حدیث کی رو سے وہ دجال کاذب ثابت ہوئے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

مرزائی دوستو! مرزا صاحب کی افتراء پردازیوں کے انبار میں سے صرف دو باتوں کے متعلق دس کھلے کھلے افترا
بیان کئے گئے ہیں۔ ان پر غور کرو۔ اور آیت اسد رجہ عنوان فصل ہذا کی دوبارہ تلاوت کرو اور پھر سوچو۔ کہ مضمون آیت
کی رو سے مرزا صاحب کتنے بڑے ظالم ثابت ہوتے ہیں۔ اور ظالموں کی جو سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔ اس سے بھی تم بے
خبر نہیں ہو۔ پھر ایسے ظالم کی بیعت سے تم کیا نفع حاصل کر سکتے ہو؟

آیت کے آخری حصہ میں ظالموں کے حسرتناک انجام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب بمقام لاہور
سفر کی حالت میں بمقتضائے ع " مارا دیار غیر میں مجھکو وطن سے دور"
خلاف توقع اور دفعتاً نہایت حسرت و یاس کے عالم میں صرف ۱۱ گھنٹہ بیمار رہکر چل بسے اور جو اسمانی
بلائیں ہیضہ طاعون وغیرہ اپنے مخالفین کیلئے طلب کیا کرتے تھے۔ اسمیں خود گرفتار ہو گئے۔ کیونکہ مرض ہیضہ
انکی موت کا باعث ہوا۔ کسی نے تاریخ وفات لکھی ہے۔ ؎

اُس کے بیماروں کا ہو گا کیا علاج :: کالرہ سے خود مسیحا مر گیا۔
۱۳۲۶ ھ

ساتویں فصل

دس جھوٹ اور دھوکے

(۱) جھوٹ جو بولیگا وہ پچھتائے گا
سچ بھی اسکا جھوٹ سمجھا جائیگا
(۲) دروغ اے برادر مگو زینہار
کہ کاذب بود خوار وبے اعتبار

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ۔ فرمایا۔ کہ:۔

لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جھوٹے کو منافق فرمایا ہے۔ اور منافقوں کی سزا قرآن شریف میں اسطرح بیان فرمائی گئی ہے۔ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے) یعنے جہاں عذاب سب سے زیادہ ہوگا۔

مرزا صاحب نے بھی جھوٹ کی بہت مذمت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

وہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۶

لیکن جسطرح ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ دکھانے کے اور۔ مرزا صاحب کی تحریرات میں جھوٹ کی بہت ملاوٹ پائی جاتی ہے۔ اور اس کے علاوہ نہائیت بے باکی سے مرزا صاحب نے کتب آسمانی کے حوالجات دینے میں بھی کئی جگہ دھوکے دیئے ہیں۔ فصل ہذا میں اسکی کچھ مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) اعجاز احمدی ص۱ سطر نمبر۱ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اگر میری ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے تمام گواہ اکٹھے کئے جاویں۔ تو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ وہ ساٹھ لاکھ سے بھی زیادہ ہونگے

آپ کی پیشگوئیوں کا حال جو ہوا ہے۔ وہ فصل ہذا کتاب ہذا سے ظاہر ہے۔ اور صدق و کذب کے معیار، ورنہ محمدی کی تو ایک پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔ اول تو یہی جھوٹ ہے کہ غلط پیشگوئیوں کو پورا ہونا کہتے ہیں۔ دوسرے یہ ساٹھ لاکھ کی گپ بھی قابل داد ہے۔ خود اپنی کتاب سروں مسیح میں لکھتے ہیں کہ میرے مریدوں کی تعداد ستر ہزار ہے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ مرید ہی گواہ ہو سکتے ہیں۔ جب ساٹھ لاکھ مرید ہیں تو ساٹھ لاکھ گواہ کہاں سے ہو گئے۔ پھر یہ **کراماتی جھوٹ** نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳) شہادۃ القرآن کے صہ۴۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"مثلاً بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ کہ آسمان سے آواز آئیگی۔ کہ ہذا خلیفۃ المہدی اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جو ایسی کتاب میں درج ہے۔ جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے"

مرزا صاحب نے یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے۔ کہ ہذا خلیفۃ المہدی۔ بخاری کی حدیث ہے کوئی مرزائی صاحب ہمت کر کے بخاری میں یہ دکھائیں۔ اور اپنے مرشد کے سر سے جھوٹ کا الزام اتار دیں۔ یہ فقرہ محض عوام کو دھوکہ دیکر گمراہ کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ مرزائی صاحبان بھی اس موقعہ پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ لیں۔

(۳) اربعین ۳ صہ۹ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب میں اور اسمٰعیل صاحب علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا تھا۔ کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا۔

یہ بھی محض جھوٹ ہے۔ ہر دو مولوی صاحبان کی تصانیف میں یہ بات کہیں درج نہیں ہے۔ کوئی مرزائی ثابت کرے!

(۴) حقیقۃ الوحی صہ۲۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"یہ غیر معقول ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنیوالا ہے

کہ لوگ نماز[1] کیلئے مساجد کیطرف دوڑینگے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگیگا۔ اور جب لوگ قرآن شریف[2] پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا۔ اور جب عبادت کے وقت بیت اللہ[3] کی طرف منہ کرینگے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور شراب[4] پیئے گا۔ اور سؤر کھائیگا۔ اور اسلام کے حلال[6] و حرام کی کچھ پرواہ نہ کریگا۔"

اس عبارت میں جو فقرے ہیں جو سب کے سب جھوٹے ہیں مسلمانوں کا عقیدہ ۱۴۰۰ برس سے یہ چلا آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بکرر نزول کے بعد شریعت محمدی پر عمل کریں گے پھر معلوم نہیں۔ کہ اس کے خلاف مرزا صاحب نے کس کتاب سے یہ فقرے نقل کردیئے۔ کیا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بس یہ سب جھوٹ باتوں کا مجموعہ اور محض ہرزہ سرائی ہے اور ایجاد بندہ اگرچہ گندہ کی مصداق!

(۵) مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی کی موت کے متعلق ان الفاظ میں پیشگوئی تھی۔

(۱) "جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔" جنگ مقدس ص۱۸۸

(۲) آتھم کی بابت پیشگوئی کے لفظ یہ تھے۔ کہ وہ ۱۵ مہینے میں ہلاک ہوگا۔" حقیقۃ الوحی ص۱۸۵۔

ان دونو حوالوں کا مطلب یہ ہے۔ کہ آتھم ۱۵ ماہ کے اندر مر جائیگا۔ لیکن اس صاف صاف بیان کے برخلاف کشتی نوح کے ص۶ پر تحریر کرتے ہیں۔ کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا۔ کہ جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔"

اب دیکھ لیجئے۔ کہاں ۱۵ ماہ کا تعین۔ اور کہاں جھوٹے کا سچے سے پہلے مرنا۔ یہ پہلا فقرہ بالکل جھوٹ اسلئے تراشا گیا ہے۔ کہ آتھم میعاد مقررہ میں فوت نہیں ہوا تھا۔

(۶) جن دنوں مولوی عبد الکریم - مرزا صاحب کے فاروق ثانی مرض الموت میں مبتلا ہوئے انکی صحت کیلئے مرزا صاحب نے بہت دعائیں کیں - جسکا حال الحکم ۔ ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء - ۵ ستمبر ۱۰ ستمبر ۲۴ ستمبر - ۳۰ ستمبر وغیرہ سے ظاہر ہے - ان دعاؤں میں مرزا صاحب کو دعا کی قبولیت اور انکی صحت کی بشارت بھی دو بار ملی - (مفصل دیکھو ۱۵ فصل ہشتم کتاب ہذا) والحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۲ و ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء جنمیں بشارات صحت درج ہیں - لیکن مولوی عبد الکریم ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو مرگئے - اور قبولیت دعا کی بشارات غلط ثابت ہوئیں -

ان بشارات کے مقابلہ میں مرزا صاحب کا سفید جھوٹ ملاحظہ ہو - حقیقۃ الوحی کے ص ۳۲۶ میں لکھتے ہیں کہ :-

"ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اس بیماری کاربنکل یعنے سرطان سے فوت ہو گئے تھے - ان کے لئے میں نے بہت دعا کی تھی - مگر ایک الہام بھی ان کے لئے تسلی بخش نہ تھا" اوپر بجائے ایک کے دو الہاموں کے حوالے درج کر دیئے گئے ہیں - ان کے مقابلہ میں حقیقۃ الوحی کا بیان کتنا صاف جھوٹ ہے !!!

(۷) جب نکاح والی پیشگوئی کے پورا ہونے سے مرزا صاحب مایوس ہو گئے - اور قلبی صدمہ کے علاوہ مرزا صاحب کو اعتراضوں کی بوچھاڑ اور خوف کا خیال ہوا - تو آپ نے آخری وقت کی تصنیف تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲ و ۱۳۳ میں لکھتے ہیں - کہ نکاح کے لئے ایک شرط تھی - جب ان لوگوں نے شرط ک[1] پورا کر دیا - تو نکاح فسخ ہو گیا - یا تاخیر میں پڑ گیا" آگے چلکر کہتے ہیں - کہ

---

[1] اس شرط کی تفصیل اور مرزا صاحب اور ان کے پسماندگان کی توجیہات متعلق عدم نکاح کا مشرح اور مسکت جواب فیصلہ آسمانی مصنفہ علامہ سید ابو احمد رحمانی مونگیری ۔ میں دیا گیا ہے - شائقین اس کتاب کے ہر سہ حصص کو ضرور ملاحظہ کریں - اور ہماری اس کتاب کی فصل ششم کے نمبر ۲ تا ۱۰ کو دیکھیں - کہ کیا انہیں کوئی شرط پائی جاتی ہے ؟ شرط والا الہام پیشگوئی نکاح سے دو سال پہلے کا ہے - پھر اسکو شرط نکاح بتانا کسطرح جائز ہو سکتا ہے -

"کیا یونس علیہ السلام کی پیشگوئی نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ ۴۰ دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ مگر عذاب نازل نہ ہوا۔ حالانکہ اسمیں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا۔ اسپر مشکل تھا۔ کہ اسطرح نکاح کو بھی منسوخ یا کسی وقت پر ٹال دے"۔

اس قول میں مرزا صاحب نے پیٹ بھر کر جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ ایک نہیں کئی جھوٹ بولے ہیں۔ اسیطرح ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ سطر ۲ میں لکھدیا ہے۔ کہ میں نے حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے رکھ دیا۔ یعنی حضرت یونس کا قصہ حدیثوں اور آسمانی کتابوں سے نقل کیا ہے اب ذرا اس جھوٹ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مرزا صاحب کے نکاح کی پیشگوئی اور حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا۔ کہ آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر چالیس دن تک عذاب نازل ہوگا۔ محض غلط ہے۔ اس فیصلہ کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ تفسیر میں ہے۔ نہ کسی صحیح حدیث میں۔ نہ توریت و انجیل میں۔ پھر یہ قطعی فیصلہ مرزا صاحب کی زبان درازی اور دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے؟ جب اس فیصلہ کا ذکر کسی آسمانی کتاب میں نہیں۔ اور کسی صحیح حدیث میں نہیں۔ تو اس کے جھوٹ ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اگر کسی غیر معتبر روایت میں اس کا ذکر ہو بھی۔ تو اسے فیصلہ آسمانی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مرزا صاحب کا صریح فریب ہے۔ کہ اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک بے اصل بات کو فیصلہ آسمانی سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اپنی تصانیف میں بار بار اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ میں نے حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے رکھدیا۔

اسی طرح سے مرزا صاحب کا یہ کہنا۔ کہ یونس علیہ السلام کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ صاف جھوٹ اور کذب ہے۔ اول تو قطعی طور سے اس پیشگوئی کا ثبوت نہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ پھر شرطی اور غیر شرطی کا کیا مذکور ہے۔ اور اگر بعض روایتوں سے پیشگوئی

کا حال معلوم ہوتا ہے۔ تو شرطی ہونے کا ثبوت بھی وہیں سے ملتا ہے۔ چنانچہ وہ روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) شہزادہ ج ۲ صفحہ ۳۶۵ میں درج ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر وحی کی۔ کہ اپنی قوم سے کہیں۔ کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب آئیگا۔ حضرت یونس نے یہ پیغام الٰہی اپنی قوم کو پہنچادیا۔ اور ان کے انکار کے بعد ان کے پاس سے چلے گئے۔

(۲) روح المعانی جلد پنجم صفحہ ۳۸۴ میں یوں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر وحی کی۔ کہ اپنی قوم سے کہو۔ کہ اگر تم ایماں نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب آئیگا۔ انہوں نے یہ پیغام پہنچا دیا۔ مگر یہ لوگ ایماں نہ لائے۔ پس حضرت یونس ان کے پاس سے چلے گئے۔ جب کفار نے انکو نہ دیکھا۔ تو اپنے انکار پر نادم ہوئے۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔ مگر وہ نہ ملے۔

(۳) ایسا ہی تفسیر کبیر میں ذکر ہے۔

اب ملاحظہ ہو۔ کہ تین کتابوں سے حضرت یونس علیہ السلام کی پینگوئی میں شرط دکھلا دیگئی۔ تفسیر کبیر مرزا صاحب کے نزدیک بہی نہایت معتبر ہے۔ اور انجام آتھم وغیرہ میں اس کے حوالے دیئے ہیں۔ پھر کسطرح جھوٹ کہے جاتے ہیں۔ کہ پیشگوئی میں شرط نہیں تہی۔

باقی رہا یہ امر۔ کہ نکاح والی پیشگوئی اور حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی برابر ہیں یہ بہی سراسر جھوٹ ہے۔ بوجوہات ذیل۔

(۱) نکاح والی پیشگوئی قطعی اور یقینی ہے۔ اور اسکی بناء متواتر الہامات پر رکھی گئی تہی۔ اور بعد میں بہی وقتاً فوقتاً الہام اسکی تائید میں ہوتے رہے۔ جیسا کہ فصل گذشتہ میں ذکر ہوچکا ہے۔ برخلاف اس کے حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی کا ثبوت نہ کسی الہامی کتاب سے ملتا ہے۔ نہ احادیث صحیح سے۔ اسکا ماخذ بعض ضعیف روایات ہیں

(۲) منکوحہ آسمانی کے واپس آنے کا الہام ان الفاظ میں تہا۔ فسیکفیکھم اللہ

ویردھا الیک انا کنا فاعلین (اللہ ان مخالفوں کے لئے تیری طرف سے کافی ہوگا۔ اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائیگا۔ اور ہم ایسا ہی کرینگے) مگر حضرت یونس علیہ السلام کو اسطرح نہیں کہا گیا۔

(۳) مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا۔ الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔ (یعنے اس عورت کا واپس ہو کر تیرے نکاح میں آنا حق ہے۔ تو اسمیں شک نہ کر) حضرت یونس علیہ السلام سے ایسا ارشاد نہیں ہوا۔

(۴) مرزا صاحب کے الہام میں ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ۔ (یعنی خدا کی باتیں بدلا نہیں کرتیں) حضرت یونس علیہ السلام کو اس معاملہ میں اسطرح کہنا کسی ضعیف روایت میں بھی مذکور نہیں۔

(۵) مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ بار بار کی توجہ سے یہ الہام ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد اس لڑکی کو انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائیگا۔ مگر حضرت یونس علیہ السلام نے ایسا نہیں فرمایا۔ کہ یہ پیشگوئی ہر حالت میں ضرور ہی ظہور میں آئیگی۔

(۶) مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے نکاح پر خدا کی قسم کھائی ہے۔ اور کوئی بھلا آدمی اسی بات پر قسم کھا سکتا ہے جس کے وقوع کی اسے پیش از وقت خبر دیگئی ہو۔ اور اسے آسمان سے یقینی اطلاع مل چکی ہو لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے کوئی قسم نہیں کھائی۔ لہٰذا اس حلفیہ پیشگوئی کا پورا نہ ہونا مرزا صاحب کے کذب کی صریح دلیل ہے۔

ان حالات میں ان دونو پیشگوئیوں کو کسی صورت میں یکساں نہیں کہا جا سکتا۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا۔ کہ یونس علیہ السلام کی پیشگوئی ایک آسمانی فیصلہ تھا۔ اور اسمیں شرط نہ تھی۔ اور میں نے آسمانی کتابوں اور حدیثوں کو آگے رکھدیا۔ یہ تو بالکل جھوٹ اور صریح کذب ہے۔

(۸) مرزا صاحب یادری آتھم اور نکاح آسمانی کی پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے پر

جب بہت دست پاچہ اور زچ ہوئے۔ تو تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ص ۳۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ:-

" یہ پیشگوئیاں ایک دو نہیں۔ بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں۔ جو کتاب تریاق القلوب میں درج ہیں۔ پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا۔ اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرنا کسقدر مخلوق کو دھوکا دینا ہے "

اللہ! اللہ!! یا تو ان ہر دو پیشگوئیوں کو عیسائیوں اور مسلمانوں کے لیئے عظیم الشان نشان اور اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیتے تھے۔ (مفصل دیکھو فصل ۱ کتاب ہذا) یا اب سترہ ہوکر اور برسوں منتظر رہکر اسقدر کمزوری دکہاتے ہیں۔ جو صریح دلیل کذب ہے حوالہ مذکور میں آگے چلکر لکھتے ہیں۔ کہ:-

" یہ اسکی مثال ایسی ہے۔ کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے۔ اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وقت اندازکردہ پر پوری نہ ہوئی "

عبارت زیر خط۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا کھلا کھلا حملہ اور ناپاک الزام ہے۔ جو قادیانی نبی کاذب کے منہ سے ہی نکل سکتا ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی بقید وقت نہیں فرمائی۔ جو اپنے وقت پر پوری نہ ہوئی ہو۔ چونکہ اس الزام دینے میں مرزا صاحب نے بڑی چالاکی اور بیباکی سے اپنے ایمان کا نمونہ دکہایا ہے اس لیئے اصل قصہ ذرا وضاحت سے درج کیاجاتا ہے۔ تاکہ ناظرین حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق اور مرزا صاحب کا کذب بخوبی دیکھہ لیں۔

ذیلقعدہ سنہ ۶ھ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ اسوقت مکہ مکرمہ ابہی کفار کے ہی زیر قبضہ تہا۔ لیکن کفار مکہ اپنے مذہبی خیال سے کسی حج اور عمرہ کرنے والے کو نہیں روکتے تھے۔ اور شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ اور رجب کے

مہینوں میں لڑائی کو منع جانتے تھے۔ آپ عمرہ کے لئے تشریف لے چلے۔ اور چودہ پندرہ سو صحابہ ساتھ ہوئے۔

حدیبیہ پہنچکر یا روانگی سے قبل آپ نے خواب دیکھا۔ کہ ہم معہ تمام اصحاب کے بلاخوف و خطر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ارکان حج ادا کئے ہیں۔ یہ ایک خواب ہے کوئی الہامی پیشگوئی نہیں نہ اسمیں کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے۔ یہ خواب آپ نے صحابہ کرام سے بیان فرمایا۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سال عمرہ کا ارادہ فرما رہے تھے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض اصحاب کو یقین ہوا۔ کہ ہم اسی سال حج کرینگے۔ یہ خیال نہیں رہا۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال کا تعین نہیں فرمایا۔ حدیبیہ میں کفار مانع آئے۔ مگر کچھ شرائط کے ساتھ اس پر صلح ہو گئی۔ کہ اس سال نہ جائیں۔ آئندہ سال عمرہ کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپسی کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب کا حوالہ دیکر عرض کیا۔ کہ آپ نے تو فرمایا تہا۔ ہم خانہ کعبہ میں جائینگے۔ اور طواف کرینگے اس پر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہاں ہم نے کہا تو تھا۔ مگر کیا یہ کہا تہا۔ کہ اسی سال ہم داخل ہونگے۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ خانہ کعبہ میں داخل ہوگے اور طواف کروگے۔ یعنے ہمارے خواب کا ظہور کسی وقت ہوگا۔ (یہ روایت صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد میں ہے) خدا تعالےٰ نے آئندہ سال میں اس خواب کا ظہور دکھا دیا۔ پھر ایک سال بعد فتح مکہ ہوئی۔ اور نہایت کامل طور سے اسکی صداقت کا ظہور ہوا۔ غرض دو سال کے اندر وہ خواب یا پیشگوئی کامل طور سے پوری ہو گئی۔

یہاں یہ بتانا بہی ضروری ہے۔ کہ سنہ ۶ھ میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ اس خواب کی بنا پر کیا تھا۔ یا صرف عمرہ کا شوق اور کفار مکہ کی حالت کا معلوم کرنا اس کا مقصود تہا۔ کامل تحقیق اس امر کی شہادت دیتی ہے۔ کہ عمرہ کرنے کا خیال اس سفر کا باعث ہوا تہا۔ کیونکہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ خواب کا دیکھنا موجب سفر ہوا

صحیح روائیت تو یہی ہے۔ کہ حدیبیہ پہنچکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خواب دیکھا تھا۔ اس کی صحت بلحاظ راوی کے اور باعتبار ناقلین کے ہر طرح ثابت ہوتی ہے۔ اس کے راوی مجاہد ہیں۔ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضہ کے شاگرد رشید اور نہایت ثقہ ہیں۔ اور اس روایت کو اکثر مفسرین اور محدثین نے نقل کیا ہے۔ تفسیر درمنثور میں اس روائت کو پانچ محدثین سے اسطرح نقل کیا گیا ہے۔ کہ:۔

عن مجاهد قال اری رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو بالحدیبیة انه یدخل مکة هو واصحابه امنین الخ درمنثور جلد ۶ ص ۸۰

مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ آپ نے خواب دیکھا۔ کہ آپ اور آپ کے اصحاب بے خوف وخطر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہیں۔

علی ھذا تفسیر جامع البیان طبری۔ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ اور ارشاد الساری میں بھی اسی طرح ہے۔ کہ یہ خواب حدیبیہ میں دیکھا گیا۔

جس روائت میں مدینہ شریف میں اس خواب کا دیکھا جانا بیان کیا گیا ہے۔ وہ ضعیف ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر اس خواب کی وجہ سے اختیار فرمایا۔

بہرحال اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب کا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام کہ حدیبیہ والی پیشگوئی وقت اندازکردہ پر پوری نہ ہوئی۔ محض غلط اور جھوٹا ہے اور بقول مرزا صاحب کوئی شریر النفس ہی ایسا کہہ سکتا ہے۔ اور یہ جھوٹ مرزا صاحب نے محض اپنی جھوٹی پیشگوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے تراشا ہے۔ آخیر میں قرآن شریف سے بھی اس خواب کی صداقت ظاہر کی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ (الفتح ع ۴)

اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے رسول کے خواب کو تاکید کے ساتھ سچا بیان فرما رہا ہے

اور مرزا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا خاطی اور غلط فہم (نعوذ باللہ منہا) قرار دے رہے ہیں۔ اس نص قرآنی کے مقابلہ میں جواب رسالت کی نسبت مرزا صاحب کا یہ کہنا۔ کہ حدیبیہ والی پیشگوئی وقت اندازکردہ پر پوری نہیں ہوئی۔ کسقدر جسارت اور بے ایمانی کی بات ہے۔!

(۹) مرزا صاحب نے اپنا جھوٹ پھیلانے کے لئے آسمانی کتابوں کو بھی خالی نہیں رکھا چنانچہ اس نمبر میں بائبل کے اور آئندہ نمبر میں قرآن کریم کے متعلق مرزا صاحب کے دو جھوٹ بیان کئے جاتے ہیں۔

رسالہ ضرورۃ الامام صفحہ نمبر ۱۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ :-

"بائبل میں لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ۴۰۰ نبی کو شیطانی الہام ہوا تھا۔ اور انہوں نے الہام کے ذریعے جو ایک سفید جن کا کرتب تھا۔ ایک بادشاہ کی فتح کی پیشگوئی کی۔ آخر وہ بادشاہ بڑی ذلت سے اس لڑائی میں مارا گیا۔ اور بڑی شکست ہوئی"

اس واقعہ کو نہ صرف ضرورۃ الامام میں۔ بلکہ ازالہ اوہام صـ ۶۲۹ اور تقریر دلپذیر صـ ۳ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جھوٹے الہام ہو جاتے ہیں۔ معاذ اللہ منہا۔ اگر نبیوں کو بھی شیطانی الہام ہوتے۔ اور ان کی پیشگوئیاں اسی طرح غلط نکلتیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں عموماً غلط نکلیں۔ تو پھر نبیوں اور رمالوں اور پانڈوں میں کیا فرق رہا۔

لیکن ناظرین۔ مرزا صاحب کے اس بیان میں صداقت کا ایک ذرہ بھی نہیں۔ یہ محض دھوکا ہے۔ اور صرف یہ ایک واقعہ ہی مرزا صاحب کے کذب کی صریح دلیل ہے۔ اور اگر مرزائی خوف خدا کو مدنظر رکھکر اس پر غور کریں۔ تو فوراً ان سے الگ ہو جائیں۔ اور ان کی تعلیم کو خیر باد کہدیں۔

مرزا صاحب نے محض بائبل میں لکھا ہے۔ تحریر کر دیا۔ ورنہ کوئی حوالہ نہیں دیا

اور جھوٹ لکھنے کے لیے انکی یہی عادت تھی۔ کہ قرآن میں یوں لکھا ہے۔ حدیث میں یوں آیا ہے۔ انجیل سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ ورنہ اصل واقعہ دیکھکر فوراً ان کا جھوٹ ظاہر ہوجاتا۔

اب بائبل میں اس واقعہ کو تلاش کیا جاوے۔ تو کتاب سلاطین اول باب ۱۶ تا ۲۱ میں اسطرح سے لکھا ہے۔ کہ :۔ ۴۰۰ شخص بعل بت کے پجاری تھے۔ جو اسوقت کی اصطلاح مروجہ کی رو سے بعل کے نبی کہلاتے تھے۔ بادشاہ وقت کو جو بعل پرست تھا۔ کسی دشمن سے مقابلہ پیش آیا۔ اس نے ان نبیوں سے دریافت کیا۔ تو انھوں نے پیشگوئی کردی۔ کہ تو اس دشمن پر فتحیاب ہوگا۔ ان کے مقابلہ میں ایک سچا نبی بھی اس زمانہ میں تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اس بادشاہ سے کہا۔ کہ تو شکست کھا کر مارا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ اس حقانی نبی نے کہا تھا۔ اور ان چار سو پجاریوں کا قول غلط نکلا۔ جسکو مرزا صاحب ۴۰۰ نبیوں کا الہام بتاتے ہیں۔ ہاں! اگر مرزا صاحب اپنی نبوت کا سلسلہ بھی ان ۴۰۰ نبیوں کے ساتھ ملاتے ہیں۔ تو ہم بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں۔

(۲۰) ازالہ اوہام صٹ ۲۶۵ میں مرزا صاحب نے اس امر پر بحث کی ہے۔ کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جاسکتا۔ اسکا ثبوت قرآن شریف کی آیت ذیل سے دیتے ہیں۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ؕ

اسکا ترجمہ اسطرح کرتے ہیں۔ یعنے کفار کہتے ہیں۔ کہ تو آسمان پر چڑھکر ہمیں دکھلا۔ تب ہم ایمان لے آوینگے۔ انکو کہدے۔ کہ میرا خدا اس سے پاک ہے۔ کہ اس دار الابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھاوے اور میں بجز اس کے نہیں کہ ایک آدمی“

منشاء اور مطلب ان کا اس حوالہ سے یہ ہے۔ کہ جب اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود درخواست کفار آسمان پر نہیں جاسکے تو دوسرا نبی کوئی نہیں جاسکتا۔ لہذا مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا غیر ممکن ہے)

ترجمہ میں جس عبارت پر خط کھینچا گیا ہے۔ وہ کسی قرآنی لفظوں کا ترجمہ نہیں۔ سوائے اسکے کہ اسکو تفسیر بالرائے یا ایجاد بندہ کہا جائے۔ مگر ترجمہ میں تصرف کے علاوہ مرزا صاحب نے یہاں ایک بڑا بھاری دہوکا دیا ہے۔ اور کلام الٰہی میں چوری کی ناپاک کوشش کی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی اصل آیت کا ایک جزو ہی حذف کر دیا۔ جو اس آیت کی جان ہے۔ اصل آیت سورہ بنی اسرائیل کے دسویں رکوع میں اسطرح پر ہے۔

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ آیت کا وہ حصہ جس پر خط کھینچا گیا ہے مرزا صاحب نے دانستہ چھپا لیا۔ اور اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ اور اس سے سوائے آیت کے معنے پلٹ دینے کے ان کا اور کوئی مطلب نہ تہا۔ مرزائی صاحبان غور کریں۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں پر يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کا الزام کیوں لگایا گیا تہا۔ اور کیا مرزا صاحب بہی انہی جیسے ملزم نہیں ہیں؟

مرزا صاحب کی اس چالاکی اور جرأت کی توضیح کے لیے اس قصہ کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس آیت کو وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا سے شروع کرو۔ اس سے معلوم ہوگا۔ کہ کفار کن کن معجزوں کے طالب تہے۔ وہ کہتے تہے۔ کہ:۔

"(اے محمد) ہم تجہپر ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک تو ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ نہ بہا دے۔ یا تیرے واسطے ایک باغ کہجور وانگور کا ہو۔ اور تو اسمیں نہریں چلا دیوے یا جیسا کہ تو کہا کرتا ہے۔ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے گرا دے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر لے آ۔ یا تیرے لئے ایک سنہرا گھر ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جاوے۔ اور ہم تو تیرے محض چڑھنے پر بہی ایمان نہ لاویں گے۔ جب تک تو ہمارے لئے ایک نوشتہ نہ اتار لاوے جسکو ہم سب پڑھ لیں"

(اللہ تعالےٰ نے اس کا جواب یوں دلایا۔ کہ اے محمد) تو کہدے سبحان الله!

میں تو خود ایک بشر اور رسول ہوں"۔ اس سے ظاہر ہے کہ کفار چھ قسم کے معجزے مانگتے تھے۔ ان میں سے نمبر ۱ و ۲ و ۵ تو ایسی باتیں ہیں۔ جو نبوت کی شان سے گری ہوئی ہیں۔ اور ان کو معجزے نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ امور طاقت بشری سے باہر نہیں ہیں۔ اس لئے یہ درخواستیں تو یوں فضول ٹھیریں۔ اور درخواست ہائے نمبر ۳ و ۴ عادت اللہ کے برخلاف تھیں پس ان کی صرف ایک درخواست نمبر ۶ ایسی تھی جو منظور ہو سکتی تھی۔ یعنے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر جا چکے ہیں۔ اس لئے اس کے ساتھ ہی یہ شرط لگا دی۔ جس پر خط کھینچا گیا ہے۔ (اور یہی وہ شرط ہے جسے مرزا صاحب نے حذف کر دیا ہے اور اپنی کتاب میں درج نہیں کیا) یہ کیسی بے معنی درخواست تھی۔ کہ کفار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کے طالب تھے۔ کہ ہم کو بھی صاحب کتاب رسول بنا دے۔ جو کسی حالت میں قابل منظوری نہ تھی۔ اسلئے جواب دلوا دیا گیا۔ کہ:۔

(ہیو قوفو!) میں تو خود ایک بشر اور رسول ہوں۔ (کیا مجھ میں خدائی طاقتیں بھی ہیں۔ جو تم کو بھی اپنے جیسا رسول بنا دوں)

مرزا صاحب نے آیت کا یہ حصہ چرا کر یہ ثابت کرنا چاہا تھا۔ کہ آسمان پر جانا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی با وجود درخواست کفار ناممکن قرار دیا گیا جیسا کہ انہوں نے ترجمہ میں تصرف کیا ہے۔ لیکن جب اس شرط کو ساتھ ملا کر آیت کو پڑھا جاوے۔ تو یہاں کفار کی درخواست فضول ٹھہرتی ہے۔ وہاں مرزا صاحب کی چالاکی اور چوری کا حال بھی طشت از بام ہو جاتا ہے۔ اور ان کا اصل مطلب بھی فوت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جمہور اسلام معراج جسمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں۔ مرزا صاحب اور مرزائی نہ مانیں۔ ~~~

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ف - نوٹ صفحہ ۹۰ پر ملاحظہ کریں۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

ناظرین! اس فصل میں مرزا صاحب کے چھ عام جھوٹ اور دو جھوٹ انبیاء کرام کی شان میں اور دو چالاکیاں کتب آسمانی کی نسبت بیان کی گئی ہیں۔ جو مرزا صاحب کی تحریرات کا ایک نمونہ ہے۔ اگر مرزائی صاحبان کے دل میں خدا کا خوف اور طبیعت میں رس اور سلیم ہے۔ تو غور کریں۔ کہ کیا کسی سچے مسلمان سے ان حرکات و تحریرات کا ہونا ممکن ہے؟

ہرگز نہیں!

لہ مرزا صاحب اور مرزائی معراج جسمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اسکو روحانی کہتے ہیں۔ اور اسمیں مرزا صاحب کو بھی شامل کرتے ہیں۔ خود مرزا صاحب کا قول ہے۔ کہ مجھے بارہا معراج روحانی ہو چکی ہے سرسید احمد خاں علیگڈھی اور بعض اشخاص بھی اسطرف گئے ہیں۔ کہ یہ معراج روحانی تہا۔ لیکن جیسا کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ معراج روح اور بدن دونو کے ساتھ تہا۔ دیکہو زاد المعاد ص۳۰۱

اس عروج جسمانی کا انکار بعض لوگوں نے مروجہ خشک فلسفہ اور سائنس کے خیالات کی بنا پر کیا ہے چند سال پیشتر یہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوائی تخت کے متعلق بھی ایسے ہی شبہات رکھتے تھے۔ لیکن موجودہ ہوائی جہاز و شیع جو نہ صرف انسانوں کو بلکہ سینکڑوں من سامان جنگ ہزار ہا میل اڑائے پھرتے ہیں۔ انکا یہ کفر توڑ دیا اللہ تعالیٰ کی طاقت تو اتنی زبردست ہے۔ کہ اس نے لاکہوں اجرام سماوی کو جنکا وزن اندازہ سے باہر ہے۔ خلا میں تھام رکھا ہے۔ ایک چھوٹے سے جسم انسان کا آسمان پر لیجانا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی سواری کا نام براق ہے۔ جو برق سے مشتق ہے۔ اس برق (الکٹری سٹی) کی طاقتوں کا حال زمانہ دیکہہ رہا ہے۔ افسوس! کہ یہ نام کے لکھے پڑھے لوگ اللہ تعالیٰ کو معمولی انجنیئروں اور کاریگروں سے بھی عاجز خیال کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا

لیکن مرزا صاحب کا معراج جسمانی سے انکار خاص طور پر اس سبب سے ہے۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کی آسمانی زندگی سے انکاری ہیں۔ اگر معراج جسمانی کو مان لیتے تو حیات و رفع حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی انکو قائل ہونا پڑتا۔

آٹھویں فصل

مرزا صاحب کی دس مردود دعائیں اور انکا خود تجویز کردہ کفر

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(مرزا صاحب)

دعائیں عجز اور اخلاص کی مقبول ہوتی ہیں
کبھی عزت نہیں ملتی وہاں پر خود پسندوں کو

(مؤلف)

مرزا صاحب نے بڑے زور شور سے متحدیانہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ قادیان میں ہرگز طاعون نہ ہوگی۔ (دافع البلا ص۵) اور پھر پیشگوئی کی تھی۔ کہ میرے مرید طاعون سے محفوظ رہینگے۔ کشتی نوح ص۱ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرزا صاحب کی یہ دونوں شیخیاں بھی دوسری پیشگوئیوں کی طرح بالکل غلط اور جھوٹ ثابت[1] ہوئیں۔ مرزا صاحب نے

---

[1] چنانچہ قادیان کی طاعون کے متعلق مرزا صاحب حقیقۃ الوحی ص۲۳۲ میں لکھتے ہیں۔ "پھر طاعون کے دنوں میں جبکہ طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہو گیا" اور مریدوں میں جب طاعون کا زور ہوا۔ تو کہتے ہیں کہ "اس وقت تمام جماعت کو نصیحت کیجاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور شہیدوں کے ساتھ پوری ہمدردی اور اخوت کا سلوک کرنا چاہیے۔ الخ بدر ۱۳ مئی ۱۹۰۴ء اس کے بعد ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے اپنی جماعت کیلئے عام اشتہار دیا کہ میرا مرید جو طاعون سے فوت ہو جائے اسکو اسی کے کپڑوں میں دفن کر دو۔ اور ایسی میت سے تیس گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر اسکا جنازہ پڑھو۔" دمل پیشگوئیاں اور یہ نتائج پڑھ کر بے اختیار منہ سے نکلتا ہے ؎

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

اپنی سلطان القلمی کے گھمنڈ میں تمام علماء و سجادہ نشینان و انجمن ہائے اسلامیہ کو مخاطب کیا کہ وہ بھی پلیگ سے محفوظ رہنے کی دعا اور پیشگوئی کریں۔ اور محفوظ رہیں۔ لیکن تم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انجمن حمایت اسلام لاہور کو ان الفاظ میں مخاطب کیا۔ کہ:۔

"تم میرے منکر ہو۔ تمہاری دعائیں طاعون کے بارہ میں قبول نہ ہونگی۔ کیونکہ تمہارے حسب حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال" (دافع البلاء ص۱۱ مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء)

اس قول میں مرزا صاحب نے علمائے اسلام کو بوجہ انکار خود کافر قرار دیکر آیت قرآنی کا حوالہ دیا ہے۔ کہ کافروں کی دعائیں ہمیشہ نامقبول و مردود رہتی ہیں۔ بمقابلہ اس کے اپنی دعاؤں کی قبولیت کا مرزا صاحب کو بڑا بھاری دعوے تھا۔ اور نہ صرف دعوے۔ بلکہ اسکو اپنا معجزہ بتلایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس بارہ میں الہام ہیں۔ کہ:۔

(۱) اجیب کل دعائک الا فی شرکائک۔ یعنے جو دعا تم اپنے شریکوں کے متعلق کرو۔ اس کے سوا تمہاری اور سب دعائیں منظور کیجائینگی۔ (الہام ۱۹۰۱ء مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۲۲۳ و مندرجہ البشریٰ ص۴۲)

(۲) بحسن قبولی دعا نگر۔ کہ چہ زود دعا قبول مے کنم۔ (الہام ۳ جنوری ۱۹۰۸ء مندرجہ البشریٰ ص۱۴۹)

(۳) ادعونی استجب لکم۔ مجھ سے مانگو میں تمہیں دونگا (الہام مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۹۹)

ان ہر سہ الہامات سے واضح ہے۔ کہ مرزا صاحب الہامی اور اعجازی مستجاب الدعوات تھے ۔ (ازالہ اوہام ص۱۱۱ میں بھی اسکا کھلا کھلا دعوے ہے۔ گویا مرزا صاحب اور مرزائیوں کے نزدیک ان کا صاحب معجزہ استجابت دعا ہونا مسلمہ ہے۔ اور مرزا صاحب کے ہی قول متعلق علماء و انجمن حمایت اسلام لاہور کی رو سے ان کا یہ بھی مسلمہ اصول بلکہ نص قرآنی ہے۔ کہ کافروں کی دعائیں نامقبول اور مردود رہتی ہیں۔

ص۵۱ اور آپ کی طرح ذلیل ہوں۔
ص۵۲ مرزائی آرگن ریویو آف ریلیجنز ماہ مئی ۱۹۰۷ء لکھتا ہے۔ کہ:۔ (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۰ پر دیکھو)

پس اگر ہم یہ ثابت کردیں۔ کہ یہ ادعائے قبولیت دعا بھی مرزا صاحب کی ایک شوخانہ تعلّی اور بڑا دعوے ہی دعوے تھا۔ اور اس کے ثبوت میں مرزا صاحب کی نامقبول و مردود دعاؤں کی فہرست بھی پیش کردیں۔ توجسطرح مرزا صاحب اپنے الہامات متذکرہ بالا کی رو سے اپنی امت میں الہامی مستجاب الدعوات مانے جاتے تھے۔ ہمارا بھی حق ہے۔ کہ ہم ان کو بروئے نص قرآنی و نیز مسلمات مرزا صاحب الہامی کافر کے نام سے موسوم کریں۔ اور یہ ہمارا قصور نہیں بلکہ (بمقتضائے ازماست کہ برماست) مرزا صاحب کا خود تراشیدہ اصول ہے ذیل میں مرزا صاحب کی مردود دعاؤں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) مولوی عبد الکریم سیالکوٹی مرزائی مشن کے دست راست تھے۔ جو بمرض کاربنکل پھوڑا بیمار ہوئے۔ ان کے علاج کیلئے جیسا کہ چاہیئے تھا سخت کوشش کیگئی۔ اور علاج کے علاوہ دعائیں تو اتنی کی گئیں۔ کہ غالباً مرزا صاحب نے کسی دوسرے امر کیلئے نہیں کی ہونگی چنانچہ:۔

(الف) اخبار الحکم ۳۰ راگست ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے۔ کہ مولوی عبد الکریم صاحب کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے۔ جسکو چیرا دیا گیا ہے۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا

(بقایا نوٹ صفحہ ۹۹) "حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) دعا کی قبولیت کا ایک ایسا قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں۔ جو آج دنیا بھر میں کسی مذہب کا کوئی ماننے والا پیش نہیں کرسکتا۔ اور وہ ثبوت یہ ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے ہیں۔ اور اس دعا کا جواب پاتے ہیں۔ اور جو کچھ جواب میں ان کو بتایا جاتا ہے۔ اسکو قبل از وقت شائع کردیتے ہیں۔ پھر ان شائع شدہ امور کی بعد کے واقعات تائید کرتے ہیں۔ اور یہ تائید ایسی ہوتی ہے کہ جس پر کوئی انسانی کوشش اور منصوبہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور ایسے ہی اعجازی اور فوق الطاقت طور پر وہ امر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ وہ مدت سے اسباب کو شائع کررہے ہیں کہ ان کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ انکی دعائیں قبول کیجاتی ہیں ص ۱۹۲ استجابت دعا کے معجزہ پر کیسا پختہ ایمان اور دعوے ہے۔ مگر فصل ہذا میں اس سب سے بڑے ثبوت کی اچھی طرح قلعی کھولی گئی ہے۔ (مؤلف)

کہ میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی۔ رؤیا میں دیکھا۔ کہ مولوی نورالدین صاحب ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں۔ اور رو رہے ہیں۔ (فرمایا) ہمارا تجربہ ہے۔ کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے۔ اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولویصاحب کی صحت[۱] کی بشارت ہے"

(ب) الحکم ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب مولوی عبد الکریم کی بیماری کو نہائیت خوفناک اور انکی حالت مایوسی خیز بلکہ قریب الموت بیان کرکے لکھتے ہیں کہ۔

اس دعا میں مَیں نے بہت تکلیف اٹھائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت[۲] نازل کی۔ اور عبداللہ سنوری والا خواب دیکھا۔ جس سے نہایت درجہ غمناک دل کو تشفی ہوئی"

(ج) الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء م۱۲ میں بھی مولوی صاحب کی حالت اور اپنے خوش الہامات کا ذکر کرکے الہام الٰہی کی بناء پر لکھتے ہیں۔ کہ قضا و قدر تو ایسی ہی لیے مولویصاحب کی موت کی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے رد بلا کر دیا[۳]"

(د) الحکم ۲۴ ستمبر میں لکھا ہے۔ کہ خود اعلٰحضرت (مرزا صاحب) کا بہت بڑا حصہ دعاؤں میں گزرتا ہے۔ (م۲ کالم ۳ و ۴) اور کالم ۴ میں لکھا ہے۔ کہ خدا کے مسیح کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ اور اس کالم میں ۱۲ ستمبر کا ایک الہام بھی درج ہے۔ جو دعا کے بعد ہوا۔ طلع البدر[۴] علینا من ثنیات الوداع (یعنے ہم پر بدر طلوع ہوا پہاڑ کی گھاٹی سے)

(ھ) الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ۲۷ ستمبر کو جماعت کو نصیحت کی۔ کہ کل جنگل میں جا کر مولویصاحب کے لئے دعا کریں۔ اور خود بھی ۲۸ کو صبح ہی باغ میں گئے۔ اور کئی گھنٹہ تک تخلیہ میں دعا کی۔

مگر افسوس! کہ مرزا صاحب کی یہ شبانہ روز کی سب دعائیں رد ہوگئیں۔ اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو مولوی صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ اور مرزا صاحب کے ملہم نے ان تنوں دنوں تک ناحق ان کو بھٹکایا۔ یہاں تک کہ اسی اثناء میں دو تین بار قبولیت دعا اور صحت کی

---

[۱] و [۲] بشارت صحت کا ذکر آگے آتا ہے۔ [۳] و [۴] جیسا کہ آگے ذکر ہوتا ہے۔

بشارتیں بھی ہوئیں۔ کئی الہام مایوسی بخش بھی تھے۔ کیا یہ صریح طور پر ابن صیاد کے الہاموں کی مثال نہیں؟

(۳) مرزا صاحب کا لڑکا مبارک احمد سخت بیمار ہوا۔ اسکی نسبت الہام ہوا۔ قبول ہوگئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔ یعنے یہ دعا قبول ہوگئی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے میاں صاحب موصوف کو شفا دی۔ (میگزین ستمبر ۱۹۰۷ء) لیکن میگزین اکتوبر ۱۹۰۷ء سے ظاہر ہے۔ کہ میاں مبارک احمد کا ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو انتقال ہوگیا۔ اور قبولیت دعا کا الہام صریح غلط ثابت ہوا۔ کیا یہ وعدہ رحمانی تھا۔ یا القائے شیطانی؟ اُدہر ایک مخلص دوست مخدوم الملتہ مولوی عبدالکریم کے لئے دعائیں کی تھیں۔ ادہر الہامی فرزند ارجمند کی صحت کے لئے۔ مگر کوئی بھی قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ الہام قبولیت کے بھی ہو چکے تھے۔

(۴) ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

خدا اس مہدی کی تصدیق کریگا۔ اور دور دور سے اس کے دوست جمع کریگا۔ جنکا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا۔ یعنے تین سو تیرہ ۳۱۳ ہونگے۔ اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔ اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا۔ کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعوے کرے۔ اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں۔ لیکن میں اس سے پہلے ہی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو نام درج کرچکا ہوں۔ اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے تین سو تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں۔ تاکہ ہر ایک منصف سمجھ لے۔ کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی۔ اور بموجب منشائے حدیث کے یہ بیان کردینا پہلے سے ضروری ہے۔ کہ:۔

ف بشارات صحت اور قبولیت دعا کے الہام کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ لیکن اس کے مقابل مرزا صاحب کا سفید جھوٹ دیکھئے۔ حقیقتہ الوحی ص۳۲۲ میں کہتے ہیں۔ کہ "مولوی عبدالکریم کیلئے) میں نے بہت دعا کی تھی۔ مگر ایک الہام بھی اس کے لئے تسلی بخش نہ تہا" کیا صفائی ہے! اطلع البدر علینا الخ اور اللہ نے رد بلا کردیا۔ اور بشارت نازل کی۔ سب غتر بود!!!

یہ تمام اصحاب خصلت صدق و صفا رکھتے ہیں " اور حسب مراتب جسکو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے "

آخری دعاء کے لئے دیکھنا ہے۔ کہ قبول ہوئی یا نہیں۔ جن لوگوں کے لئے یہ دعا تھی اور جن کے لئے پہلے سے لکھدیا تھا۔ کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق و صفا رکھتے ہیں۔ ان میں سے کئی آدمی جیسے ڈاکٹر عبد الحکیم خاں وغیرہ مرزا صاحب سے پھر گئے۔ اور نہ صرف پھر ہی گئے۔ بلکہ مرزا صاحب کی مخالفت میں عمر بھر کوشش کرتے رہے۔ اسلئے جہاں مرزا صاحب کی یہ دعا نامقبول ٹھیری۔ وہاں یہ (۳۱۳) والا ڈھکوسلہ بھی باطل ثابت ہوا۔ اور کم از کم جو پیشگوئی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپان کی تھی۔ اس کی رُو سے مرزا صاحب مہدی ثابت نہ ہوئے۔

(۴) سید امیر شاہ رسالدار میجر سے پانصد روپیہ پیشگی لے کر ان کے بیٹا ہونے کی دعا کی۔ جسکی میعاد ۱۵۔ اگست ۱۸۸۹ء کو ختم ہوئی۔ مگر یہ قیمتی دعا بھی مردود اور نامقبول ہوئی۔ (مرزا صاحب کا خط ۱۵ اگست ۸۸ء مندرجہ عصائے موسیٰ ص۲۸۱)

(۵) ۲۰ جون ۱۸۹۷ء سے ۲۲ جون تک تقریب جشن جوبلی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند مرزا صاحب نے بھی اپنے مریدوں کو جمع کرکے قادیاں میں ایک جشن منایا۔ اور دو تین دن خوب پُر تکلف دعوتیں اڑیں۔ غرباء کو کھانا کھلایا گیا۔ رات کو روشنی ہوئی۔ مبارکباد کی تار بخدمت وائسرائے صاحب بہادر روانہ کی گئی۔ اور ایک کتاب چھپوا کر بنام تحفہ قیصریہ مقتدر حکام اور ملکہ معظمہ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ ۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو خصوصیت سے بدرگاہ رب العزت اردو۔ فارسی۔ عربی۔ پشتو۔ پنجابی اور انگریزی زبانوں میں نہایت خشوع و خضوع

ف چند زبانوں میں ایک ہی دعا کے الفاظ کو ادا کرنا کیا فضول اور نمائشی کارروائی نہیں ہے کیا مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی نسبت کسی زبان سے ناواقف ہونے کا بھی خیال تھا۔

سے گورنمنٹ کے اقبال و دولت کی ترقی کی دعائیں مانگی گئیں۔ اور اخیر میں ملکہ معظمہ کے اسلام لانے کے لئے ان الفاظ میں دعا کی گئی۔ کہ :۔

"اے قادر توانا ہم تیری بے انتہا قدرت پر نظر کرکے ایک اور دعا کے لئے تیری جناب میں جرأت کرتے ہیں۔ کہ ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر اسکا خاتمہ کر"

اے عجیب قدرتوں والے اے عمیق تصرفوں والے۔ ایسا ہی کر۔ یا الٰہی یہ تمام دعائیں قبول فرما۔ تمام جماعت کہے کہ آمین"

یہ دعا مانگ کر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ :۔

"اے دوستو! اے پیارو۔ خدا کی جناب بڑی قدرتوں والی جناب ہے۔ دعا کے وقت اس سے نومید مت ہو۔ کیونکہ اس ذات پاک میں بے انتہا قدرتیں ہیں۔ اور مخلوق کے ظاہر و باطن پر اس کے عجیب تصرف ہیں۔ سو تم منافقوں کی طرح بلکہ سچے دل سے یہ دعائیں کرو وغیرہ وغیرہ (دیکھو روئداد جلسہ احباب جشن جوبلی ص)

ادھر رسالہ تحفہ قیصریہ میں مسئلہ جہاد کی آڑ لیکر اپنی جماعت کو وفادار اور دنیائے اسلام کو باغی قرار دینے کی ناپاک کوشش کرتے ہوئے ان الفاظ میں قبول اسلام کا پیغام دیا۔ کہ :۔

"لیکن اے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند ہم عاجزانہ[1] ادب کے ساتھ تیری حضور میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں۔ کہ تو اس خوشی کے وقت میں جو شصت سالہ جوبلی کا وقت ہے یسوع کے چھوڑنے کے لئے کوشش کر" (تحفہ قیصریہ ص۲۵)

---

[1] مرزا صاحب کی اس بیہودہ اور عاجزانہ التماس اور خوشامد کی نمائش کارروائیاں اور ڈرپوکی اور بادبرقی وغیرہ وغیرہ خوشامد کا مقابلہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خودداری اور حضور کے ان آزادانہ پیغاموں سے کرو۔ جو مغرور بادشاہان وقت کے نام ارسال فرمائے تھے۔ اور پھر دیکھو کہ کیا خدا کے مامور اور رسول کا یہی طریقہ تبلیغ حق کا ہونا چاہیئے کہ طرح طرح کی چاپلوسیوں اور خوشامدوں اور تعریفوں کے پیش کرکے دین حق کی دعوت ان ذلیل الفاظ میں پیش کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہرقل بادشاہ کو صاف الفاظ میں تحریر فرما دیا تھا۔ کہ اسلم تسلم یعنے تو مسلمان ہوجا تب تیری سلامتی ہوگی

مرزا صاحب کی مذکورہ بالا چھ زبانوں والی دعا بھی بارگاہ الٰہی سے مردود ہوئی جسکی قبولیت کا اپنی جماعت کو اطمینان دلایا تہا۔ اور بقول خود دعا کے مردود ہوجانے سے منافق ثابت ہوئے۔ اور رسالہ تحفہ قیصریہ میں جو مسلمانوں کی نسبت طرح طرح کے الزام واتہام لگاکر اور اپنی جماعت کی وفاداری جتلاکر عجیب وغریب الفاظوں اور رنگ آمیزیوں سے۔ اور عاجزانہ ادب کے ساتھ ملکہ معظمہ کے حضور میں کھڑے ہوکر عرض کی گئی تہی۔ کہ وہ اسلام قبول کریں۔ یہ عرض بہی نامنظور ہوئی۔ حضور ملکہ معظمہ کو ایک سال کے اندر نشان آسمانی دکہلانے کے لئے بہی لکہا تہا۔ اگر وہ پسند کریں۔ مگر انہوں نے ادہر بہی توجہ نہ کی۔

(۶) ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جسمیں درج تہا۔ کہ:-

"میں نے خدا تعالےٰ سے دعا کی ہے۔ کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔ اے میرے ذوالجلال پروردگار۔ اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جہوٹا اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں بار بار مجھکو کذاب دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی۔ اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولا۔ اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں۔ تو مجھپر ۱۳ ماہ کے اندر یعنے ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر[۱] اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے۔ تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما۔ کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیہم الذلۃ کا مصداق کر۔ آمین۔ ثم آمین"

اس کے اخیر میں لکھتے ہیں۔ کہ:-

"یہہ دعا تہی۔ جو میں نے کی۔ جواب میں الہام ہوا۔ کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا یہ خدا تعالےٰ کا فیصلہ ہے۔ فریقین میں سے جو کاذب ہے۔ وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ

[۱] اس سے آگے کچھ عبارت چھوڑ دی گئی ہے۔ جو مرزا صاحب نے حسب عادت خود بار بار بطور تکرار کلام لکھی ہے

الہام کی بنا پر ہے۔ اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھول لے گا۔" یہ دعا بھی بالکل بے نتیجہ اور مردود رہی۔ اور مرزا صاحب کے ہر سہ مخالفین کو کوئی واقعہ عظیم پیش نہیں آیا۔ جو اس پیشگوئی کا مصداق بن سکے۔ نہ ہی وہ کسی ذلت کی موت سے تباہ اور برباد یا رسوا ہوئے۔

اس پر صفائی یہ ہے۔ کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ مولوی محمد حسین اور انکے ساتھیوں کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہ تھی۔ اس کذب بیانی کی بھی کوئی حد ہے یا پھر دعوے ہے رسالت اور نبوت کا!!!

(۷) ۵ر نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں درج ہے۔ کہ:۔

"اے میرے مولا! قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا۔ اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں۔ تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا۔ اور اپنے بندے کیلئے گواہی دے۔ جسے زبانوں نے کچلا گیا ہے۔ دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں۔ کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں۔ تو ان تین سالوں میں کوئی ایسا نشان دکھلا۔ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔"

اخیر میں لکھا۔ کہ:۔

"میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اگر میری یہ دعا مقبول نہ ہو۔ تو میں ایسا ہی مردود۔ ملعون۔ کافر۔ بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔" (اشتہار مذکور)

یہ دعا بھی نامقبول اور مردود ہوئی۔ اور کوئی نشان تین سال کے عرصہ میں ظاہر نہ ہوا۔

(۸) مرزا صاحب کی نسبت ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب نے موت کی پیشگوئی کی۔ اسکے مقابلہ میں مرزا صاحب کی زبان پر الہامی طور سے یہ دعا جاری ہوئی۔

"رب فرق بین صادق وکاذب انت تری کل مصلح وصادق۔

ترجمہ: اے خدا سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھلا۔ تو ہر ایک مصلح اور صادق کو جانتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ۹۵ اور اشتہار خدا سچے کا حامی ہو)

پھر مرزا صاحب کو ان کے ملہم نے بشارت دی۔

"خدا قاتل تو باد۔ مرا از شر تو محفوظ دارد۔ یعنے اے دشمن تو جو تباہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ خدا تجھے تباہ کرے۔ اور تیرے شر سے مجھے نگاہ رکھے۔ (حقیقۃ الوحی ۹۵)

پھر بحوالہ الہام الہٰی لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"دشمن جو میری موت چاہتا ہے۔ وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہو گا (تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

یہ الہامی دعا ہی جس کی قبولیت کے الہام ہو چکے تھے۔ مرزا صاحب کے نقطۂ خیال سے مردود ہوئی۔ کیونکہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی کے مطابق مر گئے۔ ہاں مسلمانوں کے خیال کے مطابق ضرور قبول ہو گئی۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اپنا کاذب ہونا ثابت کر دیا۔

(۹) ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب کے مقابلہ میں دو اور دعائیں الہامی طور پر مرزا صاحب کی زبان پر جاری ہوئیں۔

(الف) رب کل شیئ خادمک۔ رب فاحفظنی وانصرنی۔ وارحمنی یعنے اے میرے خدا ہر چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے خدا شریر کی شرارت سے مجھے نگاہ رکھ۔ اور میری مدد کر۔ اور مجھ پر رحم کر" (حقیقۃ الوحی ۹۵)

(ب) اے ازلی ابدی خدا۔ بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔ اسے ازلی ابدی خدا میری مدد کے لئے آ۔ (حقیقۃ الوحی ۱۹۴) افسوس کہ مرزا صاحب کے خدا نے ان اپنی بتائی ہوئی (الہامی) دعاؤں کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔ اور دعاؤں کو مردود کر کے اس شخص کو فتح دیدی جو اس کے مسیح کو کذاب۔ مکار۔ شیطان۔ دجال۔ شریر۔ حرام خور۔ خائن۔ شکم پرست نفس پرست۔ مفسد۔ مفتری وغیرہ کہتا تھا۔

(۱۰) ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب کا ایک اشتہار بعنوان مولوی ثناء اللہ

صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ شائع ہوا۔ مضمون غیر ضروری پر طویل ہے۔ جس میں پہلے مولوی صاحب کے مضامین کی جو مرزا صاحب کی تکذیب میں نکلتے رہے ہیں۔ شکایت کی ہے اور بالآخر کہتے ہیں۔ کہ:۔

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعوٰے مسیح موعود ہونے کا میرے نفس کا افترا ہے۔ اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔ اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے۔ تو اے میرے پیارے مالک۔ میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر۔ اور میری موت سے انکو اور انکی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین" مگر اے میرے کامل اور صادق خدا۔ اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے۔ حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں۔ کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر" اخیر میں پھر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"یا اللہ میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں۔ کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے"

آخری سطروں میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ:۔

مولوی ثناء اللہ صاحب سے التماس ہے۔ کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔ اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے"

عبارت مذکورۃ الصدر کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ مرزا صاحب کو اپنی اس دعاء کی قبولیت پر اتنا گھمنڈ تھا۔ کہ اخیر میں لکھدیا۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے" لیکن اللہ تعالیٰ نے واقعی سچا سچا فیصلہ فرمادیا۔ کہ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں

ہی ہلاک کر دیا۔ مولوی صاحب بفضلہٖ تعالیٰ تاحال موجود اور بدستور مرزائی ہفوات کی تردید فرما رہے ہیں۔ اور مرزا صاحب نے ہی ۱۹۰۸ء میں بمرض ہیضہ صرف اڑھائی گھنٹہ بیمار رہکر بمقام لاہور وفات پائی۔ انکے نقطہ خیال سے یہ مہتم بالشان دعا بھی نامقبول اور مردود ہوئی[۱]

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

مرزائی صاحبان مرزائی کی ان دس عظیم الشان نامقبول و مردود دعاؤں کو ملاحظہ کریں۔ اور پھر مرزا صاحب کے بیان کردہ اصول ونص قرآنی (وما دعاء الکافرین الا فی ضلال) پر مکرر غور کریں۔ کہ مرزا صاحب تو صرف طاعون کی دعا کے متعلق اپنے مخالفین علماء کو للکارتے ہیں۔ کہ تم کافر ہو۔ اس لئے تمہاری دعائیں قبول نہیں ہونگی۔ مگر یہاں مرزا صاحب کی نامقبول دعاؤں کا ایک مجموعہ دکھایا گیا ہے۔ تو پھر اس اصول کی رو سے مرزا صاحب کے کافر ہونے میں کیا شک ہے۔ جو ان کا خود مجوزہ ہے۔

---

[۱] ایک مرزائی کو اختیار ہے۔ اور وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ دعا منظور و مقبول ہوئی۔ کیونکہ دعا میں یہ الفاظ بھی تھے۔ کہ "اگر یہ دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا میرے نفس کا افترا ہے۔ اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔ اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے۔ تو اے میرے پاک مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں۔ کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر۔ اور میری موت سے ان کو اور انکی جماعت کو خوش کر دے۔"

لیکن اس صورت میں اسے مرزا صاحب کو کذاب۔ مفتری اور مفسد ماننا پڑیگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دعا کو نامقبول اور مردود مانا جائے۔ اسحالت میں مرزا صاحب پر ان کا اپنا مجوزہ کفر عائد ہوگا۔ اور مستجاب الدعوات ہونا بھی باطل ٹھیرے گا۔"

نویں فصل

مرزا صاحب کے معتقدات اسلامیہ اور انکی تعلیم اخلاق ودینی ہوئے

بنے کیونکر جو ہو سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

مرزا صاحب کا الہام تھا۔ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (یعنی مرزا اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ بلکہ وہی کہتا ہے۔ جو اس پر وحی نازل ہوتی ہے)" اور تجلیات الہیہ صفحہ ۲۵-۲۶ میں مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ یہ مکالمہ الہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایکدم کیلئے بھی اس میں شک کروں۔ تو کافر ہو جاؤں۔ اور میری آخرت تباہ ہو جاوے"

اس سے ظاہر ہے۔ کہ کم از کم دینیات اور روحانیات کے متعلق تو مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ضرور ہی الہام الہٰی سے لکھا ہے۔ لیکن اس مختصر کتاب کے گذشتہ اوراق سے مرزا صاحب کے الہامات اور تحریرات کے صدق یا کذب کا ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ فصل ہذا میں عام اعتقادات اسلامیہ کے متعلق مرزا صاحب کے خیالات کا مزید اظہار کیا جاتا ہے۔ جس سے ناظرین پر روشن ہو جائیگا۔ کہ مرزا صاحب کس قسم کے اسلام کو مانتے تھے۔ اور ان کے اخلاق کہاں تک اسلامی اخلاق کہلانے کے مستحق تھے۔ اور کس حد تک وہ ما ینطق عن الھوٰی ۔۔۔۔ الخ کے ماتحت بولتے تھے۔

(۱) توحید و ذات باری کے متعلق مشرکانہ اقوال۔

(الف) فصل چہارم میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ مرزا صاحب اللہ تعالےٰ کی اولاد ہونے کے قائل تھے۔ چنانچہ انکو تین الہام ہوئے۔ جن میں انہیں ولد کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ توضیح مرام ص۲۷ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے۔ جسے استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں"

یہ ولد اور ابن وہ الفاظ ہیں۔ جن کی قرآن شریف میں جابجا تردید و مذمت فرمائی گئی ہے۔ اور اس کے قائلوں کو گمراہ اور کافر کہا گیا ہے۔

(ب) قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ "وہ لوگ ضرور کافر ہوئے۔ جنہوں نے کہا۔ کہ خدا تین میں سے ایک ہے" اس آیت سے عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی بیخکنی مقصود تھی۔ لیکن مرزا صاحب پاک توحید کے ساتھ **پاک تثلیث** کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

اور ان دونو محبتوں کے کمال سے جو خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر نر و مادہ کا حکم رکھتی ہے۔ اور محبت الٰہی کی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ جسکا نام روح القدس ہے۔ اس کا نام **پاک تثلیث** ہے۔ اسلئے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ ان دونو کے لئے بطور ابن اللہ کے ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۰۰)

واہ مرزا صاحب! کہاں تثلیث کا لعنتی عقیدہ! اور کہاں اس کے ساتھ لفظ پاک!! مرزا صاحب نے ایسے گندے عقائد کی پاک اور ناپاک دو قسمیں بنا دی ہیں۔ تو مرزائیوں میں پاک جھوٹ پاک شرک پاک جوئے وغیرہ کا بھی ضرور رواج ہونا چاہیئے۔

ف۱ کم از کم عیسائیوں کو تو مرزا صاحب کا مشکور ہونا چاہیئے جنکے تثلیث جیسے بھول بھلیاں عقیدہ کی مرزا صاحب نے تصریح کر کے اسے پاک قرار دیا ہے۔

(ج) قرآن شریف فرماتا ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (اللہ تعالیٰ کی مثال کوئی چیز نہیں ہے) مگر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ :-

اس وجود اعظم کے بیشمار ہاتھ۔ بے شمار پیر ہیں۔ عرض اور طول رکھتا ہے۔ اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں بھی ہیں" توضیح المرام ص۸۵۔

(د) قرآن شریف فرماتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار (آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں) مگر مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ :-

"وہ (صاحب الہام لوگوں سے) خدا قریب ہو جاتا ہے۔ اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی۔ بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں۔ کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ (ضرورۃ الامام ص۱۳)

(ھ) براہین احمدیہ کے ص۵۵۶ پر لکھتے ہیں۔ اغفروارحم من السماء ربنا عاج۔ اسکی تشریح میں کہتے ہیں۔ کہ ہمارا رب عاجی ہے۔ مگر عاجی کے معنے کی بابت لکھا۔ کہ معلوم نہیں ہوئے"۔

بارش کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ سے ہمکلام ہونے کے مدعی ہیں۔ مگر الہام کے معنے نامعلوم ہی رہتے ہیں۔ اچھا ہم بتاتے ہیں۔

مرزا صاحب نے نبی اور محدث کے الفاظ کے لئے لغات کی کتابوں کو چھان مارا اگر عاج کے معنے بھی کتب لغت میں دیکھ لیتے۔ تو پتہ لگ ہی جاتا۔ سنو! عاج کے معنے ہیں ہاتھی دانت۔ استخوان فیل۔ سرگین (گوبر) وغیرہ (دیکھو منتخب اللغات ص۳۰۴) اب مرزائی صاحبان کی مرضی ہے۔ کہ اس الہام کی رُو سے اپنے خدا کو ہاتھی دانت کا سمجھ لیں[1] یا گوبر گنیش۔ ع بریں عقل و ایماں تفاخر کنید!

---

[1] کرشن جی کا اوتار بننے والے کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آگیا ہوگا۔
بتے دیدم از عاج در سومنات ✽ مرصع چو در جاہلیت منات

اللہ تعالیٰ کا یہ حلیہ غالباً مرزا صاحب کی اس گھریلو کتاب میں درج ہوگا۔ جسے وہ ثریا سے اتار کر لانے کا ادعا کرتے ہیں۔ ورنہ کلام اللہ میں تو ان باتوں کا کہیں پتہ نہیں۔

(۹) حقیقۃ الوحی ص۲۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"پس روحانی طور پر انسان کیلئے اس سے بڑھکر کوئی کمال نہیں۔ کہ وہ اسقدر صفائی حاصل کرے۔ کہ خدا تعالیٰ کی تصویر اسمیں کھینچ جاوے۔"

توضیح المرام ص۹۰ میں حضرت جبرئیل کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"وہ خدا سے سانس کی ہوا۔ یا آنکھ کے نور کی طرح نسبت رکھتا ہے۔ اور خدا کی جنبش کے ساتھ ہی وہ بھی جنبش میں آجاتا ہے۔ اصل کی جنبش کے ساتھ سایہ کا ہلنا بھی طبعی طور پر ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسکی عکسی تصویر جسکو روح القدس کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے۔ محب صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے۔"

ناظرین! خدا تعالیٰ کی عکسی تصویر[۱] محبّ کے دل پر گذشتہ ۱۳۰۰ سال میں مرزا صاحب کے سوائے اور کسی نے کبھی نہیں کھینچی تھی۔ مرزا صاحب نے اپنی عکسی تصویر اتروا کر مریدوں میں تقسیم کروائی۔ بجائے اس کے اپنے دل پر سے خدا کی تصویر کا عکس ہی کیوں نہ اُتروالیا۔ تاکہ عام لوگ اللہ میاں کی زیارت تو ان آنکھوں سے کر لیتے۔ جس سے از ابتدائے آفرینش محروم ہیں۔ واہ جناب! واہ!! اللہ کی ذات اور اسکی عکسی تصویر! کیوں نہ ہو مجدّد دین جو ہوئے بچہ بچہ جانتا ہے۔ کہ تصویر ہمیشہ خارجی و مادی وجود کی ہوتی ہے۔ خواہ دستی ہو یا عکسی غیر مادی وجود کی تصویر بنانی ناممکن ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم | واز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر | ما ہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

---

[۱] مرزا صاحب کا کشف ہے۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا۔ کہ وہی ہوں۔ ملا کتاب البریہ ص۷۹ اسلئے شاید خدا کو اپنا ہمشکل سمجھکر ہی اپنی تصویر مریدوں میں تقسیم کی ہو۔

جب اللہ کا جسم ہی نہیں۔ تو تصویر کیسی! اللہ کی ذات تشبیہ سے بالاتر ہے تو پھر اسکی شبیہ کا ذکر شرک اور کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت جبرائیل کو خدا کا سانس۔ یا خدا کی آنکھ کا نور، یا خدا کے جسم کا سایہ بتانا اور اس پر اعتقاد رکھنا مرزا صاحب اور ان کی امت کو ہی مبارک ہو۔ مسلمان تو ان مشرکانہ عقائد سے سخت بیزار ہیں۔

(۲) نبوت کا دعوےٰ۔

اگرچہ مرزا صاحب کی تصانیف و الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ شروع سے ہی موجود تھے۔ مگر حکمت عملی سے وہ اسکو حقیقت کے خلاف مجاز پر محمول کرکے اپنی نبوت کو ظلی۔ بروزی۔ غیر حقیقی وغیرہ سے تعبیر کرتے رہے۔ مگر جوں جوں مرزا صاحب کے مریدوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ اس خیال کو بھی ترقی ہوتی رہی۔ اور گو پہلے پہل مدعی نبوت کو ملعون کافر۔ دجال وغیرہ الفاظ سے موسوم کرتے اور خاتم النبیین (آیۂ قرآنی) اور لا نبی بعدی (حدیث شریف) کے معنے یہی کرتے رہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ لیکن ۱۹۰۱ء میں ایک اشتہار بعنوان ایک غلطی کا ازالہ لکھکر آپ نے نبوت کی ایک نئی عمارت بنیاد رکھ ہی دی۔ اور بالآخر کھلم کھلا نبوت[1] کے مدعی بن گئے۔

---

[1] نبوت کے بارہ میں آپ کی امت کے دو فریق لاہوری اور قادیانی بن گئے ہیں۔ اول الذکر انکو نبی نہیں مانتے اور ابتدائی اقوال سے سند پکڑتے ہیں۔ مگر آخر الذکر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو ۱۹۰۱ء تک سمجھ ہی نہیں آئی کہ آپ نبی ہیں۔ یہ عقیدہ بھی ہو تیکا ان پر ۱۹۰۲ء میں کھلا۔ (ملاحظہ ہو حقیقۃ النبوۃ ص ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۰ و القول الفصل ص ۲۴) جنمیں صاف اقرار ہے کہ مرزا صاحب ۱۵ سال تک اپنی نبوت کے منکر رہے حالانکہ نبی اپنی وحی کا اول مومن ہوتا ہے۔ فرقہ قادیانی کے پیشوائے موجودہ یعنے مرزا صاحب کے پسر مرزا محمود احمد نے تو نبوت کو ایسا عام اور ارزاں کردیا کہ ان کے مسلمات کی رو سے تمام ایسے کذاب اور مفتری جنہوں نے گذشتہ ۱۳۰۰ سال میں دعوے نبوت کیا سچے نبی ٹھہرتے ہیں۔ اور آئندہ بھی مرزائیوں میں سے نبی بننے شروع ہوگئے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کے بعد چار اشخاص ذیل مدعی نبوت ہو چکے ہیں۔

(۱) مولوی چراغ الدین جموی مصنف منارۃ المسیح۔ (۲) مولوی عبد اللہ تیماپوری۔

(۳) میاں نبی بخش ساکن معراجکے ضلع سیالکوٹ۔ (۴) عبد اللطیف راجپوت ساکن گناچور ضلع جالندھر۔

جس میں کوئی شرط وغیرہ نہیں تھی۔ (دیکھو اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء وخط بنام اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) لیکن اس صاف دعوے کے ساتھ ہی غیرت الہی جوش میں آئی۔ اور دفعتاً موت نے آپ کو آپکڑا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسیح موعود اور نبی ہونے کا ہی دعوےٰ کیا۔ بلکہ ہر ایک نبی کے وجود اور کمال کے مظہر بن بیٹھے۔ اور اس کے ساتھ ڈھکوسلہ یہ لگا دیا۔ کہ متابعت تامہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے یہ درجہ حاصل ہوا ہے۔ اور میرا وجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہے۔ (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ)

نیز وہ کہتے ہیں۔ کہ

(الف) آدمم نیز احمدِ مختار ــــ دربرم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی راجام[1] ــــ داد آں جام را مرا بتمام
انبیا گرچہ بودہ اند بسے ــــ من بعرفاں نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں ــــ ہر کہ گوید دروغ ہست و لعیں

مطلب یہ کہ باوا آدم صاحب سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جسقدر نبی ہوئے ہیں۔ آپ سب کا مجموعہ ہیں۔ اور جو کمالات فرداً فرداً انبیائے کرام کو عطا ہوئے تھے۔ وہ سبکے سب مرزا صاحب کو مل گئے ہیں۔ اور مرزا صاحب عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں ہیں۔ اگر کوئی ایسا کہے تو وہ جھوٹا اور ملعون ہے۔

اب خدا تعالےٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھیرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں میں اسحٰق ہوں۔ میں اسمٰعیل ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں۔ میں موسیٰ ہوں میں

---

[1] حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ انبیا کے کمالات جمع تھے۔ مرزا صاحب کل انبیا کے کمالات کا معہ کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں جمع ہونا بیان کرکے گویا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت کے مدعی ہیں۔

داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں (حقیقۃ الوحی ص۷۲ حاشیہ)

(ج) اس زمانہ میں خدا نے چاہا۔ کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں۔ سو وہ میں ہوں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۰۔

اس مسئلہ نبوت پر قادیانیوں نے حقیقۃ النبوۃ اور لاہوریوں نے النبوۃ فی الاسلام دو ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ جوان کے معتقدات کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور فریقین مرزا صاحب کے ہی اقوال و تحریرات سے سند پکڑتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے۔ کہ دونوں فریقوں کو گمراہ مرزا صاحب نے ہی کیا ہے۔ جہاں ان کی بے شمار اقوال دعوائے نبوت کے منافی ہیں۔ وہاں ساتھ کے ساتھ بیسیوں جگہ دعوئے نبوت موجود ہی ہے۔ شائقین کو شوق ہو۔ تو کسی مرزائی سے لیکر ہر دو کتب مندرجہ بالا ملاحظہ کریں۔

ہم صرف اسقدر لکھنا چاہتے ہیں۔ کہ جھوٹے نبیوں کا اس امت میں حسب پیشگوئی مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ضروری تھا۔ جیسا کہ پچھلے زمانہ میں بھی ہوتے رہے (دیکھو فصل اول کتاب ہذا) اس کے علاوہ اسجگہ انجیل سے بھی شہادت پیش کی جاتی ہے۔ جس کے حوالے مرزا صاحب نے اکثر اپنی کتابوں میں دیئے ہیں۔

" جب وہ (مسیح) زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا۔ اس کے شاگرد اس کے پاس آئے اور بولے۔ کہ یہ کب ہوگا۔ اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا کیا نشان ہے۔ یسوع نے جواب دیکر انہیں کہا۔ خبردار ہوؤ۔ کہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آویں گے اور کہیں گے کہ ہم مسیح ہیں۔ اور بہتوں کو گمراہ کرینگے۔ اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنوگے۔ خبردار مت گھبراؤ۔ کیونکہ ان سب باتوں کا واقعہ ہونا ضروری ہے۔ پر اب تک اخیر نہیں ہے۔ کیونکہ قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھیگی۔ اور کال۔ وبائیں اور جگہ جگہ

زلزلے ہونگے۔ اور بہت جھوٹے نبی اٹھیں گے۔ اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔ (آگے چلکر لکھا ہے)
کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھاوینگے۔ یہاں تک
کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ اسوقت انسان کے بیٹے کو بادلوں پر بڑی قدرت اور
جلال کے ساتھ آتا دیکھیں گے۔"

دیکھو انجیل مرقس ۱۳۔ باب ۲۲۔ لوقا ۱۸۔ باب ۲۱۔ ۲۷ تا ۳۱۔ اعمال ۲۔ ۳۰۰۲۔ یوحنا
۱۵/۲۹ ۱۴/۲۸ متی ۲۴۔ ۳۰۰ ایسا ہی انجیل برنباس میں لکھا ہے کہ :-

"کاہن نے جواب میں کہا۔ کہ کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے۔
رسول یسوع نے جواب دیا۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آوینگے
مگر جھوٹے نبیوں کی بھاری تعداد آئیگی" (دیکھو باب ۹۷ آیت ۶ تا ۹ انجیل برنباس)

خود مرزا صاحب بھی اپنی متعدد تصانیف انجام آتھم۔ اربعین ۲۔ آئینہ کمالات
اسلام۔ نشان آسمانی جون ۹۲ء۔ حمامۃ البشریٰ وغیرہ وغیرہ میں بعد حضرت خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی نئے یا پرانے کا آنا نہیں مانتے۔ بلکہ مدعی نبوت کو بدبخت۔ مفتری
ملعون۔ کاذب اور کافر قرار دیتے رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ :-

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

پس بمقابلہ ارشاد ربانی۔ احادیث صحیحہ۔ شہادت اناجیل مروجہ الوقت و اقرار خود
مرزا صاحب کا نبوت کا دعوے کرنا اور سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لئے جاری اور غیر مختتم ماننا
ناظرین غور فرمالیں۔ کہ کہاں تک اسلام کے موافق ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے یہ ہے کہ :-
"جو مسلمان کسی مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ اسکے

مطالبہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں شک ہے۔ (دیکھو خیرات الحسان مطبوعہ مصر صفحہ سطر ۹ واردو ترجمہ موسوم بہ جواہر البیان صفحہ ۱۰۳)

(۳) ملائکہ کے وجود سے انکار۔

مرزا صاحب ملائکہ کے وجود فی الخارج کے منکر ہیں۔ اور ان کو ستاروں کی ارواح مانتے اور کہتے ہیں۔ کہ ملائکہ زمین پر کبھی نہیں آتے۔ چنانچہ توضیح المرام صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"جبریل علیہ السلام جسکا سورج سے تعلق ہے۔ وہ بذات خود اور حقیقتاً زمین پر نہیں اترتا ہے۔ اسکا نزول جو شرع میں وارد ہے۔ اس سے اسکی تاثیر کا نزول مراد ہے۔ اور جو صورت جبرئیل وغیرہ فرشتوں کی انبیا علیہم السلام دیکھتے تھے۔ وہ جبرئیل وغیرہ کی عکسی تصویر[1] تھی۔ جو انسان کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔"

پھر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ملک الموت بذات خود زمین پر اتر کر قبض روح نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی تاثیر سے قبض روح ہوتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ ملائک ستاروں کی ارواح ہیں۔ وہ سیاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔ لہذا وہ کبھی سیاروں سے جدا نہیں ہوتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔" توضیح المرام صفحہ ۳۲

مرزا صاحب محال عقلی سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ تمام مہتم بالشان اسلامی مسائل کو عقل ناقص کے ناکمل ڈھانچہ میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ اس لئے ملائکہ کے متعلق بھی

[1] کیا عکسی تصویر بلا وجود فی الخارج کے بھی بن جاتی ہے؟ مرزا صاحب نے بھی تو تصویر اتروائی تھی۔ کیا وہ بلا وجود کے ہی اتر آئی تھی۔

ستارہ پرستوں کی کتب سے یہ عقلی ڈھکوسلے اخذ کئے ہیں۔ اور فلسفیانہ تاویلات حکیمانہ توجیہات سے اسلام پر وساتیر۔ صابیوں اور وید کی تعلیم کو ترجیح دی ہے۔ لہذا اول مرزا صاحب کے ان خیالات کا عقلی تحقیقات سے ہی موازنہ کیا جاتا ہے۔

ناظرین سے مخفی نہیں۔ کہ زمانہ حال کے ماہران فن نجوم نے ممالک جرمن۔ فرانس امریکہ وغیرہ میں دوربینوں وغیرہ کے ذریعہ اس امر کو مشاہدہ کر کے لکھا ہے۔ کہ آفتاب ماہتاب ستارے اور سیارے وغیرہ اجرام سماوی سب کے سب کرے ہیں۔ اور ان میں سے بعض میں آبادیاں بھی ہیں۔ چنانچہ مریخ میں آبادی کا ہونا قریباً ثابت ہو چکا ہے۔

اس جدید تحقیقات علمی کے مقابلہ میں مرزا صاحب کا ملائکہ کو ستاروں کی ارواح کہنا کتنا مضحکہ خیز ہے! یورپ کے عالموں اور پروفیسروں نے یہ بھی تحقیق کیا ہے۔ کہ ستاروں سیاروں شہاب ثاقب وغیرہ اجرام سماوی کا وجود مفصلہ ذیل اشیاء سے مرکب پایا گیا ہے۔ لوہا۔ کانسی۔ گندھک۔ سکہ۔ مگنیشیا۔ چونا۔ الومنیم۔ پوٹلس سوڈا۔ تانبا۔ کاربن وغیرہ۔ (دیکھو موررانیہ جیالوجی مصنفہ ڈاکٹر سپیریل کنس ص ۵۵) اس کتاب کے ملاحظہ سے مرزا صاحب کے علم وفضل کا حال خوب روشن ہو گا۔ اور ان کی اس نئی تحقیقات کی اچھی طرح قلعی کھل جائیگی۔ جیسا کہ کشف من اللہ کی حقیقت گذشتہ مضامین سے کھل چکی ہے۔

ہندوؤں پر تو آپ کا اعتراض ہے۔ کہ وہ تینتیس ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو الوہیت کے کاروبار میں خدا تعالےٰ کا شریک ٹھہرتے ہیں۔ (براہین احمدیہ صہ ۳۹۱ تا ۳۹۳ حاشیہ ۱۱) مگر خود بدولت ملائکہ کو ستاروں کی ارواح مان کر کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ نجوم کی ہی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ تو فرق کیا رہا؟

ہندوؤں نے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو کاروبار الوہیت میں شریک کیا۔ اور آپ نے بے شمار ستاروں کو!!!

اس سے معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب کی یہ تعلیم بالکل مشرکانہ خلاف عقل اور خلاف واقعہ ہے۔

لیکن دوسری طرف مرزا صاحب عامل بالقرآن و حدیث ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ اسلئے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ملائکہ کے وجود کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کے اس باطل عقیدہ کی تکذیب ہو جائیگی۔ اگرچہ مرزا صاحب دینی تعلیم کی کامیابی سے ان لفظوں میں انکار بھی فرما چکے ہیں۔ کہ:-

"مگر اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہن کی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری[۱] غلطی ہے۔" ازالہ ص ۲۶۸

قرآن شریف کو کھول کر مقامات ذیل کو دیکھو۔

(الف) وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا ..... سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ تک (سورہ ہود رکوع ۷)

(ب) هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ (سورہ والذاریات رکوع ۲)

(ج) إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ ..... مُسَوِّمِينَ تک (سورہ آل عمران رکوع ۱۳)

(د) فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔
قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۔ (سورہ مریم رکوع ۲)

---

۱ ٹھیک ہوئی: ناظرین! آپنے دیکھا۔ کہ مرزا صاحب آنجہانی نے اپنی نام نہاد عقلی تحقیقات کے ڈھکوسلوں کے سامنے تعلیم قرآن شریف اور تعلیم دین کو کیسا عاجز خیال کیا ہے۔ کہ بلا شرط ہتھیار ڈالکر دینی کامیابی سے ہی منکر ہو گئے ہیں!! یعنی عقلی دلائل کا ہی خوف تھا۔ جو آپ اسلام کے بیسیوں مسلمہ مسائل سے انحراف کر گئے!!!

لیکن دوسری طرف دیکھو۔ تو آپ نہ صرف اعلیٰ روحانیت و عرفان کے ہی مدعی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے رو در رو باتیں کرنے۔ آسمان پر اپنا نکاح پڑھوانے اور خدا کے مظہر ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ افسوس! گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔

حوالہ الف میں فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنا۔ آپکو اطمینان دلانا۔ اور اگلی صبح تمام بستی کو تباہ کر دینا۔ کیا یہ سب کچھ ارواح کواکب کا کام ہے؟

حوالہ ب میں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا بطور مہمان آنا۔ آپ کا ان کیلئے کھانا تیار کرنا۔ فرشتوں کا نہ کہانا۔ بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دینا۔ کیا یہ ارواح کواکب کے کام ہیں؟

حوالہ ج میں۔ پہلے تین ہزار تعداد فرشتوں کی بتانا۔ اور منزلین انکی صفت بیان کرنا۔ اور پھر پانچہزار فرشتوں کے ساتھ۔ مدد پہنچانا۔ اور مسومین ان کی صفت بتلانا۔ کیا یہ بھی ارواح کواکب ہی تھیں؟

حوالہ د میں۔ جس وجود نے حضرت مریم علیہا السلام سے گفتگو کی تھی۔ اور ان کے سوالات کا جواب دیا تھا۔ کیا یہ بھی کسی ستارہ کی ہی روح تھی؟

مرزائی صاحبان۔ مرزا صاحب کی قبر سے پوچھیں یا ان کے بیٹے (موجودہ گدی نشین) میاں محمود احمد سے یا اپنے نور ایمان سے کام لیں۔ کیا قرآن شریف کے مندرجہ بالا حوالوں میں ملائکہ سے ارواح کواکب مراد ہیں؟ جو اپنی جگہ سے بقول مرزا صاحب ذرہ برابر جنبش نہیں کر سکتے۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ ملائکہ اور ان کے کاموں کا ذکر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرانے کا قصہ مذکور ہے۔ مگر ایک متقی اور صاف باطن مسلمان کے لئے یہی چار حوالے کافی ہیں۔ باقی ضرورت ہو تو قرآن شریف پر تدبر کرنے سے مزید تسکین قلب ہو جائیگی۔

بہے ستارے۔ سوان کی غرض وغایت آیات ذیل میں مذکور ہے۔

زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ (ترجمہ) ہم نے دنیا کے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (ترجمہ) اور لوگ ستاروں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ (ترجمہ) اور ہم نے ستاروں کو شیطانوں کے مارنے اور بھگانے کیلئے بنایا

اس احادیث کی طرف رجوع کرو۔

(الف) بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ میں بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک حدیث ہے۔ کہ ایک سائل آیا۔ اسکی صورت وضع اور لباس کو دیکھکر صحابہ متحیر ہو گئے۔ اس نے اسلام اور ایمان کے متعلق کچھ سوال کئے اور چلا گیا۔ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فانہ جبرئیل (علیہ السلام) اتاکم یعلمکم دینکم (یہ حضرت جبرئیل تھے۔ اس لئے آئے تھے۔ کہ تم کو تمہارا دین سکھا جائیں)

(ب) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ھذا جبریل اخذ براس فرسہ علیہ اداۃ الحرب (حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے دن فرمایا۔ کہ یہ جبریل ہے۔ ہتیار جنگ پہنے گھوڑا پکڑے کھڑا ہے۔)

ان حوالوں میں جس وجود کا آنا درج ہے۔ وہ ارواح کواکب ہیں۔ یا اللہ کا فرشتہ؟ علی ہذا حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لشکر فرعون میں گھوڑے پر چڑہکر آنا۔ (دیکھو قرآن شریف اور بائیبل) اور حضرت جبرئیل کا دو دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھوانا رمضان المبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا۔ دحیہ صحابی کی شکل میں آنا۔ اور صدیق اکبر اور ام المومنین عائشہ صدیقہ کو سلام پہنچانا۔ (دیکھو احادیث صحیحہ) کیا یہ سب ارواح کواکب کے ہی کام ہیں۔ جو اپنے مستقر سے ایک لحظہ کے لئے بھی جدا نہیں ہو سکتے؟

اب ناظرین خود اندازہ کرلیں۔ کہ سچے مسلمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر دل سے ایمان لانا اور اس پر یقین رکھنا امن وامان کا سیدھا راستہ ہے۔ یا مرزا صاحب کے خرافات ومعتقدات مجوسیہ صحیح ہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا اور ان سے انکار کرنا کسی مومن مسلمان کا کام ہو سکتا ہے۔

نبوت اور امامت تو چیزے دیگر است۔

مگر لوگوں کو دکھلانے کے لئے مرزا صاحب یوں بھی رقمطراز ہیں کہ:-

از ملائک و از خبرہائے معاد   آنچہ گفت آں مرسل ربّ العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است   منکر آں مستحق لعنت است

کیا مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریر متعلق ملائک ان اشعار کی تائید کرتی ہے؟

(۴) قرآن و احادیث پر مرزا صاحب کا ایمان۔

مرزا صاحب ازالہ اوہام ص۷۰۸ میں لکھتے ہیں۔ کہ:-

"میں قرآن شریف کی غلطیاں نکالنے کے لئے آیا ہوں"

پھر آگے چلکر اسی ازالہ اوہام ص۷۲۱ تا ۷۲۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ:-

"قرآن زمین سے اُٹھ گیا تھا۔ میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں"[۱]

قرآن شریف کا زمین سے اُٹھ جانا۔ اور اسمیں غلطیوں کا ہونا نص قرآنی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[۲] کے قطعی برخلاف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف دنیا پر نازل فرما کر اسکی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا۔ اور قرآن شریف میں کہیں نہیں فرمایا کہ کبھی یہ قرآن آسمان پر چلا جائیگا۔ اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ زمین پر واپس بھیجا جاویگا۔ تو مرزا صاحب کا یہ ادعا محض باطل ہے۔ باقی رہا آپ کا قرآن شریف کی غلطیاں نکالنا۔ اور اس کے اسرار و رموز بیان کرنا جسکی بابت بہت لمبے چوڑے دعوے کئے جاتے ہیں۔ اس کا نمونہ اس کتاب کے گذشتہ اوراق میں دیا گیا ہے۔ کہ خلاف تعلیم قرآن آپ نے کیسے کیسے باطل عقائد مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ قرآن شریف کی تحریف معنوی میں آپ نے خوب زور خرچ کیا ہے۔ قرآن شریف کی آیات کے معنے اور مطلب کچھ ہیں۔ اور آپ کچھ اور معنے کرتے ہیں۔ جنہیں علماء نے رد کیا ہے۔

---

[۱] ہمارا بھی اس سے اتفاق ہے۔ [۲] یہ قرآن ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

اگر اسی کا نام آسمان سے قرآن کا دوبارہ لانا ہے۔ تو ہم اسے دور سے ہی سلام کرتے ہیں۔ کشف کی حالت میں آپ کو انا انزلناہ قریبا من القادیان بھی قرآن میں لکھا ہوا نظر آیا۔ مگر قرآن اس تحریف سے اب ہی پاک ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی اپنی تفسیر کے صفحہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ کے معنے یہی ہیں کہ قرآن مجید کے معنے حسب خواہش نفس کے کئے جاویں۔ اور سیاق وسباق کا لحاظ نہ رکھا جاوے۔ اور ضمائر کو خلاف قرینہ راجع کیا جاوے۔ جیسا کہ اکثر گمراہ فرقے اسلام میں سے کیا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب بھی قرآن شریف کے معنے کرنے میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ جیسا مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام میں انہوں نے ضمائر کے ایر پھیر سے کام لیا ہے۔ اور آیات قرآنی کے معنے اپنے مفید مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔

حدیث شریف کے متعلق جو مرزا صاحب کی روش ہے وہ ان کے اس قول سے ظاہر ہے۔ کہ :۔

جو حدیث ہمارے الہام کے خلاف ہو ہم اسے ردّی میں پھینک دیتے ہیں۔ (اعجاز احمدی ص ۳ و ازالہ اوہام وغیرہ) ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

آپ کے الہاموں کی جو حالت ہے۔ روشن ہے۔ جن کا سراسر غلط ہونا اس مختصر رسالہ میں ہی ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور فصل آئندہ خصوصیت سے قابل ملاحظہ ہے۔ بجائے اس کے کہ مرزا صاحب حسب طریق سلف صالحین اپنے الہاموں کو قرآن و حدیث پر پیش کرتے۔ الٹا حدیثوں کو اپنے الہاموں پر پیش کرتے ہیں۔ اور تقوے اور خوف خدا کو چھوڑ کر عجب و تکبر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور زبانی دعوے یہ ہے۔ کہ میں فنا فی الرسول ہوں۔ اور بوجہ کامل اتباع عین محمد بن گیا ہوں میرے وجود میں محمد کے سوائے کچھ نہیں ہے۔ (دیکھو اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) نیز کہتے ہیں

اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست

اس دورنگی نے مرزا صاحب کو مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کا مورد بنا دیا۔ اور آنحضور کا فرمان ۱۳۰۰ برس کے بعد اپنے لفظوں اور معنوں کی رو سے بالکل صحیح ثابت ہوا۔ ارشاد مبارک یوں ہے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ یْکَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ (الحدیث) رواہ ابوداؤد والدارمی وابن ماجہ (مشکوۃ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

یعنے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے قرآن ہی دیا گیا ہے۔ اور قرآن کے ساتھ اسکی مثل بھی۔ خبردار ہو۔ قریب ہے۔ کہ ایک پیٹ بھرا کھاتا پیتا مغرور شخص اپنی چھپرکھٹ پر بیٹھا ہوا یہ کہے گا۔ کہ تم صرف قرآن کو لو۔ اور جو اسمیں حلال ہو۔ اسکو حلال سمجھو۔ جو حرام ہو۔ اسکو حرام خیال کرو۔ تحقیق یہ ہے۔ کہ جسکو رسول اللہ حرام کرتے ہیں۔ وہ بھی ایسا ہی ہے جیساکہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔

اسی کتاب مشکوۃ شریف میں ایک اور حدیث اسطرح سے ہے۔

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْ نَھَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والبیہقی فی دلائل النبوۃ)

مطلب اسکا بھی یہی ہے۔ جو پہلی حدیث کا ہے۔ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ

کی تعریف مرزا صاحب پر کیسی صادق آتی ہے۔ آپ نے نہ خدمت دین کے لئے کوئی سفر کیا۔ نہ فرض حج ادا کیا۔ حالانکہ نہ صرف کھانے پینے سے ہی بطفیل مرید ان و دیگر اہل اسلام آپ بے فکر تھے۔ بلکہ لاکھوں روپیہ کی جائداد کے مالک تھے۔ مقویات و مفرحات نے آپ کے دماغ پر یہاں تک اثر ڈالا۔ کہ حدیث شریف سے ہی منکر ہو بیٹھے۔ اور پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق کر دی۔

کاش! مرزا صاحب آیت وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى پر تدبر کرتے۔ اور ارشاد باری تعالےٰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کو مد نظر رکھتے۔ لیکن انہیں قرآن و حدیث سے سروکار ہی کیا تھا۔ وہ تو ہر تحریر میں اپنے مطلب اور غرض کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اور طرز عمل انکا یہ تھا ؎

ہم تو مانیں گے وہی جسمیں ہو مطلب کا نشاں
باقی سب لغو ہے اور جھوٹ حدیث و قرآں

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات کی توہین۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے متعلق مرزا صاحب کی تحریرات ایسی دل آزار اور معاندانہ ہیں۔ کہ اس کے اظہار و تحریر سے ہی بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں جس مقدس نبی کے حالات قرآن کریم میں تفصیل و تصریح کے ساتھ درج ہوں۔ ان پر طرح طرح کے بہتان و افترا باندھنا۔ اور اس کے ذلیل کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور لگانا کچھ مرزا صاحب کے ہی منہ کو زیب دیتا ہے۔ جب اعتراض ہوا تو کہدیا۔ کہ یہ اعتراض بائبل کی بنا پر کئے گئے ہیں۔ بھلے آدمی! بائبل تو محرف ہے۔ اس کے بیان سے سند پکڑنے کی آپ کو کیوں ضرورت پیش آئی۔ جبکہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکی بیان کرتا ہے۔ یہودی ہی تو ایسے ہی الزام لگاتے تھے۔ جن کی قرآن شریف نے تردید کی ہے۔ ایک جواب مرزا صاحب کی طرف سے یہ ہی دیا جاتا ہے۔ کہ یہ جو کچھ

لکھا گیا۔ یسوع کی نسبت لکھا ہے۔ ناظرین! یہ بھی ایک مرزائی دہوکا ہے۔ ورنہ توضیح المرام ص۳ اور نور القرآن اور تحفہ قیصریہ ص۲۰-۲۱-۲۲ و ۲۵ براہین حصہ پنجم ص۱۸۷ حاشیہ میں یسوع اور مسیح کے لفظ سے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہی مراد لیگئی ہے۔

ذیل میں مرزا صاحب کی حقیقت دکھانے کیلئے انکی ہرزہ درائی کی کچھ نقل کیجاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ:۔

(۱) آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا (ضمیمہ انجام آتھم)

(۲) ایسے ناپاک خیال۔ متکبر۔ اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اسے نبی کہا جائے۔ مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ (حوالہ ایضاً)

(۳) مسیح کے حالات پڑھو۔ تو یہ شخص اس لائق نہیں ہو سکتا۔ کہ نبی بھی ہو" (الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء)

(۴) "مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ کے راستبازوں سے بڑھکر ثابت نہیں ہوئی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہ پیتا تھا۔ اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کا عطر اس کے سر پر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اسکو چھوا تہا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تہی" (دافع البلاء اپریل ۱۹۰۲ء) نیز لکھتے ہیں۔ کہ:۔

" یہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ کسطرح پر وہ نامحرم جوان عورتوں سے ملتا تہا۔ اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملوا تا تہا۔ وہ ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا۔ اور جب استاد کے سامنے اس کے حسن وجمال کا تذکرہ کر بیٹھا۔ تو استاد نے اسے عاق کر دیا" (الحکم

۲۱ فروری سنہ ۱۹۰۲ء)

(۵) "آپ کو کسیقدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ آپ نے ایک یہودی استاد سے توریت پڑھی تھی۔ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے بہت حصہ نہیں دیا تھا۔ یا استاد نے شرارت سے آپ کو سادہ لوح رکھا۔ بہرحال آپ علم اور عملی قوٰی میں بہت کچے تھے۔ اسی لئے آپ کے بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے۔ اور ان کو یقین تھا۔ کہ آپ کے دماغ میں ضرور خلل ہے۔"

(۶) "آپ کو تین مرتبہ شیطانی الہام ہوا جسکی وجہ سے خدا سے منکر ہونے کیلئے تیار ہوگئے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۶)

(۷) "نہایت شرم کی بات ہے۔ کہ آپنے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا۔ اور پھر ایسا ظاہر کیا۔ کہ یہ میری تعلیم ہے۔ (آگے لکھتے ہیں) افسوس ہے۔ کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچے مار رہی ہیں۔" (ضمیمہ انجام آتھم)

(۸) "حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ ۲۲ برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔" (ازالہ اوہام ص ۳۰۳) نیز دیکھو توضیح مرام ص ۲۱-۲۲ جہاں ایک نہایت گہرے پیرایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کی پیدائش کے قصہ کو استعارہ اور مجاز بنا دیا ہے۔ اور اسکو ایک روحانی اور عرفانی مرتبہ سے تعبیر کیا ہے۔ گویا ان کو یوسف نجار کا بیٹا تسلیم کیا ہے[۱]۔

---

[۱] پٹیالہ کے ایک معزز شخص مکرمی شیخ عباد اللہ صاحب جو پہلے مرزا صاحب کے مرید رہ چکے تھے۔ جو عرصہ دراز یعنی ۲۰-۲۵ سال تک مرید رہے۔ مگر بعد میں مرزا کی تعلیم ان پر باطل ثابت ہوئی۔ اور تائب ہوگئے لیکن میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جبکہ عند الملاقات ایک روز انہوں نے مجھے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ بن باپ کی پیدائش کا قصہ غلط ہے۔ یہ اثر ان پر مرزا کی تعلیم کا ہی رہا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

(۹) "مسیح کا تبرِ ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قایم کرنے کے بارہ میں ایسا کم درجہ رہا۔ کہ قریب ناکام کے رہا۔ (ازالہ اوہام ص۳۱۰ و ۳۱۱) وہ پورا ناتوان اور بے علم تہا۔ اسکی راستبازی میں کلام ہے" (الحکم ۱۲ فروری ۱۹۰۲ء)

(۱۰) "اگر مسیح کے اصل کاموں کو ان حواشی سے الگ کر دیا جائے۔ جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں۔ تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جسقدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیشن خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ (ازالہ ص۴) مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (ازالہ ص۸) عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا" (ضمیمہ انجام آتھم ص۷)

" یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ ہے۔ کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور انہیں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تہا۔ بلکہ عمل ترب تھا۔ جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا۔ جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم سے تہا۔ اور وہ مٹی درحقیقت ایسی مٹی تہی۔ جیسے سامری کا گوسالہ" (ازالہ ص۳۲۲)

" وہ ۲۲ سال تک اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ نجاری کا کام کرتا رہا۔ اس پیشہ میں کلوں وغیرہ کا بنانا خوب آتا ہے۔ کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو۔ جو ایک کھلونا کل کو دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر پرواز کرتا ہو" (ازالہ ص۳۰۳)

ان قرآن شریف کا کیساصاف انکار ہے۔ آگے مفصل ذکر آتا ہے۔

"اگر یہ عاجز اس عمل مسمریزم کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا" (ازالہ ص۳۰۹) "مسیح جیسے معجزات دکھلانے سے، تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے۔ اس (دکھلانے والے) کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ (ازالہ ص۳۱۰)

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا۔ ایک پیغمبر کی ہتک اور اس کے معجزات کی بے وقعتی اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے۔ مرزا صاحب کے ان خیالات سے ظاہر ہے۔ کہ آپ کا قرآن کریم پر بالکل ایمان نہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ قرآن شریف کی صریح آیتوں کے برخلاف لکھتے۔ ذیل میں نمبروار مرزائی ہفوات مندرجہ بالا کی تردید میں آیات قرآنی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ کلام الٰہی سب مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ اصل آیات دیکھ کر اپنے ایمان کو تازہ کر سکتے ہیں۔

(۱) آپ کے خاندان کی تعریف۔ وَإِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ سے۔۔۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ تک (آل عمران رکوع ۴)

حضرت مریم علیہا السلام کی صفت و تطہیر وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ۔۔۔ سے نِسَاءِ الْعَالَمِينَ تک (آل عمران رکوع ۵)

(۲ و ۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت۔ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ (النساء رکوع ۲۳)

(۴) آپ کے اعلیٰ اوصاف۔ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ ۔۔۔ سے ۔۔۔ مِنَ الصَّالِحِينَ تک (آل عمران رکوع ۵)

(۵ و ۶) آپ کی تعلیم و حکمت۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ سے ۔۔ بَنِي إِسْرَائِيلَ تک (آل عمران رکوع ۶)

(۷) انجیل اللہ تعالیٰ نے برائے ہدایت عطا فرمائی۔ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ۔۔۔ سے

لِلْمُتَّقِيْنَ تک (المائدہ رکوع ۷)

(۸) حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ کا آیت ونشان قدرت ہونا۔ وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (الانبیاء رکوع ۶)

(۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کامیاب انبیاء کے زمرہ میں داخل ہونا۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ سے اخیر رکوع تک (الانعام رکوع ۱۰)

آپ کا مؤید بروح القدس ہونا۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقر رکوع ۱۱)

(۱۰) مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں سے کہیں تو صاف انکار کیا ہے۔ اور کہیں ان کے معجزات کو مسمریزم اور مکروہ افعال سے نامزد کیا ہے۔ ذیل میں قرآن شریف سے ان کی اس لغو بیانی کی تردید کی جاتی ہے۔

قول مرزا صاحب	تردید بروئے قرآن شریف
(الف) مسیح نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ ان کے معجزوں پر بے حد شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔	(الف) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (البقر رکوع ۱۱) نیز دیکھو۔ک۔ع۔
(ب) یہ اعتقاد مشرکانہ ہے کہ مسیح مٹی کے جانور بنا کر پھونک مارتا تھا اور وہ پرند بنکر اڑ جاتے تھے۔ یہ مسمریزم تھا۔ یا تالاب کی مٹی کی تاثیر تھی۔ یا یوسف نجار کی تعلیم سے کوئی کھلونا بنا لیا ہوگا۔	(ب) قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کا حال اسطرح لکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے احسانات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اسطرح جتلاتا ہے۔ (۱) ہم نے تم کو روح القدس سے مدد دی۔

تردید بروئے قرآن شریف	قول مرزا صاحب
(۲) تم نے پنگھوڑے میں (پیدا ہوتے ہی) بھی اور بڑے ہو کر بھی لوگوں سے یکساں کلام کیا۔ یعنے بن باپ کے پیدا ہو کر اپنی والدہ کی پاکبازی کی تصدیق کی۔ (۳) توریت اور انجیل تم کو عطا کی گئی۔ (۴) مٹی سے ایک پرند کی صورت بنائی۔ اور اسمیں پھونک ماری۔ تو وہ زندہ جانور ہو کر اڑ گیا۔ (۵) مادر زاد کوڑھی اور اندھے کو چنگا کیا۔ (۶) قبر میں سے مردے کو زندہ کر کے نکالا۔ (۷) ہم نے بنی اسرائیل کو تم پر دست درازی کرنے سے روکا۔ اور قتل وصلیب سے محفوظ رکھا۔ (۸) تم پر آسمان سے خوان اتارا گیا۔ (دیکھو سورۂ مائدہ رکوع ۱۵) اس قدر صاف اور صریح معجزات کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب کا انکو رکیک بتانا اور معجزوں میں شک و شبہ رکھنا صاف طور پر قرآن شریف سے روگردانی نہیں تو اور کیا ہے؟	
(ج) آپ نبی کاذب ہے۔ معجزے نہ پائے تو انکو رکھٹے بتائے۔ لوگوں کے مرنے اور اپنے دشمنوں کی ہلاکت کی بیسیوں پیشگوئیاں آپ نے کیں۔ جن کو معیار صدق و کذب قرار دیا۔ ان میں ہی	(ج) یہ معجزے ایک مکروہ و قابل نفرت حرکات ہیں۔ ان سے تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ افعال قابل نفرت نہ ہوتے تو میں ان سے بھی زیادہ شعبدے دکھلا سکتا تھا۔

آپ نے کیا خاک بجو یہ نمائی کی۔ (دیکھو فصل [۱] کتاب ہذا)
اور پھر مسلمانوں کے ڈر سے دکھلاوے کے لئے
اسطرح بھی لکھتے ہیں۔ ع

معجزاتِ انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
برہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست [۹۱]

دیکھ لیجیے! کیا اچھا ایمان ہے!!

چند اور تحریرات

مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام قریب قیامت دوبارہ تشریف لائینگے۔ مگر مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان الفاظ میں ڈانٹتے ہیں۔

(الف) اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ٭ عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم
(ب) ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو [۹۲] اس سے بڑھکر غلام احمد ہے
(ج) پھر ریویو آف ریلجز صفحہ ۲۵۷ جون ۱۹۰۲ء میں لکھتے ہیں کہ۔

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے"

---

[۹۱] بے شک!

[۹۲] ابن مریم کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ مرزا صاحب کے حکم کی تعمیل جو مرید کرنا چاہیں گے۔ انکو قرآن مجید کی قرات و سماعت چھوڑنی پڑے گی۔

(د) کشتی نوح ص۱۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"گو خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ مسیح محمدی۔ مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں"

بڑی مہربانی! نہایت نوازش!! عزت کرنے پر یہ حال ہے۔ جو اوپر درج ہوا۔ اگر کہیں ذلت کرنے لگے۔ خدا جانے کیا سے کیا کر دیتے۔ شائد مسیح علیہ السلام کا دنیا سے وجود ہی اڑا کر ان کو استعارہ اور مجاز بنا دیتے!!! ؎

جفائیں ہم پہ کیں اتنی مہربانی کی حالت میں
خدا جانے اگر تم خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

تصویر کا دوسرا رخ

دوسری طرف جب مرزا صاحب کو کچھ اور مطلب نکالنے کی ضرورت ہوئی۔ تو ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء کو ایک رسالہ بنام تحفۂ قیصریہ تیار کر کے بطور مبارک باد جشن جوبلی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے حضور میں پیش کیا جس میں سلطنت کے ساتھ صرف اپنی جماعت کو وفادار اور دیگر کل اہل اسلام کو گورنمنٹ کی نظر میں باغی و طاغی ظاہر کیا۔ اور جہاد کو ناجائز قرار دیا۔ اور اسمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہایت تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"اس (خدا) نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے۔ کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے۔ اور ان میں سے ہے۔ جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ اور ان میں سے ہے جن کو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے۔ خدا نہیں مگر خدا سے واصل ہے" اور ان کاملوں میں سے ہے

جو تھوڑے ہیں"۔ مت ۲۰-۲۱۔ ایسا ہی مت ۱۳ و ۲۳ وغیرہ پر یسوع مسیح کو خدا کا پیالا اور کامل انسان لکھا ہے۔

غرض یہ رسالہ جو خاص مطلب کے لئے لکھا گیا تھا۔ اسمیں اسی حضرت یسوع مسیح کی جس کے حق میں پہلے اتنی دُرافشانی فرمائی تھی۔ خوب تعریف و توصیف کی۔

مرزا صاحب نے بروز کا مسئلہ نکال کر اس سے بھی خوب ہی فائدہ اٹھایا۔ اور اس فوٹو گرافی کے آلہ کی برکت سے جو چاہا اور جب چاہا۔ اسی وقت وہی بن گئے۔ چنانچہ اس فصل کے فقرہ ۲ میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ مرزا صاحب ہر ایک نبی کا مظہر اور نمونہ ہونے کے مدعی تھے اُدھر ہندؤں کے لئے آپ کرشن جی مہاراج کا بروز اور کلنکی اوتار بن گئے۔ پھر نبوت کو مستحکم کرنے کے لئے ایک اشتہار ایک غلطی کا ازالہ لکھا۔ تو اسمیں کامل اور مکمل طور پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہونے کے دعویدار ہو گئے۔ اور یہاں تک کہدیا۔ کہ میں کوئی علیحدہ وجود نہیں ہوں۔ بلکہ عین محمد ہوں۔ پھر میری نبوت کے دعوے سے کیوں گھبراتے ہو۔ محمد کی نبوت تو محمد کے ہی پاس رہی۔ اگر کسی غیر کے پاس چلی جاتی تو غیرت کا مقام تہا۔ (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ)

لیکن ان سب معتقدات۔ بروز۔ ظل۔ مظہر اور نمونہ وغیرہ کی اصل بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عدم نزول کو ثابت کرنے کے لئے رکھی گئی تھی۔ اس کا مزید علاج انہوں نے یہ سوچا۔ کہ آؤ مسیح کا چولا ہی پہن لیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے ایک نائب کی درخواست کی۔ جو انہی کی حقیقت وجوہر کا متحد و مشابہ ہو۔ اور بمنزلہ انہی کے اعضاء و جوارح کے ہو۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرما کر میرے دل میں مسیح کے دل سے پھونکا گیا۔ تو مجھے توجہات و ارادات مسیح کا ظرف بنایا گیا۔ حتیٰ کہ میرا نسمہ اس سے بھر گیا۔ اور اب میں وجود مسیح کی سلک میں اسطرح پرو دیا گیا ہوں۔ کہ ان کا کالبد و روح میرے نفس کے اندر عیاں ہے۔ اور ان کا وجود میرے وجود کے اندر پنہاں۔ مسیح کی جانب سے ایک بجلی کوند کر آئی۔ اور میری روح نے اس سے کامل

طور پر ملاقات کی۔ یعنے وجود مسیح کے ساتھ جو انفصال ہوا ہے۔ وہ تخیل سے بڑھکر ہے اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ میرا دل۔ میرا جگر۔ میرے عروق۔ میرے اوتاد مسیح ہی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور میرا یہ وجود مسیح کے جوہر وجود کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔ (تبلیغ ص ۷۹ - ۸۰)

ہم مرزا صاحب کی اس تحریر کی موشگافی میں پڑنا نہیں چاہتے۔ اور اسکو تخیل سے بڑھکر ہی مان لیتے ہیں۔ اور نتیجہ کے طور پر بقول مرزا صاحب یہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب اور مسیح علیہ السلام کا ایک ہی وجود ہے۔ لیکن مسیح کی جو تعریف مذکورہ بالا دس فقروں میں مرزا صاحب نے کی ہے۔ اسکو ملحوظ رکھکر ہم چند سوالات کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ:۔

(۱) کیا مرزا صاحب اسی مسیح کا وجود ہیں۔ جسکی تین دادیاں اور نانیاں ۔۔۔۔ الخ؟

(۲) کیا مرزا صاحب اسی مسیح کا وجود ہیں۔ جو ناپاک خیال۔ متکبر۔ راستبازوں کا دشمن اور بھلامانس بھی نہ تھا؟

(۳) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں۔ جو ہرگز اس قابل نہ تھا۔ کہ اسے نبی کہا جائے؟

(۴) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں۔ جو راستباز نہ تھا۔ شراب پیتا تھا۔ اور بازاری عورتوں سے حرام کی کمائی کا عطر ملواتا تھا۔ اور جوان عورتوں سے میل جول رکھتا تھا۔ اور ایک لڑکی پر عاشق بھی ہو گیا تھا۔[1]

(۵) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں جسکو جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ اور علمی اور عملی قوت میں کچا تھا؟

(۶) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں۔ جسکو شیطانی الہام ہوتے تھے؟

(۷) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں۔ جو عقلا کی کتابوں سے مضامین چراتا تھا۔ اور اپنی تصنیف ظاہر کرتا تھا؟

---

[1] کوئی محمدی بیگم کی مثیل ہو گی۔

(۸) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں جسکو بخاری کی مشق کرتے کرتے معجزے شعبدے دکھلانے کی طاقت ہو گئی تھی ؟

(۹) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں جس کا نمبر ہدائیت - توحید اور دینی استقامتوں کو دلوں میں قائم کرنے میں اتنا کم رہا - کہ بالکل ناکام رہا - اور اسکی راستبازی میں کلام ہے

(۱۰) کیا آپ اسی مسیح کا وجود ہیں جس کے لئے خواہ مخواہ معجزوں اور نشانات کا ایک انبار بیان کیا جاتا ہے - مگر دراصل وہ مکار اور فریبی تھا - اور اس کے نشانات کی کچھ حقیقت نہیں ؟

ناظرین! حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے لیکن ہم کو یہ کہنے میں ہرگز تامل نہیں - کہ مرزا صاحب (باستثنائے چند جزوی تعریفات مندرجہ فقرہ ۱ - ۴ - ۸) اسی مسیح کے کامل اور مکمل بروز اور مظہر اتم تھے - جن کی تعریف انہوں نے خود کی - اور جیسے ہم تمہید ہذا کے شروع میں دس فقروں میں نقل کر چکے ہیں یہ منہ مانگی مشابہت اور مماثلت مرزا صاحب کو اس لئے حاصل ہوئی - کہ انہوں نے خدا کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نہایت دلیری اور بے باکی سے گستاخیاں کی تھیں - جو خود ان پر وارد ہو گئیں - سچ ہے - چاند پر تھوکا منہ پر آتا ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

(۲) مرزا صاحب کی اخلاقی حالت -

حضور سرور کائینات افضل موجودات حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق کا ایک اعلےٰ ترین نمونہ تھے - اس لئے قرآن کریم میں آپ کے اخلاق کی نسبت اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فرمایا گیا ہے - آپ دوستوں دشمنوں سب کے لئے رحمت تھے اور سخت سے سخت موقعہ پر بھی کسی کے لئے بد دعا نہیں فرماتے تھے - چنانچہ جنگ احد میں

جب لشکر اسلامی کو کچھ چشم زخم پہنچا۔ اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے بھی سر مبارک پر زخم آیا۔ اور دندان مبارک شہید ہوئے۔ اسوقت صحابہ نے عرض کیا۔ کہ حضور حد ہو گئی ہے۔ اب تو کفار کے حق میں بددعا فرما دیں۔ حضور رحمۃ اللعالمین نے فرمایا کہ۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ قَوْمِیْ، وَاھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (یا اللہ میری قوم پر بخشش کر۔ اور انکو ہدایت دے۔ یہ لوگ میری دعوت اسلام کی قدر نہیں جانتے) اس امر پر نص قرآنی بھی شاہد ہے۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ کہ:۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (قرآن شریف)

یہ کچھ اللہ کی ہی مہربانی ہے۔ کہ تو ان کو نرم دل ملگیا۔ اور اگر تو غصہ ور اور سخت دل ہوتا۔ تو یہ لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

سبحان اللہ۔ اللھم صلی علی محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم۔ فنعم من قال

ہر کس سے بیاں وصف ترے لطف وکرم کا	تو مہر مجسم ہے۔ تو رحمت کا ہے پتلا
صدمہ دُرِ دنداں کو ستمگر جن سے تھا پہنچا	کی اُن کیلئے تو نے بھلائی کی دعا ہے
کچھ اپنوں پہ ہی وقف نہ تھی تیری رحیمی	قائل ہیں تری مہر ومروت کے عدو بھی
کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی	کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

مرزا صاحب اپنے منہ میاں مٹھو! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع۔ اور فنافی الرسول ہونے کے مدعی تھے۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز بنتے تھے۔ لیکن آپ کی اخلاقی حالت دیکھو۔ تو ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

ساری عمر اپنے انوکھے عقائد اور غیر اسلامی مسائل منوانے کے لئے اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کے حق میں سب وشتم اور بد دعائیں کرتے مر گئے۔ ان زمانی واقعات سب کچھ اظہر چنانچہ رسالہ ضرورۃ الامام کے صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کہ:-

"اول قوت اخلاق - چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو۔ اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے۔ کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رزیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنےٰ ادنےٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔ وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس پر آیت انک لعلی خلق عظیم کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے"

ایسی ہی تعریفیں اور نشانات وعلامات لکھکر صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ:-

"وہ امام الزمان میں ہوں"

ہم کہتے ہیں کہ بے شک نہ صرف اماموں میں بلکہ ہر سچے مسلم میں جو اس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا مدعی ہے۔ جس پر آیت انک لعلی خلق عظیم نازل ہوئی تھی۔ انہی اوصاف واخلاق کا ہونا لازمی ہے۔ لیکن باوجود اس صاف و صریح دعوے کے مرزا صاحب نے جو اخلاقی حالت دکھائی۔ اس کے دو تین نمونے درج ذیل ہیں۔

(الف) مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو رسالہ اعجاز احمدی میں دعوت دی تھی۔ کہ وہ میری پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان آویں۔ اور ہر غلط پیشگوئی پر یکصد روپیہ انعام لیں۔ اس کے ساتھ ہی بڑے زور سے پیشگوئی کی تھی۔ کہ مولوی ثناء اللہ ہرگز پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہیں آئیں گے"

اس پیشگوئی کو مولوی صاحب نے یوں غلط ثابت کر دیا کہ ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۳ء کو اسی غرض کیلئے

قادیان پہنچ گئے۔ وہاں جاکر مرزا صاحب سے خط وکتابت شروع کی۔ تو مرزا صاحب نے بلطائف الحیل ان کو ٹالنا چاہا۔ چنانچہ ان کو لکھا۔ کہ پڑتال کا یہ طریقہ ہوگا۔ کہ آپ مجمع عام میں کسی پیشگوئی پر صرف ایک سطر یا دو سطروں میں اعتراض لکھکر ہمکو دیدیں۔ بولنے کا آپ کو ہرگز حق نہ ہوگا۔ منہ بالکل بند رکھنا ہوگا۔ جیسے صم بکم[1] تین گھنٹے میں ہم آپ کو جواب دیں گے"۔ الخ

گھر پر بلاکر کیا ہی اچھا طریق پڑتال بتلایا۔ کہ مولوی صاحب تو ایک دو سطر میں اعتراض لکھکر دیدیں۔ اور مرزا صاحب تین گھنٹہ تک اس پر تقریر کریں۔ اور مولوی صاحب کو ایک حرف بولنے کی اجازت نہ ہو۔

چنانچہ مولوی صاحب نے اول اس نا انصافی کی شکایت کی۔ اور پھر اسی شکل کو قبول کرکے اتنی رعایت طلب کی۔ کہ میں اپنی یہ دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہوکر سناؤنگا۔ اور ہر گھنٹہ کے بعد ۵ منٹ سے ۱۰ منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا۔ الخ مرزا صاحب نے اس سے بالکل انکار کرکے تحریری جواب دیدیا۔ اس جواب کے لکھتے وقت مرزا صاحب کی جو حالت تھی۔ وہ خط کے لانے اور لیجانے والوں نے اسطرح تحریری بیان کی ہے۔

(**شہادت**) ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر بحکم لا تکتموا الشہادۃ سچ کہتے ہیں۔ کہ ہم جب مولانا ثناء اللہ صاحب کا خط لیکر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو جناب ایک ایک فقرہ سنتے جاتے تھے۔ اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا۔ اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے۔ اور حضار مجلس مرید بھی ساتھ کے ساتھ کہتے جاتے تھے۔ کہ حضرت واقعی ان مولوی لوگوں کو تمیز و تہذیب نہیں۔ چند الفاظ جو مرزا صاحب نے علماء کی نسبت عموماً اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت خصوصاً فرماتے تھے۔ یہ ہیں۔

---

[1] منہ بند رکھکر آدمی صم (گونگا) تو ہو سکتا ہے مگر بکم (بہرا) کس طرح ہو سکتا ہے؟

خبیث۔ سور۔ کتا۔ گول خوار۔ بد ذات ہم اس کو کبھی بولنے نہ دیں گے۔ گدہے کی طرح لگام دیکر ہٹائیں گے۔ اور گند گی اس کے منہ میں ڈالیں گے۔ لعنت ہی لیکر جائیگا۔ اسکو کہو۔ کہ قادیاں سے لعنت لیکر چلا جاوے۔ (قادیاں میں لعنت کا ہی ذخیرہ تہا۔ مولف) وغیرہ وغیرہ۔ سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔ ہم حلفیہ بطور شہادت کے کہتے ہیں۔ کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں۔ جو کسی چوہڑے چمار سے بھی کبھی نہیں سنیں" (الہامات مرزا)

اب غور کی جا ہے۔ کہ مولوی صاحب کو دعوت دیکر تو مرزا صاحب نے بلایا۔ اور جب وہ پہنچ گئے۔ تو بلا قصور ان کی نسبت یہ دُر افشانی فرمائی۔ اسطرح گہر پر بلا کر ایسی تواضع کرنا کہاں کا اخلاق اور انسانیت ہے۔ ذرا اسکا مقابلہ ضرورۃ الامام کی عبارت محولہ بالا سے تو کرکے دیکہو سچ ہے۔ کہ:۔

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانیکے اور

(ب) علمائے اسلام نے چونکہ مرزا صاحب کے دعووں کو نہ مانا۔ بلکہ لوگوں کو ان کی چالاکیوں اور خلاف شرع تعلیم سے آگاہ کر دیا۔ اس لئے مرزا صاحب ان کے بہت ہی خلاف تہے۔ اور انکو نہایت غلیظ گالیوں اور گندہ الفاظ سے یاد کیا کرتے تہے۔ ممکن ہے۔ کہ بالمقابل بھی کسی نے ترکی بترکی خطاب کیا ہو۔ لیکن مرزا صاحب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور مظہر اتم بنتے تہے۔ اور خود رسالہ ضرورۃ الامام میں بھی امام الزمانؑ کے اخلاق کا نمونہ درج کر چکے تہے۔ پہر ان کی طرف سے سب وشتم اور گالی گلوچ کا سلوک کیوں ہوا۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ عام طور پر سخت کلامی اور درشتی تحریر کی ابتداء مرزا صاحب کی طرف سے ہی ہوتی تہی۔ ذیل میں مرزا صاحب کی مختلف کتابوں اور تحریروں سے ان کی دی ہوئی گالیاں بالفاظ صرف ہجی کتاب عصائے موسےٰ سے نقل کی جاتی ہیں۔ ناظرین

مرزا صاحب کی ان نئی ایجاد کردہ گالیوں کی مرزائیوں کو داد دیں۔ اور مرزا صاحب کی روح کو بھی اس حق ایجاد کا ثواب بخشدیں۔

	اے بدذات[1] فرقہ مولویاں۔ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا۔ وہی عوام کالانعام
الف	کو بھی پلایا۔ اندھیرے کے کیڑے ایمان و انصاف سے دور بھاگنے والا۔ اندرونی نیم دہریہ۔ ابولہب۔۔ اسلام کے دشمن۔ اسلام کے عار مولویو۔ اے جنگل کے وحشی۔ اے نابکار۔ ایمانی روشنی سے مسلوب۔ احمق مخالف۔ اے پلید دجال اسلام کے بدنام کرنے والے۔ اے بدبخت مفتریو۔ اعمٰی۔ اشرار۔ اول الکافرین اوباش۔ اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول کے۔ ان بیوقوفوں کے بھاگنے کی جگہ نہ رہیگی۔ اور صفائی سے ناک کٹ جائیگی۔"
ب۔پ	بے ایمان اندھے مولوی۔ پلید طبع۔ پاگل۔ بدذات۔ بدگوہری ظاہر نہ کرتے بیحیائی سے بات بڑھانا۔ بددیانت۔ بے حیا انسان۔ بدذات فتنہ انگیز۔ بدقسمت منکر۔ بدچلن۔ بخیل۔ بداندیش۔ بدظن۔ بدبخت قوم۔ بدگفتار بدباطن۔ باطنی جذام۔ بخل کی سرشت والے۔ بیوقوف جاہل۔ بیہودہ بدعلماء۔ بے بصر۔
ت	تمام دنیا سے بدتر۔ تنگ ظرف۔ ترک حیا۔ تقوے و دیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا۔ ترک تقوے کی شامت سے ذلت پہنچ گئی۔ تکفیر و لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

[1] تمام فرقہ مولویاں کو بدذات بتا کر مرزا صاحب نے اپنی نیک ذاتی کا ثبوت دیا ہے۔ مولویوں کا فرقہ وہی ہے جس کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ کہ جس نے میری امت کے علماء کی عزت کی اس نے میری عزت کی اور جس نے انکی اہانت و ہتک کی اسنے میری ہتک کی۔ ایک اور حدیث میں علماء کو وارث انبیاء بھی فرمایا ہے

ث	ثعلب روبڑی، ثم اسلم ایها الشیخ الضال والدجال البطال
ج چ	جھوٹ کی نجاست کھائی۔ جھوٹ کا گوہ کھایا۔ جاہل وحشی۔ جادۂ صدق وثواب سے منحرف دور۔ جعلساز۔ جیتے ہی جی مرجانا۔ چوہڑے۔ چمار
ح	حمار۔ حمقا۔ حق وراستی سے منحرف۔ حاسد۔ حق پوش۔
خ	خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ خنزیر سے زیادہ پلید۔ خطا کی ذلت انہی کے سینہ پر۔ خالی گدھے۔ خائن۔ خیانت پیشہ۔ خائن خالیتہ من نور الرحمن۔ خام خیال۔ خفاش۔
د۔ ڈ	دل سے مجذوم۔ دہوکادہ۔ دیانت ایمانداری راستی سے خالی۔ دجال دروغ گو۔ ڈوموں کی طرح مسخرہ۔ دشمن سچائی۔ دشمن قران دلی تاریکی۔
ذ	ذلت کی موت۔ ذلت کے ساتھ پردہ داری۔ ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کردینگے۔
ر	رئیس الدجالین۔ ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لیجائینگے روسیاہ۔ روباہ باز۔ رئیس المتصلفین۔ راس المعتدین۔ راس الغاوین
ز	زہرناک مادے والے۔ زندیق۔ زہادہم کمبخت والی مواجی الزودیا۔
س	سچائی چھوڑنے کی لعنت انہی پر برسی۔ سفلی ملا۔ سیاہ دل منکر سخت بیجیا سیاہ دل فرقہ کسقدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے۔ سادہ لوح سانپنی۔ سفہا۔ سفلہ۔ سلطان المتکبرین الذی اضاع دینہ بالکبر والتوھین۔ سگ بچگان۔
ش	شرم وحیا سے دور۔ شرارت۔ خباثت وشیطانی کاروائی والے۔ شریف از سفلہ نمے ترسد۔ بلکہ از سفلگئی او مے ترسد۔ شریکار شیخی سے بھرا ہوا شیخ نجدی

ص	صدر القضاۃ نیوش صدرک ضربہ و یرک رمانی سجادہ مار ۔
ض	ضال ۔ ضرہم اکثر من ابلیس اللعین ۔
ط	طالع منحوس ۔ طبتم نفسا بالغاد الحق والدین ۔
ظ	ظالم ۔ ظلمانی حالت
ع	علماء السوء عداوت اسلام ۔ عجب و پندار والے ۔ عدو العقل ۔ عقارب عقب الکلب ۔ عدو ہا ۔
غ	غول الاغوی ۔ غدار سرشت ۔ غالی ۔ غافل ۔
ف	فیمت یا عبد الشیطان ۔ فریبی ۔ فن عربی سے بے بہرہ فرعونی رنگ ۔
ق	قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ۔ قست قلوبہم ۔ قد سبق الکل فی الکذب
ک گ	کتے ۔ گدھا ۔ کینہ ور ۔ گندے اور پلید فتوے والے ۔ کمینہ ۔ گندی کاروائی والے ۔ کہاد (مادر زاد اندھے) گندی عادت ۔ گندے اخلاق ۔ گندہ دہانی گندے اخلاق والے ذلت سے غرق ہوجا ۔ کج دل قوم ۔ کوتاہ نظر ۔ کھوپڑی میں کیڑا ۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مرجاویں گے ۔ گندی روحو ۔
ل	لاف وگزاف والے ۔ لعنت کی موت ۔
م	مولویت کو بدنام کرنے والو ۔ مولویوں کا منہ کالا کرنے کیلئے ۔ منافق ۔ مفتری ۔ مورد غضب ۔ مفسد ۔ مرے ہوئے کیڑے ۔ مختۃ دل ۔ مہجور مجنون ۔ مغرور ۔ متکبر ۔ محجوب مولوی ۔ منکس طینت مولوی کی بک بک مردار خوار مولویو ۔
ن	نجاست نہ کھاؤ ۔ نااہل مولوی ۔ ناک کٹ جائیگی ۔ ناپاک طبع لوگوں نے آبیتا علماء ۔ نمکحرام ۔ نفسانی ۔ ناپاک نفس ۔ نابکار قوم ۔ نفرتی و ناپاک شیوہ

	نادان متعصب ۔ نالائق ۔ نفس امارہ کے قبضہ میں ۔ نااہل حریف ۔ نجاست سے بھرے ہوئے ۔ نادانی میں ڈوبے ہوئے ۔ نجاست خواری کا شوق ۔
و	وحشی طبع ۔ وحشیانہ عقائد والے ۔
ہ	ہامان ۔ ہالکین ۔ ہندو زادہ ۔
ی	یک چشم مولوی ۔ یہودیانہ تحریف ۔ یہودی سیرت ۔ یا ایہا الشیخ الضال والمفتری البطال یہود کے علماء یہودی صفت وغیرہ وغیرہ (از عصائے موسیٰ)

اس کے علاوہ اخبار درنجف لاہور میں بھی مرزا صاحب کی بدزبانیوں کی ایک فہرست چھپی تھی جس میں سے چند اقتباسات ذیل میں درج ہیں۔

پادریوں کی نسبت ۔ پادریوں نے شرارت پر کمر باندھی ۔ شوخی سے ناچتے پھرے ان کے نہایت پلید اور بدذات لوگوں نے گالیاں نکالیں ۔ لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور سڑے گلے مردے (حضرت مسیح) کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

مولوی عبدالحق غزنوی کی نسبت ۔ خاصکر رئیس الدجالین عبدالحق اور اسکا گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ ۔ اے پلید دجال پیشگوئی تو پوری ہوگئی ۔

صوفیائے کرام کی نسبت ۔ بعض جاہل سجادہ نشین ۔ اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ ۔ یہ سب شیاطین الانس ہیں جسقدر فقراویں سے اس عاجز کے مکفر یا مکذب ہیں ۔ وہ تمام اس کامل نعمت مکالمہ الٰہیہ سے بے نصیب ہیں ۔ اور محض یاوہ گو اور ژاژخا ہیں۔

ایک جگہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی ۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ۔ مولوی احمد اللہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی نسبت لکھتے ہیں کہ :۔

یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔

یہاں تک تو نثر تھی۔ اب ذرا منظوم گالیوں کا نمونہ بھی ملاحظہ ہو۔

مولوی سعد اللہ صاحب[1] لودیانوی کی نسبت

اک سگ دیوانہ لودیانہ میں ہے
آجکل وہ خر شتر خانہ میں ہے

بد زبان بدگوہر و بد ذات ہے
اسکی نظم و نثر واہیات ہے

آدمیت سے نہیں ہے اسکو مس
ہے نجاست خوار وہ مثل مگس

سخت بد تہذیب و منہ زور ہے
منہ پہ آنکھیں ہیں مگر دل کور ہے

حق تعالیٰ کا وہ نافرمان ہے
آدمی کا ہے کو ہے شیطان ہے

چیختا ہے بیہدہ مثل حمار
بھونکتا ہے مثل سگ وہ بار بار

مغز لونڈوں نے لیا ہے اسکا کھا
بکتے بکتے ہو گیا ہے بادلا

کچھ نہیں تحقیق پر اس کی نظر
اس کا اک استاد ہے والا گہر

دو غلا استاد اس کا پیر ہے
اسکی صحبت کی یہ سب تاثیر ہے

جہل میں بوجہل کا سردار ہے
بو لہب کے گھر کا برخوردار ہے

سخت دل نمرود یا شداد ہے
جانور ہے یا کہ آدم زاد ہے

---

[1] مولوی سعد اللہ صاحب کفر کو چھوڑ کر داخل اسلام ہوئے تھے۔ دین حقہ کو محنت شاقہ سے حاصل کیا۔ عالم بنے۔ انکی فیضانِ صحبت سے کئی شخص داخل اسلام ہوئے نہایت متبع سنت تھے ایسے شخص اور عام علماء کے لئے مرزا کی یہ گوہر افشانی دربار عزازیلی میں بہ نہایت استحسان سے دیکھی گئی ہوگی۔ مرزا صاحب یہ حدیث بھی بھول گئے۔

لیس الصدیق لعاناً

ہے وہ نابینا دیا خفاش ہے مسخرا ہے منہ پھٹا اوباش ہے

وہ مقلد اور مقلد اس کا پیسر پھر محدث بنتے ہیں دونو شریر

اسلو چڑھتا ہے بخاری سے بخار پھیرتا ہے اس سے منہ اب نابکار

شورہ پشتی اس کی ہر ہر رگ میں ہے جسطرح سے زہر مار وسگ میں ہے

ہائے صد افسوس اس کے حال پر لاکھ لعنت اس کے قیل وقال پر

آدمی سے بنگیا بندر ذلیل ملگیا کفار سے وہ بے دلیل

وہ یہودی ہے نصاریٰ کا معین پادری مردود کا ہے خوشہ چین

ایسا ہی بہت بکواس ہے - پھر عام مولویوں کو للکارتے ہیں

ہو اگر غیرت تو وہ مرجائیں سب ورنہ ہوگا لعنتی ان کا لقب

وہ بطالی فتنہ گر آوے ذرا شکل اپنی آ کے دکھلاوے ذرا

آویں اب لودیانہ کے سارے شریر اور وزیرآباد کا آوے ضریر

اب وہ افغانی کہاں ہے بدلگام وہ رسل بابا کہاں ہے عقل خام

احمد اللہ نیم بسمل ہے کہاں ساتھ لاوے اپنے شاگرد جواں

بوچڑاں کا کھیوڑہ آوے ادہر ہینگنا مدت سے ہے مانند خر

اب مقابل ہو رشید کج ادا کرتا رہتا ہے جو بدگوئی سدا

اب مقابل ہووے بھوپالی بشیر ہوگیا مردود وخاسر جس کا پیر

مولوی اور پیرزادے آئیں کل جو مچاتے ہیں بہت مدت سے غل

جو نہ آوے سخت بے غیرت ہے وہ اور بڑا حق پوش بے عزت ہے وہ

حیلہ بازی سے نہ اب روپوش ہوں گونگے شیطاں ہوں اگر خاموش ہوں

جو نہ آوے اس پہ لعنت بار بار جو کہ بھاگے اس پہ لعنت صد ہزار

اس سے جو بھاگے بڑا مردود ہے | جھوٹ کا سب اسکا تار و پود ہے
گر مقابل آئے تو مارے گئے | اور اگر بھاگے تو پھٹکارے گئے
خوک اور بندر سبھی بن جاؤ گے | اپنی کرتوتوں کا بدلہ پاؤ گے
کوئی کوڑھی ہوگا دیوانہ کوئی | عافیت سے ہوگا بیگانہ کوئی
نامرادی یوں کسی پر آئیگی | آل اور اولاد ہی مرجائیگی
جسقدر یہ مولوی ہیں نابکار | یا ہدایت دے انہیں یا انکو مار
ہر عدوئے دیں کا کر خانہ خراب | آسمانی بھیج تو ان پر عذاب

دعا

(لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

ناظرین! یہ ہیں قادیانی مدعی رسالت کی گل افشانیاں۔ اور ان کے اخلاق کریمہ کی پھلجھڑیاں اس پر وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کا الہام بھی ہے۔ شائد مرزا صاحب کا ملہم اس فن (گالی گلوچ اور بدزبانی) کا کوئی بڑا استاد ہے۔ جو مرزا صاحب کی زبان ایسی رواں ہے۔ اس اعجازی تحریر نظم و نثر کے روبرو چرکیں کی شاعری۔ سودا کی ہجوگوئی۔ جعفر زٹلی کی زٹلیات اور بھٹیاریوں کی بکواس سب مات ہیں۔ ذرا مزورۃ الامام مث کے حوالہ کو پھر دیکھنا!۔ انک لعلی خلق عظیم۔ کی یہ کیا اچھی تفسیر ہے! کیا تحمل و بردباری کا نمونہ دکھایا ہے! اخلاق یہ اور دعوے نبوت و رسالت۔!!!

مثل مشہور ہے۔ کہ جیسا منہ ویسے تھپیڑ۔ ذرا سنئے۔ خود مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی مرزا صاحب کی شان میں کیا فرماتے ہیں یہ اشعار چونکہ گھر کے بھیدی نے لکھے ہیں۔ اس لئے مستند بھی ہیں۔

منقول از نظم مندرجہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ جلد ۱۴

بدمعاش اب نیک از حد بن گئے | بو مسیلم آج احمد بن گئے

علمائے دوراں بنے دجال ہیں — ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
ظاہری افعال ان کے نیک ہیں — سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں
عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں — مال پر لوگوں کے دنداں تیز ہیں
ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے — ہیں نئی تدبیر ہر دم سوچتے
جسطرح ہو مال کچھ کھا جائیے — کچھ نیا اب شعبدہ دکھلائیے
ہو کوئی کیسا ہی گرچہ بد معاش — میوۂ زر کی وہ دیدے انکو قاش
پھر تو وہ مقبول رحماں ہے ضرور — ان کے دل کو اسنے پہنچایا سرور
شئی ان کو نہ دے تو ہے شقی — جو شئی دے انکو وہ ہے متقی
ہیں امیروں سے بڑھاتے میل جول — کر کے تعریفیں اڑا لیتے ہیں مول
جو کوئی دے۔ عمر کر دینگے دراز — اسقدر ہے ان کے دلمیں حرص و آز
ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوٰۃ — دینداری کی نہیں ہے کوئی بات
علم ہے دنیا کمانے کے لیئے — دولتِ دنیا ہے کھانے کے لئے
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں — ہنستے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں
غیظ میں بد مست ہو جاتے ہیں وہ — اپنی چالاکی پہ اتراتے ہیں وہ
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب — آیت قرآں ہیں گویا ان کے خواب

(۷) **ایفائے عہد اور حصول زر**۔ قرآن کریم اور احادیث شریف ایفائے عہد کی تاکیدوں سے پر ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ (وعدے پورے کیا کرو) اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (اقرار پورے کیا کرو) اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (عہد و اقرار کے (ایفا کی) بابت قیامت کے دن سوال ہوگا۔) وغیرہ احادیث صحیحہ میں بھی اقرار و عہد پورا کرنے کی تاکیدیں فرمائی گئی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی علامات میں ایک علامت یہ ارشاد فرمائی ہے۔ کہ۔ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ (یعنے منافق کی ایک نشانی یہ ہے۔ کہ بد عہدی کرتا ہے) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

مرزا صاحب کے ایفائے عہد کی حالت دیکھنے کیلئے انکی کتاب براہین احمدیہ کا قصہ ہی قابل غور ہے

ابتدائً مرزا صاحب ضلع سیالکوٹ کے دفتر میں ۱۵ روپیہ ماہوار کے ملازم تھے تنخواہ کم تھی۔ گزارہ نہیں ہوتا تھا۔ تو مختاری کا امتحان دیا۔ مگر فیل ہو گئے۔ اس کے بعد ایک دوست نے ان کو مشورہ دیا۔ کہ آپ کو مذہبی مطالعہ کا شوق رہا ہے۔ بہتر ہو کہ مذاہب کی تردید میں کتابیں لکھ کر فروخت کرو۔ چین کرو گے۔ اس رائے سے اتفاق کر کے مرزا صاحب سیالکوٹ سے لاہور آ کر مسجد چینیانوالی میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملے۔ اور ارادہ ظاہر کیا۔ کہ میں ایک ایسی کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔ جو کل ادیان کا ابطال کرے۔ اور حقیقت اسلام اس سے ظاہر ہو۔ مولوی صاحب نے بھی ان کی رائے کو پسند کیا۔ بلکہ عملاً مدد کو مستعد ہو گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار جاری کیا۔ کہ صداقت اسلام پر ایک کتاب لکھی جائیگی۔ جس میں تین سو دلائل حقانیت اسلام پر ہونگی۔ اور قیمت اس کی پانچ روپیہ اور دس روپیہ بد پیشگی ہوگی۔

اسلام کے ہمدردوں اور شیدائیوں نے خدمت اسلام کو اپنا فرض سمجھکر مدد دینی اور روپیہ بھیجنے شروع کئے۔ چاروں طرف سے روپیہ کی بارش ہونے لگی۔ مرزا صاحب مالامال ہو گئے۔ اور قرضہ بھی اتر گیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ کہ :۔

جہاں مجھے دس روپیہ ماہوار کی امید نہ تھی۔ لاکھوں تک نوبت پہنچی[۱]

بعض مسلمانوں نے بڑی بڑی رقمیں بھی دیں۔ مثلاً خلیفہ سید محمد حسن خانصاحب وزیر اعظم پٹیالہ پانصد روپیہ۔ بابو الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ دو صد روپیہ[۲] وغیرہ کتاب بھی جزوی طریق پر نکلنی شروع ہو گئی۔ مگر اس کتاب کے لکھتے لکھتے مرزا صاحب کو

---

۱ ایک بیوی کے زیور کی ہی تفصیل کلمہ فضل رحمانی میں بحوالہ رہن نامہ رجسٹری شدہ منجانب مرزا صاحب قابل دید ہے جس کی مجموعی میزان تین ہزار تین سو سینتیس روپیہ ۳۳۳۷ ہوتی ہے۔ باوجود اس کے آپ زکات ہی لیتے رہے۔ گو اشاعت اسلام کے بہانہ سے۔

مجدد - مہدی - مثیل مسیح اور نبوت و رسالت کے خواب آنے لگے - اور انہوں نے اسکی جلد چہارم کے اخیر میں اشتہار دیدیا۔ کہ اب براہین کی تکمیل خدا نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اس فقرہ کے معنے عملاً یہ ہوئے - کہ کتاب کی اشاعت بند کر دی۔

اس کتاب کی پہلی جلد تو صرف اشتہار ہی ہے۔ دوسری اور تیسری جلد میں مقدمہ اور چوتھی جلد میں مقدمہ اور تمہیدات کے بعد باب اول شروع ہی ہوا تھا۔ کہ اشاعت ملتوی کر دی گئی۔ کل کتاب کے (۵۶۲) صفحہ ہوئے - اور تیسری جلد کے اخیر پر اشتہار تھا کہ کتاب تین سو جز تک پہنچ گئی ہے - اور اس دوران میں قیمت کتاب بھی دس روپیہ اور پچیس روپیہ کر دی -

جتنی کتاب تیار ہو گئی تھی۔ یہ بھی کئی بار چھپی - اور ہزارہا جلدیں اسکی فروخت ہوئیں پیشگی قیمت دینے والوں نے تقاضا کیا - کہ جس کتاب کا وعدہ کیا تھا۔ خریداروں کے پاس پہنچنی چاہیئے - ان لوگوں کو خاموش کرنے کے لئے ایک عجیب غریب اشتہار شائع کیا گیا - چنانچہ لکھتے ہیں - کہ :-

" اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے - قرآن کریم بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے ۲۳ برس میں نازل ہوا - پھر اگر خدا تعالےٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈالدیا۔ تو اسمیں کونسا ہرج تھا۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا ہے۔ تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی ہے کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم ہوا ہے - اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لیگئی ہے - اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جن سے دس روپیہ لئے گئے - اور جن سے پچیس روپیہ لئے گئے ہوں - وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں اور پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل جو منطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے - کچھ عجب نہیں - بلکہ عین موزون ہے - اعتراض کرنا سرا

کمینگی اور سفاہت ہے۔ پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق شور و غوغا کا خیال کرکے دو مرتبہ اشتہار دیدیا۔ کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے پاس روانہ کردے اور اپنی قیمت واپس لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے۔ انہوں نے کتابیں واپس کردیں۔ اور قیمت لے لی۔ اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کرکے بھیجا۔ مگر ہم نے قیمت دیدی۔ کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری نہیں کرنا چاہتے۔ اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے پر تیار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا نے ہم کو فراغت بخشی۔" (البدر ۹ اگست ۱۹۰۶ء)

ناظرین! کیا آپ مرزا صاحب کے عقلی معجزہ کی داد نہ دیں گے؟ فرمائیے اس اشتہار کو پڑھکر کون شریف اور باحیا آدمی احمق۔ ناواقف۔ کمینہ۔ سفیہ۔ جاہل کمینہ طبع اور دنی الطبع کہلا کر واپسی قیمت کا مطالبہ کرسکتا تھا۔ مختصراً تو یہی کافی ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جس غرض کے لئے روپیہ لیا تھا۔ وہ پوری نہ کی۔ اور اس روپیہ کو بے جا طور پر اپنے صرف میں لائے۔ یہ حلال تھا یا حرام؟ اس کا فیصلہ ناظرین کرسکتے ہیں۔ لیکن مزید توضیح کے لئے مرزا صاحب کے اس اعلان پر کچھ اور روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱) جب براہین احمدیہ کے نام سے قیمت پیشگی لی گئی تھی۔ اور اس کی اشاعت ہوگئی تھی ملتوی۔ تو دیانت کا تقاضا یہ تھا۔ کہ مرزا صاحب حصہ رسدی قیمت رکھکر باقی روپیہ خریداروں کو واپس کردیتے۔ یا افسوس کے ساتھ اعلان کردیتے۔ کہ جو صاحب اپنا روپیہ واپس لینا چاہیں واپس لے لیں۔ اور یا اس روپیہ کو بمد امداد و اشاعت اسلام منتقل کردیں۔ لیکن بجائے اس کے پیشبندی کے طور پر ایسے لوگوں کو احمق۔ کمینہ۔ سفیہ۔ جاہل۔ دنی الطبع وغیرہ کے نام سے مخاطب کیا گیا۔ اس

یہ فائدہ ہوا۔ کہ بہت کم لوگوں نے ایسے خطاب قبول کئے۔ قیمتی کتابیں عموماً اہل ثروت ہی خریدتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے قیمت واپس لیکر کمینہ اور احمق اور جاہل وغیرہ بننا تھا۔

(۲) ریاست پٹیالہ کے وزیر اعظم خلیفہ محمد حسن خانصاحب مرحوم نے پانسو روپیہ خود اور پچھتر روپیہ اپنے احباب سے جمع کرکے بد براہین احمدیہ دیا تھا۔ بعد میں جب مرزا صاحب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی توہین کی۔ تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ اپنے روپیہ کا بھی مطالبہ نہیں کیا۔ کیا مرزا صاحب نے یہ روپیہ واپس دیدیا تھا؟

(۳) اول اقرار کتاب چھپوانے کا مرزا صاحب نے کیا تھا۔ یہ کہ خدا تعالیٰ نے پھر کتاب کی اشاعت کے التواء کا بار اللہ تعالیٰ کے ذمہ ڈال دینا۔ مرزا صاحب کو کہاں تک بری الذمہ کرتا ہے۔

(۴) مفت تقسیم اور ہر شرح سے قیمت لینے کا ذکر اول تو بے ثبوت ہے۔ کوئی تعداد درج نہیں کی۔ کہ کتنے لوگوں کو کتاب مفت دیگئی۔ اور کتنے خریداروں کو ہر قیمت پر لیکن اگر ایسا کیا بھی گیا۔ تو پیشگی قیمت دینے والوں کو تو پوری کتاب ملنی ضروری تھی۔ کیا یہ بدعہدی نہیں؟

(۵) کیا تین سو دلائل دینے کا وعدہ کرکے محض تمہید پر خریداروں کو ٹال دینا موزوں ہے۔ اور اسکو ایفائے عہد کہہ سکتے ہیں؟

(۶) قرآن کریم ۲۳ سال میں ضرور نازل ہوا۔ مگر مکمل نازل تو ہو گیا۔ اور نیز قرآن شریف کی کوئی پیشگی یا مابعد قیمت بھی تو نہیں لی گئی تھی۔ نہ اس کے حجم کا کوئی وعدہ تھا کہ اتنا ہوگا۔ بس یہاں آپ کی براہین کی تین سو بے نظیر دلائل یا تین سو جزو قبر میں آپ کے ساتھ ہی چلے گئے۔ پھر بھی اس دنیاوی تجارت کو قرآن شریف کے نزول سے تشبیہ دینا کہاں کی ایمانداری ہے؟

(۷) مرزا صاحب اپنی دانست میں اس اعلان کے ذریعہ حساب دیکر فارغ ہو بیٹھے مگر دیانت یہ تھی۔ اور الزام سے آپ اسی صورت میں بری ہو سکتے تھے۔ کہ کل شائع شدہ اور فروخت شدہ کتابوں کی تعداد۔ اور کل وصول شدہ رقم کی فہرست شائع کرتے۔ اور اس کے ساتھ تفصیل دیتے۔ کہ کسقدر کتابیں مفت گئیں۔ اور کسقدر آٹھ آنہ قیمت پر۔ کتنے لوگوں نے کتابیں واپس کر کے قیمت واپس لی۔ اور کتنے لوگوں کا کتنا روپیہ امانتاً باقی رہ گیا۔ اور وہ کس مصرف میں آیا۔ کیا کوئی مرزائی ہمت کر کے اپنے مرشد کا ڈیفنس پیش کر سکتا ہے؟

(۸) جب اشتہار یہ تھا۔ کہ تین سو بے نظیر دلائل سے حقانیت اسلام ثابت کی گئی ہے۔ اور اسکا بجم بھی تین سو جزء ہو گیا ہے۔ تو اس کے شائع نہ ہونے کی کیا وجوہات تھیں۔ ؟ حقانیت اسلام کو شائع ہونے سے روکنا خدا کا کام ہے۔ یا شیطان کا؟ اور کیا اس التواء کو خدا کے ذمہ ڈال دینا ایسا ہی نہیں۔ جیسا کہ کوئی چور یا خونی گرفتار ہونے پر کہدے۔ کہ خدا کو ایسا ہی منظور تھا۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔

(۹) کتاب کی لاگت اس زمانہ کی نرخ کے لحاظ سے آٹھ آنہ فی جلد سے زیادہ نہیں تھی۔ پھر اس کی قیمت پانچ روپیہ سے پچیس روپیہ تک وصول کرنا پیغمبری تھا ہے یا دوکانداری؟

(۱۰) اس کتاب کے تین سو بے نظیر دلائل کی نسبت اعلان تھا۔ کہ اگر ان دلائل کو رد کیا جاوے۔ تو دس ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا۔ بعد میں اس دیباچہ اور تمہید پر معراج الدین عمر مرزائی نے اشتہار دیدیا۔ کہ ۲۷ سال سے کتاب شائع ہو چکی ہے۔ کسی کو جواب دینے اور انعام حاصل کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ کیا یہی تین سو بے نظیر دلائل تھیں جنپر انعام مشتہر کیا گیا تھا۔ یا تین سو دلایل کا وعدہ محض جھوٹ اور تماشہ تھا؟

براہین احمدیہ کے علاوہ ایک کتاب سراج منیر صفت شائع کرنے کا اعلان کر گئے چندہ سو روپیہ چندہ مانگا ۔ اور بہت سا روپیہ وصول بھی ہوا ۔ مگر بعد میں جب یہ کتاب چھپی تو قیمتاً دی گئی ۔

پھر ایک رسالہ ماہواری قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ چھپوانے کا اشتہار دیا گیا ۔ کہ وہ ۲۰ جون ۱۸۸۵ء سے ماہوار نکلیگا ۔ پھر نشان آسمانی صفحہ ۴۲ میں بااہمت دوستوں سے مدد چاہی ۔ کہ اے مردان بکوشید و برائے حق جوشید ۔ اور ہر ایک کتاب کی اشاعت کیلئے امداد کی درخواست کی ۔ اور لکھا کہ ذی مقدرت لوگ مدز کات سے میری کتابیں خرید کر تقسیم کریں ۔ اور میری اور بھی تالیفات ہیں ۔ جو نہایت مفید ہیں ۔ مثلاً رسالہ احکام القرآن ۔ اربعین فی علامات المقربین ۔ سراج منیر ۔ تفسیر کتاب عزیز پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں پریس کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی ۔ اور فرمایا ۔ کہ ہر ایک دوست اس میں بلا توقف شریک ہو ۔ اور ماہوار چندہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے ۔ جس سے بقیہ براہین اور اخبار اور آئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے ۔ یہ انتظام سب کچھ ہو گیا ۔ مگر تفسیر کتاب عزیز ۔ براہین احمدیہ اور رسائل ماہوار سب کتم عدم میں ہی رہے ۔ اور چندہ جو وصول ہوا ۔ سب بلا ڈکار ہضم کیا گیا ۔ کیا یہ بد عہدی اور شکم پروری نبوت اور رسالت کی علامتیں ہیں ؟ اور کیا اس روپیہ کا جو خدمت اسلام کے لئے اور مخصوص کتابوں اور رسالوں کے لئے لیا گیا تھا ۔ اپنی ذاتی ضروریات میں صرف کرنا اور اس سے اپنی جائداد بنانا مرزا صاحب کے لئے جائز اور حلال تھا ؟

اسی بارہ میں مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی کے چند اشعار قابل ملاحظہ ہیں ؎

منقول از اشاعۃ السنۃ

اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار	یہ ہی لوگوں نے کیا ہے روزگار

پیشگی قیمت گر لیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے
بدگمانی کا اسے آزار ہے
ایک تو پلے سے اس نے زر دیا
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا

سلن کو اسطرح دم دیتے ہیں وہ
اسطرح کا پڑ گیا بار و غضب
جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
دوسرے بدنام اپنے کو کیا
کچھ گھٹا ہرگز نہ اس کا اعتقاد

(۸) مرزا صاحب کا توکل علی اللہ۔ تزکیہ باطن۔ اور نفس کشی

کہنے کو مرزا صاحب فنا فی الرسول۔ فنا فی اللہ اور اس سے بھی ورا الورے مدارج کے مدعی تھے۔ اور کل پیغمبروں کے کمالات کا عطر مجموعہ۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ کہ:۔

آدمم نیز احمد مختار ۔۔۔ در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام

وغیرہ وغیرہ

لیکن حالات یہ ہیں۔ جو اوراق گذشتہ میں ذکر ہوئے۔ اس ضمن میں مرزا صاحب کے الہامات اور توکل علی اللہ اور نفس کشی کا مزید نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

ناظرین اس کتاب کی فصل ششم کا نمبر ۴۔ تا ۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔ اور دیکھیں۔ کہ نکاح کے متعلق کس زور شور کے الہام ہیں۔ جن میں شک اور شبہ کو دخل بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان الہامات کے ساتھ خارجی اور دنیاوی تدابیر

سے بھی مرزا صاحب بے فکر نہیں تھے۔ اور زمینی و آسمانی ہر قسم کی تدابیر و ذرائع سے محمدی بیگم کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ذیل میں اُن کا ایک خط ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی۔ والدہ[1] عزت بی بی کو معلوم ہو۔ کہ مجھکو خبر پہنچی ہے۔ کہ چند روز تک محمدی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں۔ کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دونگا۔ اور کوئی تعلق نہیں رہیگا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں۔ کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جسطرح تم سمجھا سکتی ہو۔ اسکو سمجھاؤ۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا۔ تو آج میں نے مولوی نورالدین اور فضل احمد کو خط لکھدیا ہے۔ اور اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ۔ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ ہمکو بھیجدے اور اگر فضل احمد[2] طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے۔ تو اسکو عاق کیا جائے۔ اور اپنا اسکو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اسکو نہ ملے۔ سو امید رکھتا ہوں۔ کہ شرطی طور پر اسکی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا۔ جس کا مضمون یہ ہوگا۔ کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے۔ تو پھر اس روز سے جو محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا۔ اسطرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑجائیگی۔ تو یہ شرطی طلاق ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔ کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا۔ تو میں فی الفور اس کو

---

[1] یہ مرزا صاحب کی سمدھن ہیں۔ محمدی بیگم کی پھوپھی اور عزت بی بی کی والدہ۔ اور عزت بی بی مرزا صاحب کے لڑکے فضل احمد کی بیوی ہے۔

[2] نکاح نہ کرے محمدی بیگم کا والد۔ اور طلاق پائے مرزا صاحب کے بیٹے کی بیوی۔ قربان اس انصاف کے کرے داڑھی والا اور پکڑا جائے مونچھوں والا۔

عاق کر دونگا۔ پھر وہ میری وراثت سے ایک ذرّہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اسوقت اپنے بھائی کو سمجھالو۔ تو آپ کیلئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح کوشش کرنا چاہا تھا۔ اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی۔ مگر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے۔ کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی۔ کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا۔ اسدن عزت بی بی کا کچھ باقی نہیں رہیگا۔" (راقم مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

ایک خط محمدی بیگم کے باپ مرزا احمد بیگ کو لکھا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ:۔

"آپ کی لڑکی محمدی بیگم سے میرا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے[۱]۔ اور مجھکو اس الہام پر ایسا ایمان ہے جیسا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر۔ مجھے خدا تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ یہ بات اٹل ہے۔ یعنے خدا کا کیا ہوا ضرور ہوگا۔ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئیگی۔ اگر آپ کسی اور جگہ نکاح کریں گے۔ تو اسلام کی بڑی ہتک ہوگی۔ کیونکہ میں دس لاکھ آدمی میں اس پیشگوئی کو مشتہر کر چکا ہوں۔ اگر آپ ناطہ نہ کرینگے۔ تو میرا الہام جھوٹا ہوگا۔ اور جگت ہنسائی ہوگی۔ جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے۔ زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے معاون بنیں۔ دوسری جگہ رشتہ نامبارک ہوگا۔ میں نہایت عاجزی اور ادب سے التماس کرتا ہوں۔ کہ اس رشتہ سے انحراف نہ کریں[۲]

---

[۱] محمدی بیگم کا رتبہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے برابر آپ نے بنا دیا۔ اِنکاح سے الہام اوپر ٹ ثابت ہوا۔ معلوم ہوا۔ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر بھی آپ کا ایمان نہ تھا۔

[۲] کہاں متواتر الہامات! اور کہاں یہ عاجزی اور تملق کا اظہار!! الہام پر ایمان ہوتا۔ تو ایسی ذلیل درخواست کیوں کرتے؟

جو آپ کی لڑکی کے لئے گوناگوں برکتوں کا باعث ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ "

ایک ایسا ہی خط اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ (والد عزت بی بی) کے نام بھی لکھا۔ اور اسمیں اپنی بے کسی۔ بے بسی ظاہر کرکے خواہش کی۔ کہ اپنی بیوی (والدہ عزت بی بی) کو سمجھا دیں۔ کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ (والد محمدی بیگم) سے نکاح کرانے کے اس ارادہ سے روک دے۔ ورنہ میں تمہاری لڑکی کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوا دونگا۔ آپ اسوقت کو سنبھال لیں۔ اور احمد بیگ کو اس ارادہ سے منع کردیں۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم۔ کہ یہ سب رشتہ ناطہ توڑ دونگا۔ اور اگر میں خدا کا ہوں۔ تو وہ مجھے بچائے گا۔ ... (انتہی ملخصاً)

باوجود ان خطوط کے بھی مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے نہوا۔ اور مرزا فضل احمد نے بھی اپنی بیوی کو طلاق نہ دیا۔ اور والد صاحب کا گھر بسانے کی مطلق پرواہ نہ کی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اپنی قسموں کے مطابق مرزا صاحب نے اپنی بیوی زوجہ اول اور دو لڑکوں مرزا سلطان احمد بیگ و فضل احمد بیگ سے قطع تعلق کرلیا۔ (دیکھو اشتہار نصرت دین و قطع تعلق از اقارب مخالف دین)

ان خطوط اور ان کے انجام سے نتائج ذیل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) تمام الہامات متعلق نکاح غلط اور بناوٹ تھے۔ اگر ان پر مرزا صاحب کو ایمان تھا۔ جیسا کہ خود قسم کھا کر کہتے ہیں۔ تو پھر ایسے خطوط لکھکر الہام کو پورا کرانے کی کوشش کی کیا ضرورت تھی۔ نکاح جو آسمان پر ہو چکا تھا۔ زمین پر بھی ضرور ہو جاتا۔

(۲) جھوٹی قسمیں کھائیں۔ جو صرف لڑکی کے والدین اور متعلقین کو یقین دلانے کے لئے تھیں۔

(۳) خدا تعالٰے کا ہر دست چھوڑ کر عاجزی اور چاپلوسی سے عاجز انسانوں کی ذلیل منتیں اور سماجتیں کیں۔ جو نہ صرف وقار نبوت کے منافی ہیں۔ بلکہ ایک عام

شریف آدمی بھی ایسی بیحیائی نہیں کر سکتا۔

(۴) خدا پر بہتان اور افترا باندھا۔ کہ اس نے آسمان پر نکاح محمدی بیگم سے کر دیا ہے۔

(۵) مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ اگر میں خدا کا ہوں تو وہ مجھے بچا لیگا۔ مگر نکاح نہ ہونے سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب منجانب اللہ نہیں تھے۔

(۶) اپنی سمدھن کو بھائی کے ساتھ لڑنے کی ترغیب دی۔ اور جبکہ احمد بیگ محمدی بیگم کا رشتہ کسی دوسری جگہ کر چکا تھا۔ تو اسے اس عہد کے توڑنے کے لئے کہا اور سمدھی اور سمدھن کو لکھا۔ کہ اس سے یہ عہد تڑوا دیں۔ حالانکہ عہد شکنی کی اسلام میں سخت ممانعت ہے۔

(۷) شریعت کی رو سے عاق بیٹا محروم الارث نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزا صاحب نے بار بار اسے محروم الارث کرنے کی دہمکی دی۔ اس لئے شریعت کو منسوخ کرنے کا ارتکاب جرم کیا۔

(۸) تہذیب۔ اخلاق اور حیا کو بالائے طاق رکھدیا۔ کہ اپنی مطلوبہ کی خاطر بیٹے کو مجبور کیا۔ کہ وہ اپنی محبوبہ بیوی کو طلاق دیدے۔ اس بچارے نے اخلاقی جرأت سے کام لیا۔ کہ اپنی بے گناہ اور عفیفہ بیوی کو طلاق نہیں دی۔ تو اس سے قطع تعلق کر لیا۔

(۹) اپنے نفس کی خواہش پوری نہ ہوتے دیکھکر اللہ کی رضا پر راضی نہ رہے بلکہ اس غصہ میں آکر معمولی اہل دنیا کی طرح بیوی اور بیٹوں سے قطع تعلق کر لیا اور بندہ نفس و شہوت ہونے کا پورا ثبوت دیا۔

(۱۰) یہ سارے ڈھکوسلے ہی تھے۔ جنہیں الہام کے رنگ میں پیش کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی منظوری کے پروانے بھی دکھائے گئے۔ لیکن درحقیقت یہ صرف

ایک نفسانی خواہش تھی۔ جس کے لئے نہائیت کمزور چالیں اور منصوبے اور تدبیریں کیں۔ جو ایک سچے اور حیا دار مسلمان کی شان سے بہی بعید ہیں۔[۱]

اخیر میں ایک اور لطیفہ درج کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے سمدہی اور سمدہن کو اس امر کی تحریص دلائی۔ کہ اگر یہ نکاح ہو گیا۔ تو تمہاری لڑکی اور فضل احمد ہی میرے وارث ہوں گے۔ اور اگر فضل احمد نہ ملے گا۔ تو اسے محروم الارث کیا جائیگا۔ اُدہر محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کو بہی یہی لکھا۔ کہ یہ نکاح تمہاری لڑکی کے لئے انواع و اقسام کی برکات کا موجب ہو گا۔ گویا سمدہی۔ سمدہن۔ بیٹے اور خسر موعود کو مال و جائداد و وراثت کی طمع دلاتے ہیں۔ لیکن احادیث صحیحہ سے واضح ہے۔ کہ نبیوں کا مال کسی کی میراث نہیں ہوتا۔ بعض احادیث کے الفاظ معہ ترجمہ اسطرح سے ہیں۔

(الف) النبی لا یورث انما میراثہ فی فقراء المسلمین والمساکین (امام احمد عن ابی بکر) جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ نبی کسی کو وارث نہیں چھوڑتے۔ ان کی میراث فقراء و مساکین کے لئے ہے۔

(ب) کل مال النبی صدقۃ الا ما اطعمہ وکسا ھم انا لا نورث (ابو داؤد عن الزبیر) نبی کا تمام مال فقراء کے لئے صدقہ ہے۔ مگر جسقدر اس کے اہل و عیال کھالیں کیونکہ ہم کسی کو وارث نہیں چھوڑتے۔

---

[۱] مذکورہ بالا بیان کا مقابلہ مرزا اور مرزائیوں کے اس ادعا کے ساتھ کرو۔ جو وہ آیت قَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا ..... الخ سے استدلال کر کے مرزا صاحب کی گذشتہ زندگی کو مقدس اور مطہر ثابت کیا کرتے ہیں۔ کیا انبیائے کرام اور بزرگان دین اسلام میں کوئی ایسی مثال موجود ہے؟ کہ کسی نے ایک عورت کے نکاح کے لئے ایسے پاپڑ بیلے ہوں؟ مرزائی صاحبان ذرا منہاج نبوت کی کسوٹی پر اسے پرکھ کر دیکہیں۔

(ج) واللہ لا تقسم ورثتی دینارًا ما ترکت من شیٔ بعد نفقۃ نسائی ومعونۃ عاملی فھو صدقۃ (بخاری مسلم۔ ابی داؤد۔ امام احمد۔ عن ابی ہریرہ)
خدا کی قسم میرے وارثوں میں روپیہ کی تقسیم نہ ہوگی۔ جو کچھ میں چھوڑوں وہ میری بیبیوں کے نان نفقہ اور عامل کی مزدوری کے بعد صدقہ ہے۔ (اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر تقسیم ترکہ کی ممانعت فرمائی ہے)

(د) لا نورث ما ترکنا صدقۃ (امام احمد۔ بخاری مسلم) ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ ہمارا ترکہ تو صدقہ بن جاتا ہے۔

(ھ) نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث۔ ہم جملہ گروہ انبیاء کی سنت یہ ہے۔ کہ نہ کسی مردہ کا مال سنبھالتے ہیں۔ اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

ادھر تو یہ احادیث ہیں۔ جن کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ نبیوں کا مال کسی کی میراث نہیں ہوتا۔ اُدھر مرزا صاحب وراثت وراثت پکار رہے ہیں۔ اور پھر دعوے کرتے ہیں نبوت ورسالت کا۔ پس انہی کے اقوال سے صاف طور پر ظاہر و ثابت ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ اور نہ انہیں اپنی نبوت پر دلی ایمان ویقین تھا۔ ورنہ یہ میراث کا جھگڑا کیوں درمیان میں لاتے؟

(۹) مرزا صاحب اور تصوف۔

مرزا صاحب اپنی تحریرات میں اکثر صوفیائے کرام و صلحائے عظام کے حالات واقوال نقل کیا کرتے تھے۔ ان کے مرید بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب صوفی المذہب تھے۔ سو ان کے تصوف کی بھی پڑتال کی جاتی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ تصوف اور شریعت دو متغایر امور نہیں ہیں۔ تصوف عین شریعت ہے۔ اور شریعت عین تصوف۔ بلکہ عام مسلمانوں کی نسبت صوفی کیلئے قسم قسم کے مجاہدے۔ ریاضت۔ نفس کشی اور زہد وعبادت کی ضرورت

ہے۔ چونکہ مرزا صاحب اوران کے مرید حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بزرگ مانتے ہیں۔ اس لئے ان کے حالات کا مرزا صاحب کے حالات سے کسی قدر مقابلہ کیا جاتا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کی ریاضت ومجاہدہ کا حال بھی خوب معلوم ہو جائے گا۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ	مرزا صاحب
(الف) آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے دو سو پیروں کی خدمت کی مجھکو نعمت فقر۔ گرسنگی۔ بیخوابی اور ترک لذات دنیا و ما فیہا حاصل ہوئیں۔	(الف) مرزا صاحب نے کسی پیر کی خدمت نہیں کی خوب عیش کئے۔ لذیذ اور مقوی اغذیہ اور ادویہ کا شغل رہا۔ کبھی خواب و آرام نہیں چھوڑا۔ نہ فارغ از خیالات دنیاوی ہو کر عبادت ہی کی۔ یوں زبان سے ہر ایک ولی بن سکتا ہے۔
(ب) آپ فرماتے ہیں۔ کہ راہ فقر کو وہی شخص پاتا ہے۔ جو دائیں ہاتھ میں قرآن شریف اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے۔ اور ان دونو شمعوں کی روشنی میں چلے۔ تاکہ گمراہی کے گڑھے اور بدعت کی ظلمت میں نہ جا پڑے۔	(ب) مرزا صاحب نے مسیح موعود اور نبی بننے کے لئے قرآن وحدیث کو چھوڑا۔ اجماع امت کے خلاف کیا۔ حیات مسیح کے خلاف۔ قرآن وحدیث کے سارے مضامین کی تاویلیں کیں۔ معجزات کو مسمریزم بتایا۔ ملائکہ کو ارواح کواکب ظاہر کیا۔ اپنی تصویریں اتروا کر مریدوں کے پاس فروخت کی۔ گویا ایسے شرک کو رواج دیا۔ جو ۱۳۰۰ برس سے بند کیا جا چکا تھا۔ توحید کے ساتھ پاک تثلیث۔ اور لم یلد ولم یولد کے ساتھ ولدیت وابنیت کی اپنی تعریفیں شامل کیں (دیکھو فصل دوم وچہارم کتاب ہذا)
(ج) فرماتے ہیں۔ کہ اگر	(ج) مرزا صاحب کو جنہیں ساری عمر خود ستائی

سیّد الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ	مرزا صاحب
نہ کبھی کسی نماز میں دنیا کا خیال آجاتا۔ تو میں اسے قضا کرتا۔ اور اگر آخرت کا اندیشہ نماز میں آجاتا۔ تو سجدۂ سہو ادا کرتا۔	خود پسندی اور کتابوں۔ رسالوں اور اشتہاروں کی پتنگ بازی سے ہی فرصت نہ تھی۔ اور ہر وقت روپیہ حاصل کرنے کی تدابیر میں مصروف رہتے تھے کب ایسی نماز نصیب ہوسکتی تھی۔ ہرگز نہیں!
(د) فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار میں نے کسی بیمار کے لئے شفاء کی دعا کردی۔ مجھے ہاتف غیب سے آواز آئی۔ کہ اے جنید! خدا اور اس کے بندے کے درمیان تیرا کیا کام۔ تو دخل مت دے۔ تجھے جو حکم دیا گیا ہے۔ کرتا رہ۔ اور جس حال میں تجھے رکھا ہے۔ صبر کر۔ تجھکو اختیار سے کیا کام!	(د) حضرت جنید کے الہام میں عبودیت والوہیت کا تفاوت دیکھئے لولاک لما خلقت الافلاک ارفع ما شئت۔ تو سردار ہے۔ ترا تخت سب انبیاء کے تخت سے اونچا بچھایا گیا ہے۔ کل لک و لامرک کبھی روپیہ لیکر بیٹے دلانے کے دعوے۔ کہیں قسم قسم کی تحریص و ترغیب وغیرہ وغیرہ۔ حضرت جنید کے الہام کے مقابلہ میں یہ وساوس ہیں یا نہیں۔ کیونکہ خودستائی و تکبر ان سے پایا جاتا ہے۔ اور کشفوں میں تو خدا ہی بن گئے۔ بلکہ زمین و آسمان بھی پیدا کئے۔ (دیکھو فصل چہارم) کیا کوئی مثال ہے۔ کہ مرزا صاحب کو کسی لغزش پر خدا نے تنبیہ کی ہو۔ مرزا صاحب نے اپنے خیالات کو ہمیشہ الہام سمجھا۔ اور انہی کا اتباع کرتے رہے گویا یہ بھی کتاب لاریب فیہ کا درجہ رکھتے تھے۔
(ھ) فرماتے ہیں۔ کہ ایکبار میرا پاؤں درد کرتا تھا۔ میں نے	(ھ) یہاں جتنے الہام ہیں۔ کوئی نفسانیت سے خالی نہیں۔ تیرے دشمن تباہ ہونگے۔ تو عیسیٰ ہے

[illegible]

سید الطائفہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ	مرزا صاحب
سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ غیب سے ندا آئی۔ کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ ہمارے کلام کو اپنے نفس کے حق میں صرف کرتا ہے۔	تو محمد ہے۔ احمد ہے۔ نوح ہے۔ یہ ہے۔ وہ ہے۔ یہاں تک کہ آدم ہے۔ خدا تیری مدد کو لشکر لے کر آرہا ہے۔ خدا تیرے ساتھ ہے۔ جہاں تو ہو۔ جو تیرا ارادہ وہی خدا کا ارادہ۔ جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش۔ اس سے خدا ناخوش۔۔۔ کیا ان میں کوئی بھی وسوسہ نہیں تھا؟ کیا کبھی مرزا صاحب کو ان کی غلطی پر مطلع کیا گیا؟
(و) حضرت جنید سے کسی نے عرض کیا۔ کہ میں ننگا اور بھوکا ہوں فرمایا جا آرام سے رہ۔ برہنگی اور بھوک خدا اپنے دوستوں اور صدیقوں کو دیتا ہے۔ ان کو نہیں دیتا۔ جو خدا پر طعنہ کریں اور ساری دنیا میں شکایت کرتے پھریں۔ سچ ہے ؎ عاشقاں از بے مرادی ہائے خویش باخبر گشتند از مولائے خویش	(و) مرزا صاحب کی پندرہ روپیہ ماہوار کی نوکری۔ قانونی امتحان کی کوشش اور اسمیں ناکامی اور آخر اس پیری مریدی کے کیمیاوی نسخہ سے (خود انہی کے قول کے مطابق) لاکھوں روپیہ کی آمد کا خیال کرو۔ جو آخری دم تک ھَل مِن مَزِید ہی کہتے چلے گئے۔ اور پھر طرہ یہ کہ اس دست غیب (مال مریداں) کو نشان صداقت و نبوت قرار دیا جاتا ہے۔
(ز) فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دو علم چاہتا ہے ایک تو عبودیت کے علم کی پہچان دوسرے علم ربوبیت۔ یعنے بندے	(ز) مرزا صاحب کے الہامات ہیں۔ سِرُّکَ سِرِّی۔ انت منی بمنزلۃ بروزی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔ میں خدا میں سے ہوں۔ خدا مجھ میں سے ہے۔ میں ابن

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ	مرزا صاحب
کو چاہیئے۔ کہ اپنی حیثیت اور خدا تعالیٰ کی شان کو پوری طرح سمجھ لے۔	اللہ ہوں۔ احدیت کے پردے میں ہوں۔ میں نے آسمان کو پیدا کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ کئی جگہ بیان ہوا۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب علم عبودیت سے ناآشنا تھے۔ اور علم الوہیت سے قطعاً ناآگاہ۔

ناظرین اب خود انصاف فرمالیں۔ کہ صوفی کیسے ہوتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کا اس مسلک میں کتنا دخل ہے۔ کیا وہ شخص سچا صوفی ہوسکتا ہے؟ جو جلب منفعت دنیوی کے لئے طرح طرح کی تدابیر اور مکر سے کام لے۔ جھوٹ بولے دھوکا دے۔ اللہ پر افترا کرے۔ بدعہدی کرے۔ دنیا کے عیش و آرام سے نفس کو لذت دے اپنے دشمنوں کو ڈانٹتا رہے۔ بعض وقت اخلاق کو ہاتھ سے دیکر عامیانہ اور سوقیانہ بکواس پر اتر آوے۔ اور پھر منہ سے کہے۔ کہ میں فنا فی اللہ ہوں۔ بقا باللہ ہوں۔ فنا فی الرسول ہوں۔ فنا فی المسیح ہوں۔ میں نے لذات دنیا کو ترک کردیا ہے۔ دنیا جیفہ (مردار) ہے میں اس سے کنارہ کش ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا ایسے شخص اور معمولی جاہل اور پیشہ ور پیروں میں کچھ فرق ہے۔ جو مریدوں کو اپنے پھندوں میں پھنسائے رکھکر معقول پنا سالانہ نذرانہ وصول کرلینا کافی سمجھتے ہیں۔ حلال و حرام کی بھی کچھ تمیز و پرواہ نہیں کرتے۔ نہ مریدوں کی اصلاح حالت کا خیال کرتے ہیں۔ انہیں صرف اپنی رقم مقررہ وصول کرنے سے غرض ہے۔

مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب نے اسبارہ میں خوب لکھا ہے۔ سہ

منقول از اشاعۃ السنۃ

ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا	آؤ لوگو ہم یہ ہے فضل خدا

ہو ہمارے حال میں تم بھی شریک
ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہمکو بھیک

مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے
کر بجا خدمت ہماری لاؤ گے

مال جو دے وہ مرید خاص ہے
اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے

جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید
شمر اسکو جان لو یا ہے یزید

ہے مریدی واسطے پیسوں کی اب
ہائے دنیا میں پڑا ہے کیا غضب

ہر گھر لسی ہے مالداروں کی تلاش
تاکہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش

قرض سے اکدفعہ ہو جائے نجات
گو ملے صدقہ کہ ملجائے زکوات

ہو یتیموں کا ہی یا رانڈوں کا ہو
رنڈیوں کا مال یا بھانڈوں کا ہو

کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض
حرص کا ہے اسقدر ان کو مرض

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ بحوالہ ایک حدیث کے فرماتے ہیں۔ کہ عبادات کے دس حصے ہیں۔ ان میں سے نو حصے محض طلب حلال ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ حلال کھانا کھاؤ۔ تاکہ دعا قبول ہو۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دس درم میں ایک درم حرام کا ہو اور اس رقم سے کپڑا خریدا جائے۔ تو اس کپڑے سے نماز نہیں ہوگی۔

حضرت ابا بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے کہیں دودھ پیا معلوم ہوا۔ کہ وجہ حلال سے نہ تھا۔ فوراً انگلی مار کر قے کر دی۔

ایسا ہی اہل اللہ کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ ادہر مرزا صاحب کو دیکھو۔ لاکہوں روپیہ

---

۱ جیسے فتح اسلام میں مولوی نور الدین صاحب کی تعریف محض انکے زیادہ روپیہ دینے کیوجہ سے کیگئی ہے۔ اور مقدمہ براہین احمدیہ میں خلیفہ محمد حسن مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ کی تعریف محض پانصد روپیہ کی خاطر کی گئی ہے۔ جو شیعی المذہب تھے۔ ۲ جیسے اللہ دیا نامی طوائف کا روپیہ قادیان منگا کر اسکو جائز کر لیا (دیکھو اشاعتہ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۵)

وصول ہوتا تھا۔ کیا مرزائی ایسی مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ کہ کبھی وصول شدہ روپیہ کی نسبت تحقیق کیا گیا ہو۔ کہ وجہ حلال سے ہے یا نہیں؟ خریسندہ کی حالت کیسی ہے آمدنی کس قسم کی ہے؟ اسمیں رشوت یا حرام وغیرہ کا تو شبہ نہیں؟ اگر کبھی شبہ ہوا۔ تو کوئی رقم واپس بھی کی گئی؟

اس کے ساتھ براہین احمدیہ۔ سراج منیر۔ منن الرحمان۔ رسائل ماہواری وغیرہ کے چندوں کا بھی روپیہ شامل کرو۔ کہ جو بالکل غرض معہودہ کے خلاف خرچ کیا گیا۔ جو بوجہ بدعہدی صریح ناجائز ہے۔ اور اس روپیہ پر مرزا صاحب کی ذاتی گذران تھی۔ تو کیا اس مشتبہ اور بے تحقیق مال کو کھانے والا۔ اور ایفائے عہد نہ کرنے والا۔ مدارج فنا فی اللہ و بقا باللہ و الہام و نبوت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! اگر منہاج نبوت کی رو سے کوئی ایسی مثال ملتی ہے۔ تو پیش کی جاوے۔ اور قرآن کریم کی نص صریح لَا یَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ کو بھی مدِّ نظر رکھا جاوے۔

(۱۰) بہشتی مقبرہ۔

ہندوستان کی مشہور درگاہوں سرہند۔ اجمیر۔ پیران کلیر وغیرہ میں ان بزرگوں کے معتقدوں نے مکان کا کچھ حصہ بہشتی گلی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہوا ہے جاہل لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اس جگہ سے گزرنا بہشتی بنا دیتا ہے۔ جو بروئے شرع شریف بالکل بے اصل اور لغویات ہے۔ لیکن عام خیالات کو وزن کر کے مرزا صاحب نے بھی اس مجرب نسخہ کا استعمال کیا۔ اور رسالہ الوصیت میں ایک بہشتی مقبرہ کا اعلان کیا۔ اور اس میں لکھا۔ کہ:۔

"جو شخص اسلامی خدمات کیلئے بہشتی مقبرہ کے نام پر اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا دسواں حصہ وقف کریگا۔ اسکو اس مقبرہ میں (دفن ہونیکی) جگہ ملیگی۔ اور وہ بہشتی ہو جائیگا۔"

اس اعلان پر خوب کھنا کھن روپیہ برسنے لگا۔ چنانچہ سنہ ۱۹ء میں اس مقبرہ پر
تین ہزار روپیہ صرف کیا۔ اور سنہ ۱۹۰۷ء کے لئے گیارہ ہزار کا مطالبہ ہوا۔ اور صاف
لفظوں میں اعلان کیا گیا۔ کہ جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا۔ بہشتی ہو جائیگا۔"

اب غور کا مقام ہے۔ کہ کیا اس اعلان سے کل انبیائے کرام خصوصاً حضرت محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سخت تکذیب و توہین
نہیں ہے؟ کہ صرف دسواں حصہ جائداد دیکر جو وہاں دفن ہوا۔ بہشتی ہو گیا۔ خواہ اعمال
کی کچھ ہی حالت ہو۔ آج تک مکہ مکرمہ۔ مدینہ طیبہ۔ بیت المقدس۔ سب اس شرف سے
محروم رہے۔ کیا کسی آسمانی صحیفہ سے اس مسئلہ کا پتہ چلتا ہے؟ غالباً یہی وجہ تھی۔ کہ
مرزائیوں نے اپنا قبلہ و کعبہ اور ملجا و ماوے قادیاں کو ہی سمجھ لیا تھا۔ اور سمجھا ہوا ہے
چنانچہ بدر ۹ اگست سنہ ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کی مدح میں یہ شعر لکھا گیا ؎

ہندوستاں کا رتبہ بڑھا تیرے فیض سے
اب اس کو فخر سارے زمین و زمن پہ ہے

کیا مرزائی طنبورہ (ارگن) کے اس بے سرے گیت پر مرزا صاحب یا ان کے خلفاء و
حواریوں نے کوئی اظہار ملامت کیا جس میں بیت المقدس۔ حرمین شریفین کی حد درجہ
ہتک ہے؟ بالکل نہیں!

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی
اور لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا۔ جب کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا
اور نہ کوئی نفس کسی کے کام آسکتا ہے۔ تو اس کا مقبرہ کسی کو کیا سہارا دے سکتا ہے
احادیث صحیحہ میں صاف ارشاد ہے۔ کہ قبریں اونچی اور پختہ نہ بنائی جاویں۔ نہ ان پر
عمارتیں تعمیر کی جاویں۔ نہ کتبہ لکھے جاویں۔ یہود و نصاریٰ پر اسی وجہ سے لعنت فرمائی
گئی۔ کہ وہ قبروں کی پرستش کرتے تھے۔

پھر قرآن شریف و احادیث صحیحہ کی تعلیم کے برخلاف مرزا صاحب کا اس بدعت قبر پرستی کی تجدید و تشہیر کرنا جس کے انسداد و استیصال کے لئے علمائے کرام از حد کوششیں کرتے رہے تھے۔ اور کرتے رہتے ہیں۔ دین کی تخریب نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر مرزا صاحب کو قرآن و حدیث و اسلام سے کیا غرض ان کو تو وہی تدابیر پسند تھیں جن سے روپیہ حاصل ہو۔ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے دنیا میں ہمیشہ مل ہی جاتے ہیں۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ناظرین! یہ نمونہ ہے۔ مرزا صاحب کی تعلیم اور عمل بالقرآن و حدیث کا چونکہ اختصار مدنظر ہے۔ اس لئے بہت سی خلاف شرع اور خلاف اصول اسلام باتوں میں سے چند یہاں درج ہوئیں۔ ورنہ اس موضوع پر اور[1] بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن خداترس اور معاملہ فہم طبیعتوں کے لئے یہی کافی ہے۔

[1] جیسے مسئلہ بروز۔ بعثت ثانی۔ تعمیر منارہ وغیرہ وغیرہ

دسویں فصل

دس اقبالی ڈگریاں

گل و گلچیں کا گِلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

گذشتہ نو فصلوں میں مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کی نوعیت ان کے الہامات وکشوف کی حالت ان کے جھوٹ اور افترا علی اللہ کے نمونے۔ ان کے مستجاب الدعوات ہونے کے ادعا کی حقیقت اور ان کے اسلام کا مختصر خاکہ ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ مفتری اور کذاب کو غیرت الٰہی فوراً ہلاک کر ڈالتی ہے۔ اور اپنی اس چند روزہ ظاہری کامیابی اور دینار و درہم کے حصول پر نازاں تھے۔ بلکہ اسکو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے تھے۔ (اور اب ان کے مرید پیش کرتے ہیں) لیکن شائد انہیں قرآن شریف میں یہ آیات نظر نہیں آئی تھیں۔

(الف) فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ۝۔

ت یعنے جو لوگ ہمارے احکام اور نصیحتوں کو بھلا دیتے ہیں (اور دنیا طلبی میں لگ جاتے ہیں) ہم ان پر دنیا کی سب چیزوں کے دروازے کھول دیتے ہیں حتیٰ

کہ جب وہ ان چیزوں سے خوش ہو جاتے ہیں۔ تو ہم انہیں اچانک ہی پکڑ لیتے ہیں۔ اور وہ ناامید رہ جاتے ہیں" کیا سچ کہا ہے

تو مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

(ب) وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ یعنے احکام کو مان کر عمل نہ کیا۔ ہم انہیں بتدریج ہلاکت کی طرف لیجائینگے۔ ایسے طریقے سے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ اور ہم انہیں مہلت دینگے۔ ہماری گرفت بہت مضبوط اور سخت ہے۔ (اعراف)

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔) میں انہیں مہلت دونگا۔ اور ان کی عمر دراز کردونگا۔ اور ان کی سزا میں جلدی نہیں کرونگا۔ تاکہ وہ لوگ گناہوں میں ترقی کریں۔ اور جب ان کے گناہوں کی زیادتی اس حد کو پہنچ جائیگی جس حد پر انہیں سزا دینا حکمت الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے۔ اسوقت انہیں موت آئیگی۔ اور خدا تعالیٰ کی پکڑ ہوگی۔ اسلئے ارشاد ہے۔ کہ "میری پکڑ سخت ہے"

ان آیتوں کے متعلق ثبوت دینے کی کوئی لمبی چوڑی ضرورت نہیں۔ فرعون۔ شداد نمرود۔ اور ان کذابوں کے حالات جنکا کچھ ذکر پہلی فصل میں کیا گیا ہے۔ دیکھ لینے کافی ہیں۔ کہ انکی ابتداء کیا تھی۔ اور انجام کیا ہوا؟

اس سنت الٰہی کے موافق مرزا صاحب بالکل معمولی حالت سے ترقی کرتے کرتے جب انانیت کی اس منزل تک پہنچ گئے۔ کہ صاف صاف نبوت و رسالت کے مدعی ہوگئے۔ دنیا بھر کے ۳۰-۳۵ کروڑ مسلمانوں کو اپنی مٹھی بھر جماعت کے مقابلہ میں کافر قرار دیدیا

کل پیغمبروں پر فوقیت اور فضیلت کے دعویدار ہوئے۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق بھی گستاخیاں کرنے سے نہ رُکے۔ اور (خاک بدہنش) اس ذات پاک کو خاطی اور ناقص الفہم قرار دیا۔ تو غیرت الٰہی نے دفعتاً جوش کھایا۔ اور عین اس روز جس روز کہ اخبار عام میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت و رسالت کا صاف صاف دعوے شائع کرایا۔ یعنے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ بحالت غریب الوطنی مقام لاہور یکایک ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ اور صرف ۱۱ گھنٹہ میں ٹھنڈے ہو گئے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

ایک متقی کے لئے مرزا صاحب کا یہ حسرت ناک انجام ہی کافی نصیحت ہے۔ لیکن اس فصل میں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی متحدیانہ پیشگوئیوں کی کیا حقیقت ہے جن کی نسبت انہوں نے لکھا ہے۔ کہ :-

ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھکر کوئی امتحان نہیں ہو سکتا۔ (دافع الوساوس صفحہ ۲۸۸)

اور ان پیشگوئیوں میں اپنی باطل نبوت۔ رسالت اور الہام کے گھمنڈ میں مخالفوں کی نسبت نہایت دریدہ دہنی سے جو ذلیل ترین اور گندے الفاظ لکھدیا کرتے تھے کسطرح سے اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو ان الفاظ کا مستحق و مستوجب گردانا۔ اور جو بُرے الفاظ وہ دوسروں پر چسپاں کرنا چاہتے تھے کسطرح پورے طور پر ان پر وارد ہوئے۔ یہ عبارتیں اور الفاظ خود مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے نقل کئے گئے ہیں۔ اور امر واقعہ کی رو سے نتیجہ درج کر دیا گیا ہے۔ ان میں کوئی لفظ ہمارا نہیں ہے۔ اس لئے ہم مرزائی صاحبان سے امید رکھتے ہیں۔ کہ وہ ٹھنڈے دل سے اسپر غور کریں گے اور صرف اظہار حق کی وجہ سے ہم پر خفا نہیں ہونگے۔ کیونکہ بقول نظیرؔ

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہات دے اس ہات لے

(۱) ذلیل - روسیاہ - پھانسی کے قابل اور تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی -

مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی سے جون ۱۸۹۳ء میں مباحثہ ہونے کے بعد آپ نے ایک کتاب بنام جنگ مقدس لکھی تھی جس کے صفحہ ۱۸۹ - ۱۹۰ میں لکھتے ہیں - کہ:-

"میں اسوقت اقرار کرتا ہوں - کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی - یعنے وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے - وہ پندرہ ماہ کے اندر آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے - تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں - مجھکو ذلیل کیا جاوے روسیاہ کیا جاوے - میرے گلے میں رسہ ڈالدیا جاوے - اور مجھے پھانسی دیا جاوے - ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں - اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں - کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا - ضرور کرے گا - ضرور کرے گا - زمین آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی - اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں - اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو - اور تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو" اس سے پہلے صفحہ ۱۸۸ پر اسی پیشگوئی یوں لکھتے ہیں - کہ:-

"آج رات جو مجھ پر کھلا - وہ یہ ہے - کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی - کہ تو اس امر میں فیصلہ کر - اور ہم عاجز بندے ہیں - تیرے فیصلہ کے سوائے کچھ نہیں کر سکتے - تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے - کہ اس بحث میں دونو فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے - اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے - اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے - وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنے ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا - اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی - بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے - اور جو شخص سچ پر ہے - اور سچے خدا کو مانتا ہے - اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی - اور اسوقت جب یہ پیشگوئی

ظہور میں آویگی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے۔ اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ اور بعض بہرے سننے لگیں گے"

اس اصل پیشگوئی کا مطلب یہ ہے۔ کہ آتھم آج سے ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ بشرطیکہ حق کیطرف رجوع نہ کرے۔ اور ہاویہ کے معنے جیساکہ ص۱۸۹ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ سزائے موت کے لئے گئے ہیں۔ ایسا ہی حقیقۃ الوحی ص۱۸۵ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"آتھم کی بابت پیشگوئی کے یہ الفاظ تھے۔ کہ وہ پندرہ مہینے میں ہلاک ہوگا" غرض مطلب صاف ہے۔ کہ اگر آتھم رجوع الی الحق نہ کریگا۔ تو بسزائے موت پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ (دوزخ) میں گرایا جاویگا۔ یعنے مرجائیگا۔ اور اگر رجوع الی الحق کرلیگا۔ یعنی عیسائیت پر قایم نہ رہیگا۔ اور اس کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت ہوگا۔ تو اس سزا سے بچ رہیگا۔

یہ پیشگوئی اپنے الفاظ کی رو سے بڑی شاندار تھی۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ یہ کہ بالکل جھوٹ نکلی یعنے آتھم ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک نہ مرا۔ جس سے مرزا صاحب کو سخت ذلت اور شرمندگی اٹھانی پڑی۔

جب آتھم میعاد کے اندر فوت نہ ہوا۔ تو مرزا صاحب نے جھٹ اشتہار دے دیا کہ اس نے (دل میں) رجوع الی الحق کرلیا تھا۔ اسلئے موت سے بچ گیا۔ اس مضمون کو انہوں نے بیسیوں کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیشگوئی سے اس حد تک پہنچ جائے۔ کہ اسکو سانپ وغیرہ ہولناک چیزیں نظر آئیں۔ یہاں تک کہ وہ[1] ہراساں اور ترساں اور پریشاں اور بیتاب

---

[1] عبارت کو دیکھئے کیسا فضول طور پر طول دیا گیا ہے۔

اور دیوانہ سا ہو کر شہر بہ شہر بھاگتا پھرے۔ اور سراسیموں اور خوفزدوں کیطرح جابجا بھٹکتا پھرے۔ ایسا شخص بلاشبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا ہے۔ جس کی تائید میں وہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ یہی معنے رجوع الی الحق کے ہیں۔" ضیاء الحق صفحہ ۱۲-۱۳

لیکن دوسرے مقام پر آتھم کی اسی گھبراہٹ اور پریشانی کو جسکا نام رجوع الی الحق رکھا ہے۔ ہاویہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"پس اے حق کے طالبو یقیناً سمجھ لو۔ کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری نکلی۔ اور اسلام کی فتح ہوئی۔ اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا۔ اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ بہ جگہ بھٹکتا نہ پھرتا۔ اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا۔ بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان دنوں کو گزارتا۔ تو بے شک کہ سکتے تھے۔ کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا۔ مگر اب تو اس کی حالت یہ ہوئی۔ کہ قیامت دیدہ ام پیشیں از قیامت۔ اسپر وہ غم کے پہاڑ پڑے۔ جو اس نے اپنی تمام زندگی میں اس کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں۔ کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت **ہاویہ** میں رہا"۔ انوار الاسلام ص۳ وحجۃ الاسلام وغیرہ۔

سبحان اللہ۔ کیا عجیب و غریب منطق ہے۔ خود مرزا صاحب کے ایک گریجویٹ مرید نے اس عبارت آرائی پر جو نوٹ دیا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"مضمون صاف ہے۔ کہ اگر آتھم رجوع الی الحق نہ کرے تو ہاویہ میں گرایا جائیگا یعنے اگر رجوع کرے گا۔ تو ہاویہ کی سزا سے بچ جائیگا۔ رجوع الی الحق اور سزائے ہاویہ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے آتھم کے بھاگے پھرنے اور سراسیمہ ہونے کا نام **رجوع الی الحق** بھی رکھا ہے

اور ہاویہ میں گرنا بھی۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ رجوع اور ہاویہ کا جمع ہونا تو الہام کی رُو سے ناممکن ہے۔ بیچارہ آتھم اگر رجوع کر چکا۔ تو پھر ہاویہ اسپر کہاں سے آگیا۔ یا تو رجوع ہی کرتا۔ یا ہاویہ میں گرتا۔ یہ تاویل جس میں اجتماع ضدین ہے۔ ماینطق عن الھوی ۔۔۔۔ والے الہام کے ماتحت ہو کر وحی الہٰی سے ہوا تھا یا نہیں[ف۱] (انجام آتھم صفحہ ۲۳)

غرض یہ کہ اپنوں اور بیگانوں سب کی نظروں میں پیشگوئی اپنے الفاظ و شرح کی رو سے قطعاً غلط نکلی اور مرزا صاحب اپنی مقبولہ و مسلمہ سزا کے مستوجب ٹھہرے۔ جو جنگ مقدس کی عبارت صفحہ ۱۸۹-۱۹۰ کے حوالہ سے عنوان میں درج کی گئی ہے۔

مرزا صاحب نے اس کلنک کے ٹیکے کو اتارنے کیلئے بہت ہاتھ پاؤں مارے ایک اشتہار دیدیا۔ کہ مسٹر آتھم اگر قسم کھا دیں۔ کہ انہوں نے رجوع الی الحق نہیں کیا تو دو ہزار پھر لکھا۔ کہ چار ہزار روپیہ انعام لیں۔

آتھم رجوع سے بالکل انکاری تھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ حلف ہمارے مذہب میں جائز نہیں۔ جیسا کہ سور کھانا اسلام میں جائز نہیں۔ اگر مرزا صاحب بھرے جلسہ میں سور کھا لیں[ف۲]۔ تو میں ان کو انعام دینے کو تیار ہوں۔

آخر کل نفس ذائقۃ الموت۔ آتھم ستر سال کے قریب عمر میں تھا۔ اور وہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کی میعاد ختم ہونے کے ۲۲ ماہ بعد فوت ہو گیا۔ تو مرزا صاحب نے فوراً پیشگوئی کا پورا[ف۳] ہونا مشتہر کر دیا۔ اور اپنی متعدد تصانیف میں لکھا۔ کہ میں[ف۴] نے مباحثہ کے وقت قریباً

ف۱ ماشاء اللہ۔ کیسا زبردست اعتراض ہے۔ کیا کوئی مرزائی اسکا جواب دے سکتا ہے؟ کیا یہی رجوع الی الحق تھا۔ کہ وہ کھلے طور پر مرزا صاحب کو سخت الفاظ سے مخاطب کر رہے ہے؟ ف۲ اگر یہ پیشگوئی پوری ہوئی تو کتنے اندھے سوجاکھے کئے گئے۔ اور کتنے لنگڑے چلنے لگے۔ جیسا کہ پیشگوئی میں ذکر تھا۔ حالانکہ مرزا صاحب کے مخلص مرید وغیرہ اسوقت کانے اور لنگڑے موجود تھے۔ مگر اچھا تو کوئی بھی نہ ہوا۔ ف۴ کشتی نوح صفحہ ۶ میں لکھا ہے کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا۔ کہ جھوٹا پہلے مریگا۔ حالانکہ الہامی عبارت میں پندرہ ماہ کی میعاد صاف درج ہے

ساٹھ آدمیوں کے روبرو یہ کہا تھا۔ کہ ہم دونوں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا سو آتھم بہی اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا" (دیکھو اشتہار انعامی پانسو روپیہ ص ۷ و اربعین ۳ ص ۱۱ و کشتی نوح ص ۶)

اس جہوٹ کی نسبت مرزا صاحب کے وہی گریجویٹ مرید یوں معترض ہیں۔ کہ:۔ " انصافاً فرمائیے۔ کہ کیا اس طرح کا خلاصہ لکھنا جائز ہے۔ کیا پندرہ ماہ کی مدت کو پس انداز کرنے سے رجوع الی الحق کی شرط کو چہوڑنے سے پیشگوئی کی وہی حیثیت رہی؟ جو پہلے تہی۔ یقیناً نہ رہی۔ اسطرح کا خلاصہ اور مختصر بیانی سے ایک فریق کو یعنے حضرت مرزا صاحب کو بہت زیادہ ناجائز فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ برسوں کے بعد جب آتھم دنیا سے گذر چکا ہے۔ ایک ناواقف کشتی نوح کی عبارت کو پڑہتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ کہ ایک فریق زندہ موجود ہے۔ اور دوسرا مر چکا۔ وہ فوراً زندہ فریق کے حق میں ڈگری دیدیتا ہے۔ حالانکہ اگر اصل کیفیت معلوم ہو۔ کہ مدت ۱۵ ماہ مقرر تہی شرط رجوع الی الحق تہی۔ اور سزا ہاویہ میں گرایا جانا۔ جس کے معنے[1] صرف گھبرا کر سیراسیمہ پہرنا کیا گیا تھا۔ تو قرینہ غالب ہے۔ کہ وہ اس پیشگوئی کے بارہ میں کچھہ اور رائے قائم کرسکتا تھا۔ اس پیشگوئی کو اسطرح مختصر کرنے سے ایک ناواقف کو دہوکا لگنے کا احتمال ہے یا نہیں؟ میرے خیال میں ضرور احتمال ہے۔ اور قوی احتمال ہے۔ احتیاط اور حزم کے خلاف ہے" (صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ دیانت اور راستبازی کے خلاف ہے۔ مؤلف)

اب ناظرین مکرر غور کرسکتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی یہ بعد کی تاویلیں بہی پہلی تاویلوں

---

[1] یہ بہی ایک چالاکی ہی تہی۔ ورنہ اصل پیشگوئی اور اسکی تفسیر میں۔ موت کا لفظ موجود ہے جسکا مفصل حوالہ شروع میں دیا گیا ہے۔ (مولف)

کی طرح کیسی صاف طور سے عذر گناہ بدتر از گناہ کی مصداق ثابت ہوتی ہیں۔

(۲) ہر ایک بد سے بدتر اور کاذب۔

نکاح آسمانی کے متعلق مفصل حالات فصل ششم نمبر ۴ تا ۱۰ اور فصل گذشتہ کے نمبر ۸ میں لکھے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک جگہ مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں۔ کہ:۔

"یاد رکھو۔ اگر اس پیشگوئی کی دوسری جزو (یعنے احمد بیگ کے داماد کی موت اور محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔" (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"من این را (موت داماد احمد بیگ و نکاح محمدی بیگم) برائے صدق خود و کذب خود معیار مے گردانم و من نگفتم الا بعد ازاں کہ از رب خود خبر داده شدم" (انجام آتھم صفحہ ۲۲۳)

یہ ظاہر ہے۔ کہ نہ داماد مرزا احمد بیگ مرا۔ نہ محمدی بیگم مرزا صاحب کے نکاح میں آئی۔ پس مرزا صاحب اپنے مقبولہ خطابوں کے مستحق ہیں۔

(۳) نادان۔ بدگوہر۔ احمق۔ بیوقوف۔ نکمے۔ ان کے منحوس چہرہ پر ذلت کے سیاہ داغ۔ بندروں اور سوروں کی طرح ہو گئے ہیں۔

پیشگوئی مذکورہ (نکاح آسمانی) کے متعلق انجام آتھم صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"چاہیئے تھا۔ کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے۔ اور پہلے سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائینگی۔ اسدن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہینگے۔ اور کیا اسدن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاویں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہ رہیگی۔ اور نہایت

صفائی سے **ناک کٹ جائیگی**۔ اور **ذلت** کے سیاہ داغ ان کے **منحوس** چہروں پر **بندروں** اور **سوروں** کی طرح کردیں گے"۔

اللہ اکبر! اس تعلی۔ شیخی۔ تکبر۔ زبان درازی اور بدزبانی کی کوئی حد ہے۔ اور اس تہذیب و شائستگی کا کچھ ٹھکانا ہے؟ کیوں نہ ہو۔ چودھویں صدی کے نبی اور مسیح جو ہوئے!!! اگر خدانخواستہ یہ پیشگوئی پوری ہوجاتی۔ یعنے محمدی بیگم کا مرزا صاحب سے نکاح ہوجاتا۔ تو کیا مرزائی اور مرزا صاحب یہی الفاظ کل مسلمانان کے خلاف صادق نہ کردیتے۔ جن میں اکابر علماء اور صوفیائے کرام و مشائخ عظام شامل ہیں۔ لیکن خدا کی شان! مرزا صاحب کا غرور و تکبر ان کے آگے آیا۔ اور نکاح نہ ہوا۔

اس لئے اب ہمیں حق حاصل ہے۔ کہ مرزا صاحب کی گلفشانیوں کا مذکورہ بالا **تو لکھا** ہار بطا لُے تو بلقا ئے تو کہکر انہی کے گلے میں ڈالدیں۔ جو ان کا حق بھی ہے۔ ؎

دہن خویش بہ دشنام سیالا صائب
کایں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہند

(۴) نامراد۔ ذلیل۔ مردود۔ ملعون۔ دجال۔ ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ۔

اشتہار انعامی چار ہزار ہمبرتبہ چہارم مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے صہ۱۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"میں بالآخر دعا کرتا ہوں۔ کہ اے خدائے قادر و علیم۔ اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا۔ اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا۔ یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں۔ تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما۔ جو خلق اللہ

پر حجت ہو۔ اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر اے خداوندا! یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں۔ تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں۔ جیساکہ مخالفوں نے سمجھا ہے۔ اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں۔ جو انبیائے کرام[1] علیہم السلام اور اولیائے امت محمدیہ کے ساتھ تھی۔ تو مجھے فنا کر ڈال۔ اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا۔ اور تمام دشمنوں کو خوش کر۔ اور انکی دعائیں قبول فرما۔" . . الخ

یہ ظاہر ہے۔ کہ نہ مطابق پیشگوئی عبداللہ آتھم پر کوئی مہلک عذاب آیا۔ نہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح ہوا۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ دونو پیشگوئیاں اللہ کیطرف سے نہیں تھیں۔ اور مرزا صاحب بمقابلہ مولوی ثناء اللہ اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحبان موت کی پیشگوئیاں کرتے کرتے دفعتاً لاہور (مسافرت میں) بمرض ہیضہ انتقال کر گئے۔ پس حسب اقرار خود وہ الفاظ مندرجہ عنوان کے ہر طرح حقدار ہیں۔

(۵) جھوٹا۔ کاذب۔ دجال۔ مفتری اور ذلیل

[2] "میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے۔ کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا جو میں نے کی ہے۔ یہ ہے۔ کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل۔ جھوٹا اور مفتری ہوں۔ جیساکہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں بار بار مجھکو کذاب۔ دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ اور جیساکہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن

---

[1] یہاں مرزا صاحب نے حسب عادت عبارت کو طول دینے کے لئے ہر ایک نبی علیہ السلام کا نام علیحدہ علیحدہ لکھا ہے۔ جو بنظر اختصار چھوڑ دیا گیا ہے۔

[2] اشتہار مندرجہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء

تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰۔ نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے۔ میرے ذلیل کرنے میں
کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵۔ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵۔
جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور ان لوگوں کی عزت و وجاہت ظاہر کر
اور اگر تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے۔ تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں۔ کہ
ان ۱۳ مہینوں میں شیخ محمد حسین۔ جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو ذلت کی مار سے دنیا
میں رسوا کر اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق کر آمین ثم آمین"
اس سے آگے لکھا ہے۔ کہ اس دعا کی قبولیت کا الہام بھی ہو گیا ہے"!!
لیکن یہ میعاد گذر گئی۔ اور مرزا صاحب کے یہ تینوں مخالفین بفضلہ تعالیٰ بخیر و
عافیت رہے۔ اور مرزا صاحب کی دعا مردود ہوئی۔ میعاد ختم ہونے پر آئی تو مرزا
صاحب نے بہت حیلے کئے۔ ایک غیر معلوم شخص کی معرفت علماء سے فتوے حاصل کیا۔ کہ
حضرت مہدی کا منکر کافر ہے۔ اور ۲۰ جنوری ۱۸۹۹ء کو اشتہار شائع کر دیا۔
(۱) کہ جسطرح مولوی محمد حسین نے مجھ پر کفر کا فتوے لگایا تھا۔ اس پر بھی
لگ گیا۔ پس اس کی ذلت ہوئی۔ اور پیشگوئی سے یہی مراد تھی۔ قریباً سال بھر بعد
۲۷۔ دسمبر ۱۸۹۹ء کو پھر ایک اشتہار دیا۔ اس میں ذلت کے اسباب مزید حسب
ذیل گنائے۔

(۲) مولوی محمد حسین نے میرے الہامی جملہ عجبت لہٗ پر اعتراض کیا۔ حالانکہ
عجبت کا صلہ لام فصحا کے کلام میں موجود ہے۔
(۳) ہمارے مقدمہ میں ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے اسکو سخت سست کہا۔
بلکہ اس سے عہد لیا۔ کہ آئندہ کو وہ مجھے دجال کادیانی۔ کافر وغیرہ نہ کہے گا۔
(۴) مولوی محمد حسین نے لفظ ڈسچارج کا ترجمہ غلط کیا۔
(۵) اسکو زمین مل گئی۔ یہ بھی ذلت ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ

جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں۔ وہ ذلیل ہوجاتا ہے۔

اب پیشگوئی اور الہام کی طرف دیکھیئے۔ اور ادہر مرزا صاحب کی بیان کردہ ذلتوں پر غور کیجیئے۔ کہاں تو الہام میں درج تہا۔ کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا۔ اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ ضرب اللہ اشد من ضرب الناس۔ کہاں تعبیر اسکی کی کیجاتی ہے۔ مندرجہ بالا رکیک تاویلات! اور ان کی نسبت بہی غور وفکر کرنے سے نتائج ذیل نکلتے ہیں۔

(۱) عام طور پر جس (حضرت) مہدی کا آنا مانا جاتا ہے۔ اس سے آپ بہی منکر ہیں۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بہی۔ پس اس طرح اگر یہ ذلت ہے۔ تو دونو کو پہنچتی ہے۔

(۲) عجبت لہ والی تقریر سے مولوی محمد حسین صاحب کو انکار ہے۔ اور مرزا صاحب کی غلطیوں کا ایک طومار مولوی محمد حسین اور مولوی ثناءاللہ صاحبان اور دیگر علماء نے شائع کردیا ہے۔ ایک عجبت لہ پر ہی اکتفا نہیں کی۔ اسطرح آپ ڈبل ذلیل ثابت ہوتے ہیں۔

(۳) مقدمہ گورداسپور میں مرزا صاحب اور مولوی صاحب دونوں سے یکساں نمونہ کے اقرارنامجات داخل کرائے گئے تھے۔ بلکہ مرزا صاحب کا اقرارنامہ زیادہ مصرح اور مفصل ہے۔ جو ان کے نبی ہونے کے لحاظ سے بہت بڑی ذلت ہے۔

(۴) مرزا صاحب باوجود الہامی تفہیم کے بیسیوں الہامی الفاظ کے معنے غلط کرجاتے تہے۔ اور پھر کہہ دیتے تہے۔ کہ شاید کچھ اور معنے ہوں۔ یا مجھے یاد نہیں رہا وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ ذلت نہیں۔ تو مولوی محمد حسین کا لفظ ڈسچارج کا ترجمہ بھی کوئی ذلت نہیں۔

(۵) زمینداری کی ذلت کی بھی خوب کہی! مرزا صاحب خود الہامی طور پر

حارث۔ حراث بنے۔ اور زمینداری کی ذلّت میں پشتہا پشت سے مبتلا رہے۔ تو خود بدولت مولوی صاحب سے بدرجہا زیادہ اور پشتینی ذلیل ہیں۔

اس سے زیادہ تعجب یہ ہے۔ کہ پیشگوئی تو ہے۔ مولوی محمد حسین۔ اور جعفر زٹلی۔ اور ابوالحسن نبتی۔ تین آدمیوں کی نسبت۔ اور ذلتیں گنائی ہیں صرف مولوی محمد حسین صاحب کی۔ اور باقی دونوں صاحبوں کی نسبت اشتہار ۱۰ دسمبر ۱۸۹۹ء میں لکھدیا۔ کہ ان کی عزت اور ذلت دونوں طفیلی ہیں۔ (چلو سستے چھوٹے!)

افسوس! کہ اس نسخہ مجرب سے محمدی بیگم والے معاملہ میں مرزا صاحب نے فائدہ نہ اٹھایا۔ لکھدینا تھا۔ کہ محمدی بیگم کی نانی مرگئی۔ محمدی کے خاوند کی موت طفیلی تھی۔ اس لئے سمجھ لو۔ کہ وہ بھی مرگیا۔ پس پیشگوئی پوری ہوگئی۔ واہ حضرت کیا کہنے ہیں اس نبوت کے! ؎

این کرامت ولیٔ ماچہ عجب!
گربہ شاشید۔ گفت باران شد!!

غرض یہ کہ پیشگوئی بھی بالکل غلط اور اس کی منظوری کا الہام محض جھوٹ اور فضول ثابت ہوا۔ اس لیے حسب اندراج اشتہار خود مرزا صاحب الفاظ مندرجہ عنوان کے مصداق ہیں۔

(۶) شریر۔ پلید۔ مردود۔ ملعون۔ کافر۔ بیدین۔ کذاب خائن۔ دجال۔ فاسد۔

مرزا صاحب اپنے دام افتادوں کے اطمینان قلب اور ان کے پھنسے رہنے کے لئے عجیب وغریب تدابیر سے کام لیتے تھے۔ ایک پیشگوئی ابھی پوری نہیں ہوتی تھی۔ کہ اس کی میعاد کے خاتمہ سے کچھ پہلے ایک دوسری پیشگوئی کردیتے تھے۔ تاکہ غلط پیشگوئی کا خیال چھوڑ کر مرید دوسری طرف متوجہ رہیں۔ چنانچہ

مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ کے متعلق ۱۳ ماہہ پیشگوئی کی میعاد میں قریب دو اڑھائی ماہ باقی تھے۔ کہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک اور اشتہار دیدیا۔ جس میں لکھا۔ کہ:-

"اے میرے مولا! قادر خدا۔ اب مجھے راہ بتلا۔ اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں[ف۱]۔ تو ایسا کر۔ کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا۔ اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ کہ اگر میں تیری حضور میں سچا ہوں۔ اور جیساکہ خیال کیا گیا ہے۔ کافر۔ کاذب نہیں ہوں۔ تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے۔ کوئی ایسا نشان دکھلا۔ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو"

آگے چلکر لکھتے ہیں۔ کہ:-

"اگر تو اے خدا اس تین برس کے اندر میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلاوے۔ اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کرے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد[ف۲] ہیں۔ تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں۔ کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا۔ اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا۔ جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے"

ف۱ کچھ کسر ہے! ذرا آٹھویں فصل تو دیکھو۔

ف۲ سلطان القلم کی قلم کے جواہر ریزے ملاحظہ ہوں۔ کیا کوئی بھٹیاری بھی اس فحش گوئی کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ ایک دریائے فساد ہے۔ جو امڈا چلا آرہا ہے۔

کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو۔ تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔"

مرزا صاحب کے مرید نہ مانیں! ہم تو مرزا صاحب کی اس عبارت پر امنا وصدقنا کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ تین سال ہی خالی گذر گئے۔ اور کوئی نشان آسمانی جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ نہیں دکھایا گیا[1] اس لئے وہ اپنی منہ مانگی تعریفوں کے ہر طرح سے مستحق ہیں۔

---

[1] البتہ ایک رسالہ بنام اعجاز احمدی مرزا صاحب نے لکھکر مولوی ثناءاللہ کے پاس ضرور بھیجا۔ اور لکھا۔ کہ اسکا جواب ۲۰ یوم کے اندر اندر لکھکر بھیجو۔ اس سے پیشگوئی سہ سالہ پوری ہوگئی۔ مولوی ثناءاللہ صاحب نے اس قصیدے میں بیسیوں صرفی نحوی غلطیاں نکال کر مرزا صاحب کو لکھا۔ کہ پہلے ان غلطیوں کو درست کرو۔ پھر میں آپ کے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کرونگا آپ ایک غیر معلوم مدت میں سارا زور لگا کر ایک کتاب لکھیں۔ اور فریق ثانی کو چند یوم میں اس کا جواب دینے پر مجبور کریں۔ یہ فضول بات ہے۔ مرزا صاحب نے اس کا کوئی جواب تک نہیں دیا۔

اب ناظرین انصاف کرلیں۔ کہ کہاں ایک عظیم الشان نشان کی پیشگوئی جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ کہاں اس کا ظہور ایک مختصر رسالہ کی شکل میں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

اور پھر حسب قول و اصول مسلمہ مرزا صاحب۔ انکا لکھا ہوا یہ رسالہ۔ انسانی ہاتھوں سے بالاتر نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایسا کہنے والے کو مرزا صاحب سودائی۔ مخبوط الحواس۔ عقل کا اندھا۔ کور باطن اور ناقص الفہم وغیرہ وغیرہ بتلاتے ہیں۔ (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۹ تا ۱۹۲) و (تمہید فصل ششم کتاب ہذا)

(۷) جھوٹا - (اور جھوٹے دعوے)

مرزا صاحب ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء میں لکھتے ہیں۔ کہ :-

"میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں۔ یہی ہے۔ کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں۔ اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں۔ اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے۔ تو میں جھوٹا ہوں۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے۔ وہ انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا۔ جو مسیح موعود و مہدی موعود کو کرنا چاہیئے تھا۔ تو پھر میں سچا ہوں۔ اور اگر کچھ نہ ہوا۔ اور مر گیا۔ تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔"

ناظرین! مرزا صاحب کے اس صاف و صریح اقرار کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور نتیجہ کے طور پر اسلام کی موجودہ شان و شوکت کا حال بھی دیکھیں۔ جب مرزا جی نے دعوائے مجددیت و مہدویت و مسیحیت وغیرہ کیا تھا۔ اس وقت ممالک اسلامی اور سلطنت ہائے اسلامی کی حالت زمانہ موجودہ سے ہزار درجہ بہتر تھی۔ شاید یہ مرزا صاحب کی ہی سبز قدمی کی برکت ہے۔ کہ ان میں سے اکثر ممالک اب ہلال کے بجائے صلیب کے زیر حکومت ہیں۔ اور جہاں بجائے شعائر اسلام کو اب ہر قسم کے فسق و فجور و شراب و زنا وغیرہ کی عام آزادیاں ہو گئی ہیں۔ اگر اسی کا نام کسر صلیب۔ ترقی اسلام اور پیغمبر عربی (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا اظہار ہے۔ تو خیر! اگر نہیں تو پھر مرزا صاحب کو ان کے اقرار کے بموجب کیوں جھوٹا نہ سمجھا جائے۔ ورنہ اس بربادی اسلام و مسلمین کو ترقی ثابت کیا جائے۔ اگر کسی مرزائی میں ہمت ہو!

(۸) کاذب۔ کافر۔ بے دین اور خارج از اسلام

نبوت و رسالت کے متعلق مرزا صاحب کے عقائد پہلے یہ تھے۔

(الف) بعد ختم المرسلین ہیں کسی دوسرے مدعی رسالت و نبوت کو **کافر** اور **کاذب** جانتا ہوں۔ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ (اشتہار ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مقام دہلی)

(ب) میں قائل ختم نبوت ہوں۔ اس کے منکر کو **بے دین** اور **خارج از اسلام** سمجھتا ہوں۔ (تقریر جامع مسجد دہلی ۲۳ اکتوبر ۹۱ء)

(ج) میرا ایمان ہے۔ کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔ پھر مجھے کب جائز ہے۔ کہ نبوت کا دعوےٰ کر کے **اسلام سے خارج** ہو کر **کافروں** کی جماعت میں جا ملوں۔ (حمامۃ البشریٰ ترجمہ از ص۸۴)

نبوت کے متعلق ایسے بیسیوں فقرے مرزا صاحب کی تحریرات میں موجود ہیں۔ لیکن جب نبی بننے کا انہیں خیال آیا۔ تو کئی طرح کے اینچ پینچ ڈال کر نبوت کی اقسام۔ ظلی۔ بروزی۔ مجازی۔ حقیقی۔ غیر حقیقی۔ تشریعی و غیر تشریعی وغیرہ وغیرہ وضع کی گئیں۔ اور بالآخر صاف لفظوں میں نبوت کا دعوےٰ کر دیا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(الف) اشتہار ایک غلطی کا ازالہ۔ جس میں حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور ظل بن کر امتی نبی ہونے کا اظہار کیا گیا ہے۔

(ب) اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمارا دعوےٰ ہے۔ کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ در اصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ

جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے۔ جو بلحاظ کمیت و کیفیت کے دوسروں سے بہت بڑھکر ہو۔ اور اسمیں پیشگوئیاں بھی بکثرت ہوں۔ اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ (آگے لکھتے ہیں) ہمارا مذہب تو یہ ہے۔ کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو۔ وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں۔ تو اسی لئے کہ ان میں کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا۔ تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھیرے۔ کس لئے اسکو دوسرے دینوں سے بڑھکر کہتے ہیں۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہیئے

(ج) ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ایک مکتوب بنام اخبار عام مرزا صاحب نے[1] لکھا۔ اس میں بھی بکثرت پیشگوئیاں کرنے کی بناء پر اپنا نبی ہونا ظاہر کیا ہے

اب پہلے تینوں حوالوں سے بعد کے تینوں حوالوں کا مقابلہ کیا جائے۔ تو اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ پہلے نبوت کا صاف انکار تھا۔ اور بعد میں صاف اقرار موجود ہے۔ پہلے وحی نبوت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم شدہ مانتے تھے اور پچھلے حوالوں میں اپنے اوپر وحی کا نزول بیان کرکے خدا تعالیٰ کی گواہی بھی ثبت کرا دی ہے۔

حدیث شریف لا نبی بعدی میں بھی مطلق نبوت کا ہی ذکر ہے۔ اور مرزا صاحب کے پہلے حوالوں میں بھی لفظ نبوت کا ہی انکار ہے۔ پس بعد میں نبی بننے کے لئے جو سوانگ اور بہروپ بنائے گئے ہیں۔ قابل غور ہیں۔ لامحالہ یا تو مرزا صاحب

---

[1] اسی روز بمقام لاہور آپ نے ہیضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔

کے پہلے اقرار غلط ہیں۔ یا آخری دعوے فضول۔ ہاں مرزا صاحب حسب قول خود خطابات مندرجہ عنوان کے ہر طرح سے سزاوار ہیں۔

(۹) کاذب۔ شریر اور اصحاب فیل کی طرح نابود۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خانصاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ مرزا صاحب کے ایک بااخلاص مرید تھے۔ جنہوں نے بعد میں مرزا صاحب کی اصلیت کو معلوم کر کے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ مرزا صاحب پہلے ان کے اخلاص کے مداح تھے۔ پھر ان کے سخت خلاف ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے تردید مرزائیت میں متعدد رسالے اور پمفلٹ لکھے بالآخر دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف موت کی پیشگوئی کی۔ اس کے متعلق مرزا صاحب کا اشتہار ہی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

خدا سچے کا حامی ہو

"میاں عبدالحکیم خانصاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے میری نسبت یہ پیشگوئی کی ہے"

"مرزا مسرف ہے۔ کذاب اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا۔ اور اسکی میعاد تین سال بتائی گئی"

"اس کے مقابل پر وہ پیشگوئی ہے۔ جو خدا تعالے کی طرف سے میاں عبدالحکیم صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے[۱] کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا

نوٹ صفحہ ۱۹۱ پر دیکھو۔

فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پر تو نے وقت کو نہ پہچانا۔ نہ دیکھا نہ جانا۔ رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّکَاذِبٍ اَنْتَ تَرٰی کُلَّ مُصْلِحٍ وَّصَادِقٍ اے میرے رب تو صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا۔ تو ہر مصلح اور صادق کو جانتا ہے۔ (۱۶ اگست ۱۹۰۶ء)

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خانصاحب نے ایک اور الہام شائع کیا۔ کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ ماہ تک مرزا مرجائے گا۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ایک اشتہار بعنوان تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو لکھا جسمیں درج کیا۔ کہ ـــ

نوٹ صفحہ سابقہ صفحہ ۱۹۰

(نوٹ از مرزا صاحب) ؎ خدا تعالیٰ کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عبدالحکیم خاں کے اس فقرہ کا رد ہے۔ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دیکر کہتا ہے۔ کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا۔ گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور وہ مرد صالح ہے۔ اور میں شریر۔ خدا تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے۔ کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں۔ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ذلت کی موت اور ذلت کا عذاب ان کو نصیب نہ ہو گا۔ اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جاوے۔ اور صادق اور کاذب میں کوئی امر فارق نہ رہے

؎ یعنے اے میرے خدا۔ تو صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا۔ تو جانتا ہے۔ کہ صادق اور مصلح کون ہے۔ اس فقرہ الہامیہ میں عبدالحکیم خاں کے اس قول کا رد ہے۔ جو وہ کہتا ہے۔ کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جاوے گا۔ پس چونکہ اپنے تئیں صادق ٹھیراتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ تو صادق نہیں ہے۔ میں صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلاؤنگا۔

(نقل از اشتہار میرزا صاحب)

"خدانے فرمایا۔ کہ میں تیری عمر کو بھی بڑھا دونگا۔ یعنے دشمن جو کہتا ہے۔ کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ مہینہ تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کرونگا۔ اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔ تا معلوم ہو۔ کہ میں خدا ہوں۔ اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔"

"یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے۔ اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر میری نسبت لکھا ہے۔ کہ دنیا میں تیرا نام بلند[1] کیا جاویگا۔ اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی۔ اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے۔ وہ خود میری آنکھوں کے روبرو[2] اصحاب الفیل کیطرح نابود اور تباہ ہوگا۔"

ڈاکٹر صاحب اور مرزا صاحب کے اس قلمی جنگ کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مقام لاہور انتقال کیا۔ اور ان کے الہام کنندہ کے سب وعدے فتح و نصرت۔ عزت و اقبال کے غلط نکلے۔ اور مرزا صاحب حسب قول خود بمقابلہ ڈاکٹر صاحب کاذب اور شریر ثابت ہوئے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

---

[1] بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔

[2] مرزائی صاحبان یا کرشن جی کے چیلے دہرم سے بتائیں۔ کہ کون کس کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود ہوا۔

(۵) مفسد۔ کذاب۔ مفتری۔ اور خدا کی طرف سے نہیں۔

مرزا صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک پیشگوئی بطریق دعا شائع کی جسکا نام ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اس اشتہار میں مولوی صاحب کو مخاطب کر کے اور ان کی تحریرات متعلق الابطال و تردید مرزائیت کا شکوہ و شکایت کر کے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ :-

اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ آپ ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاونگا۔

آگے چلکر لکھتے ہیں۔ کہ :-

پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں۔ بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون۔ ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں۔ تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔[۱]

اخیر میں لکھا ہے۔ کہ :-

(یا اللہ) اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں۔ کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔ (انتہی ملخصاً)

مرزا صاحب کی یہ دعاء ان کے حق میں تو نہیں۔ مگر ان کے خلاف قبول

---

[۱] بیشک!

ہوگئی۔ کیونکہ اس کی قبولیت کا الہام[۱] بھی مرزا صاحب کو ہوچکا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مرکر اور ہیضہ سے مرکر انہوں نے نہ صرف اپنے صدق و کذب کا بلکہ اپنے مشن کے ہی کاذب ہونے کا فیصلہ کردیا۔ اور حسب اقرار خود مفسد۔ کذاب اور مفتری ثابت ہوئے اور دنیا کو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ اللہ کیطرف سے نہیں تھے مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے ہیضہ اور طاعون مانگتے تھے۔ مگر خود بدولت کو ہی ہیضہ نے آدبوچا۔ کسی نے آپ کی تاریخ وفات لکھی ہے ؎

یوں کہا کرتا تھا مرجائیں گے اور
اور تو زندہ ہیں خود ہی مرگیا

اس کے بیمار دل کا ہوگا کیا علاج
کالرہ سے خود مسیحا مرگیا
ہیضہ ۱۳۲۶ھ

تمت عشرہ کاملۃ

---

[۱] مرزا صاحب کے مرنے کے بعد ان کے مرید اس دعا کے الہامی ہونے سے منکر ہوگئے۔ آخر مرزائیوں اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں اس دعا کے الہامی ہونے یا نہ ہونے کا مقام لدھیانہ مباحثہ ہوا۔ اور بشرط کامیابی مرزائیوں نے تین سو روپیہ مولوی صاحب کو دینے کا وعدہ کیا۔ جس میں مرزائیوں کو شکست اور مولوی صاحب کو فتح ہوئی اور روپیہ مولوی صاحب نے لے لیا جس سے مرزائیوں کو دین و دنیا دونو طرح کا خسارہ ہوا۔ (دیکھو رسالہ فاتح قادیان مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری)

ناظرین! اس فصل کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ مرزا صاحب کا کیا انجام ہوا۔ اور اپنی تحریر۔ اپنی تقریر۔ اپنے مسلمات اور اپنے منہ کے الفاظ سے وہ کیا کچھ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم خود لکھتے۔ یا اپنی طرف سے کچھ کہتے تو مرزائی صاحبان ضرور خفا ہو جاتے۔ لیکن یہاں جو کچھ لکھا گیا۔ وہ خود مرزا صاحب کا مقبولہ و مسلمہ ہے۔ خود اپنے بیان سے زیادہ اور کوئی تحریر مانع تقریر مخالف نہیں ہو سکتی۔ ملزم یا مدعا علیہ کے اقبال کا اثر ہمیشہ اس کے خلاف لیا جاتا ہے۔ جو بہت درست ہے۔ (قضی الرجل علے نفسہ (آدمی نے خود اپنے اوپر ڈگری کر لی)

اس فصل میں مرزا صاحب کے متعدد بیانات دکھا دیئے گئے ہیں۔ جن کے پورا نہ ہونے پر انہوں نے اپنا۔ **کافر۔ کاذب۔ بے دین۔ دجال۔ کذاب۔ مفسد۔ ذلیل۔ مفتری۔ شریر۔ پلید۔ خائن۔ ملعون۔ مردود۔ روسیاہ۔ شیطان بدکار اور خارج از اسلام** وغیرہ وغیرہ ہونا قبول کیا ہے۔ اور چونکہ ان بیانات اور دعووں کا غلط ہونا ثابت کیا جا چکا ہے اس لئے ہمارا ابھی اس پر صاد ہے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو خود ہی اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

خاتمہ

برادرانِ اسلام! اس کتاب سے بفضلہٖ تعالیٰ روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مرزا صاحب کاذب مدعیان نبوت میں سے تھے۔ اور ان کے سب دعوے

اور پیشگوئیاں محض دوکانداری۔ اور ابلہ فریبی کا ایک سلسلہ تہا۔ جسطرح اور جہوٹے مدعی پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے فرقے بنائے۔ یہی حال اس فرقہ مرزائیہ کا ہے۔ اور جیساکہ ان باطل فرقوں کا نام مٹ گیا ہے۔ اسی طرح سے یہ فرقہ بھی دیر سویر سنت الہی کے تحت اپنا وقت پورا کرکے دنیا سے رخصت ہوگا۔ عیسائیوں کی الوہیت کی طرح ایک فرقہ کے تین مرزائی فرقے تو بن چکے ہیں۔ اسی طرح کسی دن ان کا بہی نام ہی یادگار رہ جائے گا۔ دین حق کا نور نہ کسی کے بجہائے بجھ سکتا ہے نہ باطل کا گرد و غبار اسے دبا سکتا ہے۔۔۔۔۔۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پہونکوں سے بجہادیں۔ اور اللہ تو اپنے نور کو کامل طور پر پہیلاکر ہی رہے گا۔ خواہ فروں کو برا ہی کیوں نہ لگے

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ

خاکسار محمد یعقوب خلف مولوی محمد علی مرحوم سنوری

—٭—

(ہدایت علی کاتب امرتسری)

تقریظ

عالیجناب عُمدۃ الکاملین زُبدۃ العارفین فخر المحدثین راس المناظرین حضرت اقدس مولانا الحاج مولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم العالی ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ **امّا بعد**۔ حقر الناس بندہ خلیل احمد عرض کرتا ہے۔ کہ میں نے یہ رسالہ عشرۂ کاملہ جسکو میرے عنایت فرما شیخ محمد یعقوب صاحب پٹیالوی نے تالیف کیا ہے اوّل سے آخر تک سُنا۔ شیخ صاحب موصوف اگرچہ بہت بڑے عالم نہیں ہیں لیکن انہوں نے یہ رسالہ ایسی قابلیت اور متانت کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ بہت سے علماء بھی اُس سے قاصر ہیں۔

یہ رسالہ صاحب موصوف نے قادیانیوں کے عقائد باطلہ کی تردید میں لکھا ہے۔ میرزا غلام احمد آنجہانی کے دعووں اور عقیدوں کو خود اُنکے کلام سے اور اُنکی کتابوں سے رد کیا ہے۔ میری یہ دلی تمنّا تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ اِس جدید مذہب کی تردید اُس طریق پر کرے۔ کہ جس طرح حضرت مولٰینا شاہ عبد العزیز

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں روافض کے مذہب کی تردید فرمائی۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے مجکو اس محدث مذہب کے ابطال میں اُسی انداز کی خوشبو آئی ہے۔ جو حضرت شاہ صاحبؒ نے اختیار فرمایا تھا۔ کہ آج تک فرقہ اثنا عشریہ سے اُسکا جواب نہیں بن پڑا۔ باوجودیکہ بڑے بڑے دفاتر لکھے۔ مگر پھر بھی ناقص و ناتمام ہی ہے۔ اِس مُبارک رسالہ کے متعلّق بھی میرا یہی خیال ہے۔ کہ علمائے مذہب میرزائیہ اس کتاب کے جواب سے انشاء اللہ کبھی بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔

میرا یہ بھی خیال ہے۔ کہ اگر جماعت میرزائیہ نے اِس رسالہ کو انصاف سے دیکھا۔ اور نیز حق تعالیٰ کی توفیق نے بھی دستگیری فرمائی۔ تو اُنکے لئے یہ مُبارک رسالہ انشاء اللہ تعالیٰ چراغ راہِ ھدایت بلکہ رہنماء ہو گا۔

مَیں دُعا کرتا ہوں۔ کہ حق تعالیٰ شانہٗ مؤلف موصوف کو اپنی خاص نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔ اور اُن کے دینی و دُنیوی اُمور میں برکات اور ترقیات عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط

سہارنپور۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ (دستخط مولانا) خلیل احمد صاحب)
ناظم مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور

کام لینے کے عادی۔ اور مثل مشہور مُلّا آں باشد کہ چپ نشد کے مصداق ہیں۔
یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جو صاحب شرافت و تہذیب متانت و سنجیدگی۔ اور
سب سے پہلے تقویٰ اور خشیتہ اللہ کو ملحوظ فرماکر اور اپنے مشرب کی کتابوں کے
طرز تحریر کا بھی خیال رکھ کر اس رسالہ کی دلائل کا جواب لکھیں گے۔ اور منصفوں کے
ذریعہ جنکو فریقین مقرر کریں اپنی تحریر کی صداقت ثابت کردیں گے۔ وہ اس کتاب
کی جملہ دس فصلوں پر یکصد روپیہ فی فصل کے حساب سے ....

ایک ہزار روپیہ نقد انعام

لینے کے مستحق ہوں گے۔ خواہ کوئی ایک صاحب جواب لکھیں یا ایک جماعت مل
جلکر۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ انکی اس کوشش سے بہ مقتضائے

ہم خرما و ہم ثواب

جہاں ان کے مذہب کی پوزیشن صاف ہوگی۔ وہاں ایک معقول رقم بھی مفت
ہاتھ آئے گی۔

مزید براں یہ کہ اس جواب کے لئے جناب مرزا صاحب کے رسالہ اعجاز المسیح۔ اور
قصیدہ اعجازیہ کی طرح ۷۰ یوم یا ۲۰ یوم کی کوئی میعاد نہیں ہم اپنی زندگی تک اسکی ذمہ داری
لیتے ہیں۔ اور امید کامل ہے کہ ہمارے بعد کوئی اور بندۂ خدا اسکا کفیل ہوجائے گا ؎

اِدھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں ✦ تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

خاکسار

محمد یعقوب صدر قانون گوئے ضلع پٹیالہ ریاست العالیہ پٹیالہ یکم ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

بہمین گلشن آرائی کن فکان و رنگین فرمائی گل و ریحان

عمدہ تبصرہ نادر تذکرہ ہے کہ جسمیں ہر علم و فن کا تحقیقات کے ساتھ بیان ہے پسندیدہ عالم مرغوب اہل سخن



گلستان سخن

[illegible]

مطبع منشی نولکشور میں [illegible]